اسٹار پاکٹ بکس سیریز نمبر ۱۴

(انتخاب)

سٹار پبلیکیشنز

۲۷۶۱ - دریا گنج - دہلی ۶

---

قیمت صرف ایک روپیہ

---

سول ایجنٹ

پنجابی پستک بھنڈار

دریبہ کلاں - دہلی ۶

(بیری آرٹ پریس دریا گنج۔ دہلی)

# پیش لفظ

اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ انتخاب کا کام خواہ وہ نثری ہو یا شعری ایک مشکل ترین کام ہے تو یہ غلط نہیں ہے اور اس کا صحیح احساس اس شخص کو ہوتا ہے جس نے یہ کام کیا ہو یا اُسے کرنا پڑے۔

الف لیلہ اُردو کے کلاسیکی ادب میں بہت زیادہ اہمیت کی مالک ہے - اگرچہ یہ اُردو کی کوئی طبعزاد تصنیف نہیں ہے بلکہ ترجمہ ہے۔ مگر پھر بھی اس کے عام پسند ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اس کے کئی قصے مختلف انداز میں اتنی بار طبع ہوئے ہیں کہ وہ زبان زد ہو کر رہ گئے ہیں۔

الف لیلہ کے اس انتخاب کے بارے میں یہ بات آپ کے گوش گذار کر دینا ہی بہتر ہوگا کہ یہ انتخاب کوئی تحقیقی یا تنقیدی کارنامہ نہیں ہے - اس لئے اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی یا ایسی توقعات نہ پیدا ہونے دیں جو اسے دیکھ کر پوری نہیں ہوتیں۔

اس انتخاب میں وہ تین مشہور قصے سندباد جہازی، ابوالحسن سوتے جاگتے کا قصہ اور قصہ الہ دین اور جادوئی چراغ نظر انداز کردئے

گئے ہیں اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ الگ الگ کتابی صورتوں اور مختلف رسائل میں نہ صرف بار بار طبع ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان کے لئے اگر یہ کہا جائے کہ یہ آج بھی زباں زد ہیں تو بیجا نہ ہوگا۔!

الف لیلہ کے اس انتخاب کو صرف ایسے قصوں تک محدود رکھا گیا ہے جو نہ صرف دلچسپ ہیں بلکہ جن کا تعلق عام زندگی سے ہے اور اُن کا کچھ مقصد بھی ہے۔ ان میں زیادہ تر قصے سیدھی سادی زبان میں ہیں لیکن اس زبان پر بھی اس زمانے کی، جبکہ یہ کتاب ترجمہ ہوئی خاص پُر تکلف نثر کا اثر موجود ہے۔ محمد حسن عسکری کے الفاظ میں "پُر تکلف" نثر کسی جذبے یا چیز کو جذبے یا چیز کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک تصوّر کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔" اور اسی لئے بہتر ہوگا کہ اسے تنقیدی نگاہ کی بجائے ادبی لطف کی خاطر ہی پڑھا جائے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج کا دَور اُردو میں ناولوں کا دور ہے اور نثری داستانیں بہت زیادہ کامیاب نہیں ہیں۔ مگر ان میں آج بھی الف لیلہ کی اہمیت اور عام پسندی مسلم ہے آج بھی یہ نثری داستان اُردو کے زیادہ سے زیادہ فروخت ہونے والے ناول سے کہیں بڑھ کر بکتی ہے۔ اس کی اہمیت، پسند، اور دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے اور زیادہ عوامی بنانے کے لئے یہ انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ پسند کیا جائے گا کیونکہ اس میں الف لیلہ کی روح بڑی کاوش و محنت کے ساتھ یکجا کر دی گئی ہے۔ گویا کہ کوزے میں دریا کو بند کر دیا گیا ہے۔!

اگلے زمانے میں سلطنت ملک پارس کی بڑی تھی اور بہت جزیرے دور تک اس
کے تابع تھے۔ وہاں ایک بادشاہ بہت بڑا عادل اور رعایا پرور تھا اور خزانہ بیشمار اور لشکر بیشمار
رکھتا تھا اور اس کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام شہریار اور چھوٹے کا شاہزماں۔ دونوں بجمیع
صفات موصوف تھے۔ جب وہ بادشاہ جاں بحق تسلیم ہوا۔ بڑا بیٹا بجائے اُس کے تخت پر
بیٹھا اور شاہزماں کو اس نے بہت کچھ فوج و خزانہ دیکر حکومت ملک تاتار کی دی۔ شاہزماں
شکریہ بڑے بھائی کا بجالا کر رخصت ہوا اور شہر سمرقند کو جو اُس وقت میں سب شہروں سے
بڑا تھا دار الملک مقرر کر کے اُس میں رہنے لگا۔ جب باہمی جُدائی کو عرصہ دس برس کا گذرا شہریار
کو کمال اشتیاق بھائی کے دیکھنے کا ہوا اور اپنے وزیر اعظم کو اُس کے بُلانے کے واسطے مقرر
کیا۔ چنانچہ وزیر اعظم بڑے تجمّل سے روانہ ہوا۔ جب قریب سمرقند کے پہنچا۔ شاہزماں تزک شاہانہ
سے دو تین کوس اس کی پیشوائی کو آیا اور مل کر کمال خوش ہوا اور اپنے بڑے بھائی شہریار
کی خیر و عافیت پوچھی۔ وزیر نے بعد بجالانے آداب و تسلیم کے پیغام شہریار کا پہنچایا۔ شاہزماں
نے کہ اپنے بھائی کا نہایت فرمانبردار اور کمال محبّت اُس کے ساتھ رکھتا تھا۔ وزیر سے کہا
کہ مجھ کو کمال خوشی ہوئی انشاء اللہ دس دن کے بعد تمہارے ساتھ چلوں گا۔ دس دن تم
یہیں مقیم رہو۔ میں نے مہماندار خاص تمہارے اور تمہارے لشکر کے واسطے مقرر کئے ہیں چنانچہ

فی الفور سب اسباب ضیافت مہیا ہو گیا۔ اس عرصہ میں شاہزماں نے سب ضروری سامانِ سفر خرید فرمائے ایک سردار معتمد کو جانشین اپنا کیا اور شام کو دسویں روز اپنی ملکہ سے کہ جسے بہت چاہتا تھا۔ رخصت ہوا۔ ملازم و مصاحب ہمراہ تھے۔ اپنے خیمہ میں جو نزدیک خیمہ وزیر کے استادہ تھا، پہنچ کر وزیر سے گفتگو کرنے لگا۔ یہانتک کہ آدھی رات گذر گئی اُس وقت اُس کے خیال میں گذرا کہ ایک بار پھر اپنی ملکہ سے ملاقات کر آؤں۔ چنانچہ تنہا وہاں سے محل میں پوشیدہ گیا۔ ملکہ ایک کمینے نوکر کے ساتھ ہم آغوش سو رہی تھی۔ شاہزماں اس واقعہ کو دیکھ کر ایک گھڑی تک سکتے میں رہا اور دل میں افسوس کرنے لگا کہ وائے فضیحتی ابھی ہم سرحد سے باہر نہیں نکلا کہ اتنی بڑی جرأت یہ لوگ کرنے لگے۔ آخر کو شاہزماں نے اسی غصہ میں تلوار کھینچ کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ دونوں کے سر تن سے جدا ہو کر مع پلنگ کے گر پڑے۔ پھر دونوں کی لاشوں کو کھڑکی کی راہ سے خندق میں ڈال کے پھینک دیا۔ پھر وہاں سے بارادہ سفر روانہ اپنے خیمہ گاہ کو ہوا کسی اور سے یہ امر نہ کہا دوسرے دن فجر کو وہاں سے آگے چلنے کا ارادہ کیا۔ سب لوگ تیار ہو کر آگے کو روانہ ہوئے۔ اس سفر سے لشکر کے سب لوگ تو نہایت خوش تھے مگر شاہزماں ہر وقت بیوفائی اور بدکاری ملکہ کی یاد کر کے غم و غصہ کھا کھا کے خونِ جگر پیتا تھا۔ اور روز بروز چہرہ ارغوانی اُس کا زعفرانی ہوتا جاتا تھا۔ غرض تمام راہ اس کی اسی رنج و الم میں کٹی۔ جب قریب دارالریاست ہندوستان کے پہنچا۔ بادشاہ شہریار مع ارکانِ دولت واسطے استقبال کے گیا جبکہ سواری دونوں کی قریب پہنچی۔ دونوں بادشاہ گھوڑے سے اُتر آپس میں بغلگیر ہو کر ایک دوسرے سے دیر تک خیر و عافیت پوچھتے رہے پھر وہاں سے سوار ہو کر جاہ و حشم کے ساتھ روانہ ہوئے سلطان شہریار نے اپنے بھائی کو اس مکان میں کہ جس کو مخصوص اُس کے واسطے آگے سے بنوا سجا رکھا تھا۔ اور وہاں سے پائیں باغ بادشاہی نظر آتا تھا لے جا کر اُتارا اور وہ مکان تو نہیں بہت وسیع اور عالیشان تھا۔ پھر شہریار نے شاہزماں کو واسطے حمام اور تبدیل کرنے پوشاک کے فرمایا۔ جب شاہزماں نے فراغت اس کام سے پائی دونوں بھائی برآمدے میں اس مکان کے بیٹھ کے دیر تک پیار اور الفت کی باتیں کرتے رہے اور اہل دربار دونوں بادشاہوں کے صف باندھ کر قرینے اور اپنے اپنے مرتبے سے کھڑے ہوئے پھر دونوں بادشا

نے خاصہ تناول فرمایا۔ پھر بات چیت میں مشغول ہوئے۔ جب شہریار نے دیکھا کہ رات بہت آئی۔ بھائی کو واسطے آرام کرنے تنہا چھوڑ کر رخصت ہوا۔ شاہزماں کمال غم و الم کے ساتھ پلنگ پر روتا ہوا جا لیٹا روبرو شہریار کے اپنے کو ضبط کئے ہوئے تھا۔ اس کے اٹھنے کے بعد وہی بیقراری طاری ہوئی اور دل پر اس کے ایسا صدمہ گذرتا تھا جیسے کوئی حالت نزع میں ہو۔ اکثر آہیں سرد کھینچا کرتا۔ راتوں کو نیند نہ آتی تھی اسی غم و غصہ میں اس کی جان چلی جاتی تھی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ سب آثار غم کے اس کے بشرہ سے ظاہر ہونے لگے۔ شہریار نے بمشاہدہ اس حال کے تصور کیا کہ کیا سبب ہے کہ شاہزماں کو میں باوجود اس قدر خاطر داری اور پیار کے ہر وقت مغموم پاتا ہوں کبھی اس کو خوشدل نہیں دیکھتا شاید موجب اس رنج و ملال کا دوری اس شہر کی یا فراق ملکہ ہے میں نے اس کو بلا کر ناحق ایسے رنج و الم میں ڈالا اب بہتر ہے کہ اس کو سوغات دے کر جلد یہاں سے رخصت کروں القصہ اس نے چیزیں نفیس قیمتی ہند کی کشتیوں میں لگا کر اس کے پاس بھیجیں اور بڑے تکلف سے اس کی ضیافت کی اور اس کے خوش کرنے کے لئے طرح طرح کے تماشے اور ناچ اور رنگ کروائے مگر اس کا رنج اور بڑھتا گیا ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی + اور مطلق خاطر اس کی بشاش نہ ہوئی۔ ایک دن شہریار نے اپنے اہلکاروں سے فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ ایک جنگل اس شہر سے دو دن کی راہ پر ہے۔ بہت جانور ہر قسم کے ہیں۔ میرا مقصد و طلب شکار کھیلنے کا ہے جلد تم سفر کی تیاری کرو اور اپنے بھائی کو بھی ترغیب دی کہ میرے ساتھ چلو، تمہارا جی شکار کھیلنے میں لگے گا اور تمہیں فرحت حاصل ہوگی شاہزماں نے عذر ناسازی مزاج کا کر کے وہیں رہنے کی اجازت لی۔ شہریار آپ اپنے ارکان دولت کے ساتھ شکارگاہ روانہ ہوا۔ شاہزماں نے دروازے اپنے کمرے کے بند کر لیئے اور کھڑکی میں کہ جہاں سے باغ بادشاہ کا نظر آتا تھا جا بیٹھا کہ سر شام یکایک چور دروازہ بادشاہ شہریار کے محل کا کھلا اور اس دروازے سے بیس عورتیں کہ جن کے حلقے میں ایک بیوی ملکہ تھی اور وہ بے تکلف جس طرح اس سے پہچانی جاتی تھی نکل کر باغ میں آئیں ان سب کو یقین تھا کہ بادشاہ شکار کو گئے ہیں مکان خالی ہوگا اور شاہزماں اس طرح سے

اُس کھڑکی میں بیٹھا تھا کہ وہ سب کو دیکھے اور اُسے کوئی نہ دیکھے۔ کمال مشتاق ہوا کہ تماشا
ان بیس عورتوں اور ملکہ کا دیکھوں کہ کیا کرتی ہیں۔ خواصوں نے اپنے دراز پیراہنوں کو اتار
ڈالا پھر تو ان کی شکل صاف معلوم ہونے لگی۔ شاہزماں یہ حال دیکھ کر نہایت متحیّر ہوا کہ
اُن بیس میں سے کہ جن کو وہ سب عورتیں جانتا تھا دس حبشی تھے۔ ہر ایک نے پہچان کر ایک
عورت کا ہاتھ پکڑ لیا فقط وہ ملکہ بے یار رہ گئی۔ اس نے مسعود مسعود کہہ کر پکارا ایک حبشی
نہایت قوی ہیکل اور خنگاکہ آواز پر لگا ہوا تھا درّے سے اُتر کر اُس کی طرف دوڑا اور
ہاتھ ملکہ کا پکڑ لیا اب حیا مانع ہے کہ اُن کے حال کو مفصّل ہم بیان کریں۔ اُن گیارہ حبشیوں
نے اُن دس عورتوں اور گیارہویں ملکہ کے ساتھ کیا کیا۔ القصہ وہ لوگ آدھی رات تک اُس
باغ میں رہے پھر اُسی تالاب میں باغ کے غسل کر اپنے اپنے کپڑے پہن اُسی چور دروازے
سے محل میں گئے اور مسعود بھی باغ کی دیوار پھاند کر جدھر سے آیا تھا ادھر کو چلا گیا۔ یہ حال
شاہزماں نے دیکھ کر اپنی تسلی کی اور دل میں کہا کہ اگرچہ میری مصیبت عجیب تھی۔ لیکن میرے
بھائی کی اس سے زیادہ عجیب تر ہے باوجودیکہ وہ ایسا بادشاہ باشوکت و حشمت ہے
لیکن اُس سے حفاظت اِس امر کی وہ کی نہ ہو سکی۔ اب مجھ کو اس قدر ملول اور اندوہگیں اس
امر میں رہنا بیجا ہے خوب ثابت ہوا کہ اس طرح کے مکر و حلیت دُنیا میں اکثر ہوتے ہیں اس وقت
اس کے دل سے غم جاتا رہا اور خاصے کو منگوا کر کمال رغبت سے نوش کیا اور گانا بجانا گویوں
سے سُنا پھر تو سب طرح سے اُس کو صحتِ کلّی حاصل ہوئی اور بادشاہ کی خبر معاودت سُن
کر ملاقات کی نہایت خوشی کے ساتھ آداب و تسلیمات بجا لایا اوّل نظر میں شہریار نے
کچھ تبدّل و تغیّر کو شاہزماں کے بشرے سے دریافت نہ کر کے بہت سے ہرن وغیرہ شکار
کئے ہوئے دیئے اور کہا کہ افسوس تم ہرنوں کے شکار کو نہ چلے وہاں بڑی کیفیت تھی شاہزماں
نے ہر ایک سوال شہریار کا جواب کمال بشاشت سے دیا۔ شہریار جانتا تھا کہ اب بھی شاہزماں
کو اسی بے مزگی کے حال میں کہ جیسا چھوڑ گیا تھا ویسا پاؤں گا یہاں اُس کو بہت خوشحال
پایا کہا۔ بھائی شکر خدا کا کہ میں نے تم کو آ کر نہایت خوش پایا۔ اب میں تم سے ایک
امر قسمیہ پوچھتا ہوں۔ اُس کے بتانے میں انکار نہ کرنا۔ جب تم اپنا ملک چھوڑ کر میرے شہر

میں آئے تھے۔ میں نے تم کو بہت ملول پایا تھا اور بہت تدبیریں کیں لیکن تم ملول ہی رہے
اب کیا سبب ہے کہ دفعتاً تمہارا حال بدل گیا"۔ شاہزماں یہ باتیں سن کر پہلے تو خاموش رہا
لیکن جب شہریار نے نہایت مبالغہ کیا تب شاہزماں نے کہا کہ آپ میرے بزرگ اور مالک ہیں
اس کا جواب میں عرض نہیں کر سکتا کہ نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ شہریار نے بہت کچھ
مبالغہ کیا۔ آخر مجبوری شاہزماں نے پہلے حال بدکاری ملکہ سمرقند مفصل بیان کیا کہ بسبب
میری غمگینی کا تھا۔ شہریار نے کہا کہ بھائی تم نے خوب کیا کہ ایسی بدکار کو اس کے یار سمیت
قتل کیا کوئی اس امر میں نسبت ظلم کی تمہاری طرف نہ کرے گا۔ اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو
جب تک ہزار عورتوں کو قتل نہ کرتا تب تک میری تسکین نہ ہوتی اب بتاؤ کہ یہ ملال میری غیبت
میں جلد دفع کیونکر ہوا اس نے کہا "میں اگر اس کا سبب بیان کروں تو ڈرتا ہوں کہ مبادا تمہاری مصیبت
میری مصیبت سے زیادہ ہو" شہریار نے فرمایا "بھائی خدا کے واسطے جلد مجھ سے اس بات کو مفصل
بیان کرو کہ میں نہایت بیتاب ہوں" شاہزماں نے چار و ناچار یہ تفصیل حال مسعود اور دس
خواصوں کا ساتھ حبشیوں اور ملکہ کے بیان کیا اور کہا کہ اس سب حال کو میں نے بچشم خود دیکھا
اور سمجھا کہ سب عورتوں کی خلقت میں فسق و فجور ہے ہرگز ان کی عصمت و عفت پر کوئی شخص
اعتماد نہ رکھے فقط اس حال کے دیکھنے سے تسلی ہو گئی اور اس وقت سے میں نہایت خوش و تندرست
ہوں جیسا کہ آپ مجھ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ شہریار کو باوجود سننے اس حال کے اپنے بھائی سے
یقین نہ آیا اور غصہ میں آکے کہا کہ کیا ملکہ ہندوستان اس قدر فاحشہ ہے مجھ کو ہرگز تمہارے
کہنے کا یقین نہیں جب تک کہ میں آپ نہ دیکھوں۔ شاید تم کو کچھ دھوکا اور شبہہ ملکہ کا ہوا ہو۔
شاہزماں نے عرض کیا کہ بھائی صاحب اگر تم چاہتے ہو کہ اس امر کو اپنی آنکھ سے دیکھو تو دشوار
نہیں ہے۔ تم پھر واسطے جانے شکار کے حکم کرو اور ہم تم اسی ارادے پر شہر سے لاؤ لشکر سمیت
کوچ کر کے باہر چلیں اور دن بھر اپنے خیموں میں رہیں رات کے وقت چپکے سے اس مکان میں
آکر بیٹھیں۔ یقین ہے کہ اس صورت میں آپ بھی بچشم خود یہ سب حال کہ میں نے دیکھا ہے
مشاہدہ فرمائیں گے شہریار نے یہ تدبیر پسند کر کے اپنے اہلکاروں کو فرمایا کہ کل میں پھر شکار کو
جاؤں گا یہ خیمہ باہر شہر کے جس جگہ استادہ ہوتا ہے استادہ ہو دوسرے دن وہ دونوں بادشاہ

فجر کو اپنی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر توقف کیا۔ رات کو شہریار نے اپنے وزیر
کو بلا کر فرمایا کہ میں کسی کام کے واسطے جاتا ہوں تو میری جگہ بیٹھ کر کسی کو لشکر سے باہر نہ جانے
دیجیو۔ پھر دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر پوشیدہ لشکر سے شہر میں آئے اور شاہزماں کی فرودگاہ
میں جا کر سو رہے اور بہت تڑکے اُس کھڑکی میں جا بیٹھے کہ جہاں سے شاہزماں نے اُن حبشیوں
اور خواصوں کو ملکہ سمیت دیکھا تھا۔ ہنوز آفتاب نے طلوع نہ کیا تھا کہ یکایک چور دروازہ
محل کا کھلا اس کے تھوڑی دیر بعد ملکہ انھیں اپنی خواصوں اور حبشیوں کے ہمراہ کہ عورت
بنے ہوئے تھے اس دروازے سے نکل کر باغ میں آئی اور مسعود کو پکارا۔ شہریار نے وہ سب
حال دیکھ کر دل میں کہا کہ خدایا یہ کیا غضب ہے کہ اتنے بڑے بادشاہ جلیل القدر کی بی بی ایسی
بدکاری کرے پھر شاہزماں سے کہا کہ اس دنیائے غدار کو چھوڑ دیں اور اپنے ملک اور لشکر سے
جدا ہو کر غیر ملکوں میں زندگی بسر کریں اور اس بے عزتی اور رسوائی کو کسی سے نہ کہیں شاہزماں
نے بھائی کو خلاف جواب دینا مناسب نہ جانا کہا میں آپ کے فرمانے کو بجان و دل بجا لاؤں گا
مگر ایک شرط ہے کہ جب تم کسی اور شخص کو اپنے سے زیادہ اس مصیبت میں مبتلا پانا تو اپنے
ملک کو پھر آنا۔ شہریار نے فرمایا مجھے یہ شرط قبول ہے لیکن جہاں میں کوئی بشر مثل ہمارے
ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوگا۔ شاہزماں نے کہا کہ تھوڑے ہی سفر کرنے میں آپ کو اس کا حال
بخوبی معلوم ہوگا پھر وہ دونوں بادشاہ راہ غیر مشہور سے ایک سمت کو روانہ ہوئے اور
جاتے جاتے ایک سبزہ زار میں کہ نہایت خوش فضا اور لب دریا تھا پہنچے۔ دور نگاہ
گرد و پیش اُس مرغزار کے بہت بڑے بڑے اور گنجان لگے ہوئے تھے۔ وہ ایک درخت
کے نیچے واسطے سستانے کے بیٹھ گئے۔ جب سے کہ ملکہ کو شہریار نے اُس حال زشت
میں دیکھا تھا کہیں آرام و آسائش نہ کی تھی۔ اُس وقت شاہزماں سے باتیں کرنا شروع
کیں۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک ایسی آواز مہیب دریا میں سنی کہ وہ دونوں نہایت
ڈرے اور اس آواز ہولناک سے ایک جا پر دریا کا پانی پھٹا اور وہاں سے ایک سیاہ
ستون نے نکلنا شروع کیا اور اس قدر بلند ہوا کہ جس کا سرا ابر میں جا کر چھپ گیا اس کو
دیکھ کر وہ دونوں اور زیادہ ڈرے اور وہاں سے بھاگ کر ایک درخت بلند اور گنجان

پر چڑھ گئے اور اُس کے پتّوں میں چھپ کر بیٹھے۔ وہاں سے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کالا ستون دریا کے کنارے پر آیا اور فوراً ایک خبیث بن گیا یعنی دیو سیاہ بنا اور سر پر ایک صندوق بہت مضبوط سیسے کا جس میں چار قفل پیتل کے بھاری بھاری لگے ہوئے تھے رکھے ہوئے اسی درخت کے نیچے آیا اور سر سے اُس کو اُتار کر کھولا۔ اس میں سے ایک بی بی نہایت خوبصورت عمدہ پوشاک پہنے ہوئے باہر آئی پھر اس جن نے اس بی بی کو اپنے پاس بٹھا کر کہا۔ "اے بیگم تو اپنے حسن و جمال میں یکتا ہے۔ میں تجھ کو برات کی شب اُٹھا لایا اور جان و دل سے تیرا عاشق زار ہوا اور میں تجھ کو نہایت وفادار اور با عصمت پاتا ہوں۔ اس وقت نیند کا بڑا غلبہ ہے چاہتا ہوں کہ ذرا تیرے پاس سو رہوں۔" یہ کہہ کر وہ جن اپنے بڑے سر کو اُس کے زانو پر رکھ کر سو رہا۔ پاؤں اس کے بڑے لمبے کہ دریا تک پہنچے اور آواز اُس کے خراٹوں کی مانند آواز بادل کے سارے دریا میں ایسی گونج رہی تھی ناگہاں اُس بی بی نے جو اوپر کو دیکھا نظر اُس کی دونوں بادشاہوں پر پڑی کہ درخت پر چھپے ہوئے تھے۔ فوراً ان کو اشارے سے بلایا کہ چپکے سے نیچے اُتر آؤ وہ نہایت ڈرے اور اشارے سے کہا کہ ہمیں معاف کرو۔ اُس نے آہستہ سے سر اُس دیو کا اپنی گود سے اُٹھا کر زمین پر رکھ دیا اور کہا کہ جلدی تم دونوں درخت سے اُتر کر میرے پاس آؤ ورنہ میں ابھی اس جن کو جگا دونگی وہ تم دونوں کو مار ڈالے گا اس بات کو سُن کر وہ چپکے سے درخت سے اُتر آئے وہ بی بی مسکراتی ہوئی دونوں کا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور درختوں کے نیچے لے گئی اور اس کام کو چاہا کہ جس کا حیا سے بیان نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں بادشاہوں نے پہلے انکار کیا آخر ڈرانے سے کہنا اُس کا باری باری بجا لائے۔ بعد فراغت اُس بی بی نے انگوٹھیاں دونوں بادشاہوں سے کہ اپنی اپنی انگلیوں میں پہنے ہوئے تھے مانگ لیں اور ایک چھوٹا سا صندوقچہ اپنے توشے خانے سے نکالا اور اُس میں سے ایک ڈورا کہ جس میں بہت طرح کی انگوٹھیاں تھیں وہ ان کو دکھلایا اور کہا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے اور کس واسطے؟ انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ اُس بی بی نے کہا کہ یہ انگوٹھیاں نشان ہیں ان لوگوں کی کہ جن کو میں نے مثل تمہارے اس کام میں سرفراز کیا۔ یہ سب

اٹھا ئے ہیں اب تمہاری انگوٹھیاں ملانے سے پوری ننانوے ہو جاویں گی۔ باوجود اِس
حفاظت اور نگہبانی جن کے میں نے آج تک ننانوے یاروں سے اپنا دل خوش کیا۔ یہ
کمبخت جن مجھ پر عاشق ہے اور مجھ کو اس صندوق میں بند کر کے درمیان سمندر کے چھپا
رکھتا ہے۔ باوجود اس ہوشیاری کے جو میرا جی چاہتا ہے کرتی ہوں اُس کی نگہبانی کچھ کام
نہیں آتی۔ میرے حال سے تم قیاس کرو کہ جب کوئی عورت بدکار ہووے تو اس کو نہ تو
اس کا شوہر اور نہ اُس کا یار بدکاری سے باز رکھ سکتا ہے اکثر اشخاص عورتوں کی
پارسائی پر اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ بدکار ہوتی ہیں پھر اس بی بی نے یہ کہہ کر دونوں بادشاہوں
کی انگوٹھیوں کو اس ڈورے میں پرو لیا اور پھر وہیں جا کر بیٹھی اور جن کے سر کو اپنی
گود میں رکھ لیا اور ان دونوں کو اشارے سے کہا کہ اب تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ
وہ دونوں بادشاہ جس راہ سے کہ آئے تھے چلے گئے اور جب بہت دور نکل گئے تو
شاہزماں نے اپنے بڑے بھائی شہریار سے کہا کہ دیکھا تم نے باوجود اس قدر ہیبت اور
حفاظت جن کے کس قدر وہ بی بی چالاک اور بدکار ہے اور باوجود اس بدکاری کے وہ جن
اس کی پارسائی کا کتنا معتقد ہے اور اس کی عصمت کی کیسی تعریف کرتا تھا اب انصاف
سے کہیے مصیبت اس جن کی ہماری دونوں کی مصیبت سے زیادہ ہے یا نہیں۔ جس امر کی
تلاش میں تھے اس کو پایا۔ اب ہم کو لازم ہے کہ اپنے ملکوں کو پھر جاویں اور کبھی خیال
شادی کا کسی عورت کے ساتھ نہ کریں۔ اس واسطے کہ عورت باعصمت اس زمانہ میں
ملنا محال ہے۔ شہریار وہاں سے اپنے شہر کی طرف پھرا۔ تین شب کے بعد وہ بادشاہ
اپنے لشکر میں پہنچے بادشاہ کی خبر پھر آنے کی سن کر سب ارکانِ دولت اور افسرانِ فوج
مجرے کے واسطے حاضر ہوئے اُس نے موافق معمول کے سب کا سلام اور مجرا لیا ہر ایک
سے بات چیت کی۔ پھر شہریار نے آگے جانے کا قصد موقوف کیا اپنے بیت السلطنۃ میں پھر
آیا ملکہ کے محل میں گیا اور اس کو بندھوا کر وزیر کو فرمایا اسی وقت اس کو تو واسطے قتل کے
لے جا۔ وزیر نے فوراً قتل کیا پھر بادشاہ نے ملکہ کی خواصوں کی اپنے ہاتھ سے گردن ماری

اور یہ قرار دیا کہ ہر شب کو ایک عورت کے ساتھ نکاح کرے اور فجر کو اس کو قتل کروا ڈالے۔
الغرض بعد تجویز ایسے ظلم کے اُس نے اپنے بھائی شاہزماں کو رخصت کیا چنانچہ وہ وہاں
سے بقصد اختشام سمرقند کو روانہ ہوا شہریار نے بعد رخصت ہو جانے شاہزماں کے وزیر اعظم
سے ایک سردار کی لڑکی نکاح میں لانے کے واسطے طلب کی۔ وزیر نے ایک امیر کی لڑکی
لا کر حاضر کی۔ بادشاہ رات بھر اُس کے ساتھ ہم بستر رہا اور صبح کو اس کو قتل کروا ڈالا۔
غرض اسی طرح سے ایک مدت تک صدہا لڑکیاں امیروں کی بادشاہ کے ساتھ بیاہی
اور مار ڈالی گئیں پھر نوبت شہر کی لڑکیوں تک پہنچی اور یہ خبر ظلم کی تمام عالم میں منتشر ہوئی
اس شہر میں عجیب طرح کا کہرام پڑا اور جو لڑکیاں کنواری چوری چھپے بادشاہ کے ہاتھ
سے بچ رہی تھیں اُن کے ماں باپ اور اقربا نے تنگ ہو کر جلائے وطن اختیار کیا اور
اور اس مملکت سے نکل گئے۔ اُس وزیر کی بھی دو بیٹیاں تھیں نا کتخدا۔ بڑی کا نام
شہرزاد اور چھوٹی کا دنیا زاد تھا۔ بڑی لڑکی ذہین اور متین علم حکمت اور طبابت اور
تاریخ میں کامل تھی اور ہزاروں اشعار استادوں کے اور ضرب المثلیں یاد تھیں۔ اشعار
فی البدیہہ کہتی اور حسن و جمال میں بھی بے مثل تھی۔ وزیر اس کو بہت چاہتا اور پیار کرتا تھا
ایک دن اُس نے وزیر سے کہا کہ میں آپ کی حضور میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ میری
درخواست قبول ہو وزیر نے کہا کہ اگر تیری بات معقول ہوگی تو میں مانوں گا شہرزاد نے
کہا میرا مطلب یہ ہے کہ اس بادشاہ کو اس ظلم سے باز رکھوں اور جو لڑکیاں کہ اُس
کے قتل کرنے سے بچ رہی ہیں اُن کے والدین کو اطمینان بخشوں۔ وزیر نے کہا کہ کیونکر
کیا تدبیر سوچی ہے تم نے ۔۔۔ شہرزاد نے کہا تمہیں قسم اُسی پیار و الفت کی جو میرے ساتھ
رکھتے ہو، میری شادی بادشاہ کے ساتھ کر دو۔ وزیر نے کہا۔ اے لڑکی تیری عقل جاتی رہی
ہے کہ مجھ سے ایسی سخت درخواست کرتی ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ بادشاہ سوائے
ایک شب کے اس بیوی کو جس کے ساتھ وہ عقد کرتا ہے زندہ نہیں رکھتا ایسی بات بے تمیزی
اور بے عقلی کی نہ کر۔۔۔ لڑکی نے کہا میں اس خواہش سے باز نہ آؤں گی وزیر نے کہا کسی
طرح میں تیری درخواست قبول نہیں کر سکتا اور تجھ کو ایسی مصیبت میں دیدہ و دانستہ نہ

ڈالوں گا مجھ سے ہرگز یہ نہ ہو سکے گا کہ اپنے ہاتھ کو تیرے خون سے آلودہ کروں۔ شہرزاد نے
کہا اے پدر بزرگوار جس طرح ہو سکے میری اس درخواست کو منظور فرما۔ آخر بیٹی کے اصرار
سے مجبور ہو کر اس کی درخواست کو منظور کیا اور دل میں نہایت مغموم ہو کر شہریار کے حضور میں
جا کر عرض کیا کہ شہرزاد میری لڑکی شب آئندہ کو آپ کی عروس بننا چاہتی ہے بادشاہ نے
متعجب ہو کر وزیر سے فرمایا کہ تو نے کیونکر اپنی لڑکی کے حق میں اس امر کو تجویز کیا۔ وزیر نے
عرض کیا کہ لڑکی خود ہی مصر ہے۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا یہ نہ سمجھنا کہ میں تیرے خیال سے
اپنے دستور کو موقوف کر دوں گا اور پھر وزیر کی التجا پر بادشاہ نے اس کی درخواست منظور فرمائی
اور کہا۔ اسی رات کو محل میں لا کر اس کا عقد میرے ساتھ کر دے اس خبر کو شہرزاد سے جا کر کہا
وہ بہت خوش ہوئی اور اپنے باپ کی بڑی شکرگذاری کر کے تسلی دینے لگی کہ تم افسوس نہ کرو
انشاءاللہ تعالےٰ یہ امر زندگی بھر موجب تمہاری خوشنودی اور مسرت کا ہوگا۔ پھر اس نے
پوشاک بدلی اور اپنی چھوٹی بہن دنیازاد کو بلا کے الگ لے جا کر کہا کہ بہن میرا باپ بادشاہ
کے ساتھ شادی کرنے کو مجھے اب لئے جاتا ہے تو رنجیدہ نہ ہو اور جو میں کہوں اس کو عمل میں
لا جس وقت میں بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں گی اس سے درخواست کروں گی کہ تجھے
بلوا کر میرے پاس شادی کے کمرے میں سلوا لے اور تو خوب یاد رکھ جب فجر ہونے کو ایک ساعت
باقی رہے مجھے نیند سے جگا کر کہنا کہ بہن اگر تم جاگتی ہو تو کوئی حکایت اچھی کہو کہ میرا جی لگے
میں اسی وقت کوئی قصہ کہنا شروع کر دوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ ساتھ اس حیلے کے میں قتل
ہونے سے محفوظ رہوں۔ دنیازاد منظور کیا۔ غرض رات کو وزیر اعظم شہرزاد کو بادشاہ کے
محل میں لے گیا اور بعد عقد کے اسے شاہی محل میں چھوڑ کر رخصت ہوا خلوت میں بادشاہ
نے شہرزاد سے فرمایا کہ نقاب کو اپنے چہرے سے اٹھا پھر اس کے حسن دلفریب کو دیکھ
کر مشغوف ہوا اور پوچھا روتی کیوں ہے۔ شہرزاد نے عرض کیا کہ میری ایک چھوٹی بہن
ہے جس کو میں بہت چاہتی ہوں اور وہ بھی مجھ سے نہایت مانوس ہے۔ چاہتی ہوں کہ
آج کی رات وہ بھی اسی کمرے میں آ کر رہے تاکہ فجر کو ہم ایک دوسرے کا آخری دیدار کر
لیں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو میں بلواؤں اور اس کو پیار کر کے اپنی تسلی کروں شہریار نے

اجازت دی۔ چنانچہ دنیازاد بادشاہ کے محل میں حاضر ہوئی۔ شہریار شہرزاد کو لے کر ایک بڑے اونچے پلنگ پر سویا اور دنیازاد نیچے پلنگ کے سوئی۔ دنیازاد ایک گھڑی آگے فجر ہونے کے جاگی اور بہن کو پکاری کہ میری اچھی باجی جان مجھ کو اس وقت بسبب رنج کے نیند نہیں آتی میں بہت بے چین ہوں۔ اگر تم جاگتی ہو تو کوئی کہانی کہو کہ میں اس کو تمہاری زبان سے آخر وقت میں سنوں اور میری طبیعت بہلے۔ شہرزاد نے بادشاہ سے اجازت چاہی بادشاہ نے اس کو بخوشی تمام اجازت دی شہرزاد نے اپنی بہن دنیازاد اور بادشاہ کو مخاطب کر کے قصہ سوداگر اور جن کا اس طرح کہنا شروع کیا۔

بادشاہ سلامت اگلے زمانہ میں ایک سوداگر دولت نقد اور اسباب تجارت کا بے شمار رکھتا تھا ہر چند تو بیسیوں کوٹھیاں غلام اور گماشتے جا بجا مقرر تھے مگر آپ بھی گاہ بگاہ واسطے تجارت کے سفر کیا کرتا ایک بار اس کو واسطے کسی مہم کے سفر درپیش ہوا تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر چلا اور ایک خرجی میں کچھ کلچے اور چھوہارے بھر لئے پھر منزل مقصود پر پہنچ کر بعد سرانجام کام کے مراجعت کی چوتھے روز اس نے بسبب تمازت آفتاب کے چاہا کہ کسی درخت کے سائے میں ٹھہرے دور سے دیکھا کہ ایک چشمہ صاف نیچے درخت چار مغز کے جاری ہے وہاں پر وہ گھوڑے سے اتر کر بیٹھ گیا اور کلچے اور چھوہارے تھیلی سے نکال کر کھانے لگا جب خوب کھا چکا۔ تب گٹھلیاں چھوہارے کی ادھر ادھر پھینک دیں پھر وضو کر کے نماز پڑھنے لگا۔ جب نماز پڑھ چکا دوزانو بیٹھ کر دعا مانگنا شروع کیا ناگاہ ایک جن بڑی عمر کا الاقد میں دیو کی مانند ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے اس کی طرف جھپٹا اور نہایت غصے سے للکار کر کہا ادھر آ کہ تیری گردن ماروں۔ سوداگر غریب اس کی شکل مہیب دیکھ کر ڈر گیا اور کانپ کر اس سے کہا میں نے آپ کا کیا گناہ کیا ہے کہ جس کے عوض مجھے جان سے مارنے ہو جن نے کہا تو نے میرے لڑکے کو قتل کیا ہے۔ اس کے قصاص میں تجھ کو مارتا ہوں۔ سوداگر نے کہا کیونکر مارا میں نے اس کو دیکھا بھی نہیں جن نے کہا تو یہاں اپنی راہ چھوڑ کر بیٹھا اپنی جھولی سے خرجے نکال کر کھائے اور اس کی گٹھلیاں چاروں طرف پھینکیں۔ سوداگر نے کہا بیشک

سچ ہے۔ جن نے کہا جب گٹھلیاں چھوہارے کی تو چاروں طرف پھینکتا تھا۔ ایک گٹھلی میرے بیٹے کی آنکھ میں اس زور سے لگی کہ وہ فوراً مر گیا اب تجھے اُس کے عوض میں قتل کرتا ہوں سوداگر نے کہا میں نے اپنی دانست میں نہیں مارا اور اگر بالفرض مجھ سے سہواً قصور ہوا ہو تو اُسے معاف فرماؤ اور میرے حال پر رحم کرو۔ جن نے کہا نہ تو میں عفو کرنا جانتا ہوں اور نہ رحم کرنا کیا تمہاری شرع میں خون کے عوض خون کرنا نہیں آیا ہے میں تجھ کو فرصد مار دوں گا۔ یہ کہہ کر اُس جن نے سوداگر کو زمین پر پچھاڑ کر چاہا کہ تلوار سے اُس کا سر کاٹ ڈالے۔ سوداگر اپنے جورو لڑکوں کو یاد کر کے رونے لگا اور خدا اور رسول کے واسطے جن کو دلائے۔ جن نے اپنا ہاتھ ٹھہر لیا اور چاہا کہ جب یہ فریاد و فغاں سے چپ ہو تو اس کو مارے۔ تاجر برابر ہائے وائے کر کے رویا کیا۔ جن نے کہا۔ میں کسی طرح بے قتل کئے نہ چھوڑوں گا۔ تاجر نے کہا افسوس تم مجھے سچ مچ مار ہی ڈالو گے۔ جن نے کہا۔ ہاں میرا یہی ارادہ ہے کہ اتنے میں صبح ہو گئی۔ شہرزاد خاموش ہو رہی دنیازاد نے کہا بہن یہ کیا اچھا قصہ تھا۔ شہرزاد نے کہا۔ اگر آگے سنو گی اس سے زیادہ خوش ہو گی اور تعجب کرو گی۔ شہریار بھی اس قصہ کو سُن کر بہت خوش ہوا تھا اپنے دل میں ارادہ کیا تھا کہ ناتمام ہونے اِس قصے کے شہرزاد کو قتل نہ کرنا چاہیئے۔ اس دن مارنا اس کا موقوف کیا اور بعد ادائے نماز دربار میں گیا وزیر اعظم کہ رات بھر اپنی بیٹی کے غم میں نہ سویا تھا۔ فجر کو منتظر تھا کہ واسطے قتل کرنے شہرزاد کے اب حکم ہوا چاہتا ہے۔ جب بادشاہ سے یہ حکم نہ پایا نہایت متحیر اور متعجب ہوا بادشاہ اُس دن انتظام ملک اور فوج میں بدستور مصروف رہا رات کو پھر شہرزاد کے ساتھ جا کر اپنے کمرے میں آرام فرمایا۔ ایک ساعت آگے فجر ہونے کے دنیازاد نے پھر بیدار ہو کر کہا باجی جان اس قصے کو صبح ہونے تک تمام کرو اور شہریار نے بھی فرمایا کہ قصہ جن اور سوداگر کا تمام کرو میں نہایت مشتاق ہوں شہرزاد نے فی الفور اس طرح سے کہنا شروع کیا جبکہ سوداگر نے دیکھا کہ اس جن کے ہاتھ سے کسی طرح رہائی نہیں۔ جن سے کہا اگر میں تمہارے نزدیک واجب القتل ہوں اور تم کسی طرح مجھ کو نہ چھوڑو گے۔ امیدوار ہوں کہ اتنی فرصت دو کہ میں اپنی بی بی اور بچوں کو رخصت کر آؤں اور مال و دولت اپنے وارثوں کو تقسیم کر دوں تو بعد میرے آپس میں نہ لڑیں جھگڑیں اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ بعد ان

سب کاموں کے لئے اسی جگہ پھر آکر حضور میں حاضر ہوں گا۔ اس وقت مجھ کو جو چاہیے کیجئے جن
نے کہا اگر تو نہ آوے۔ سوداگر نے کہا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنے کاموں سے فراغت
کرکے میں جلد یہاں حاضر ہوں گا۔ جن نے کہا کتنی مہلت تو مانگتا ہے سوداگر نے کہا ایک سال
کے بعد ایک سال کے پیچھے اِن درختوں کے حاضر ہوں گا جن نے کہا اپنے اس اقرار پر خدا کو گواہ
کر۔ سوداگر نے قسم کھا کر خدا کو گواہ کیا۔ الغرض بعد اس قول و اقرار کے جن غائب ہو گیا سوداگر
نے مصیبت سے نجات پا کر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر کی راہ لی اور اپنے گھر پہنچا۔ اس کی
بی بی اور اقربا کمال خوش ہوئے اس کی ملاقات کو دوڑے سوداگر کسی کے گلے مل ملا کر زار زار
رونے لگا۔ وہ سمجھے کہ شاید کوئی حادثہ یا کچھ نقصان مال کا ہوا کہ جس سبب سے اس قدر روتا
ہے سوداگر جب رونے سے چپ ہوا تو اس کے اہل خانہ نے کہا کہ ہم تو تیرے آنے سے
خوش ہوئے مگر تو نے اپنے رونے سے ہم سب کو رنج میں ڈالا کیا سبب ہے۔ سوداگر نے اپنا
اور جن کا حال ظاہر کیا۔ وہ سب اس قصے کو سن کر بہت روئے خصوصاً اُس کی بی بی اور
لڑکوں نے بہت واویلا کیا وہ دن تو اُن کے رونے پیٹنے میں کٹا۔ دوسرے دن سوداگر
اپنے انفصال مقدمات میں مصروف ہوا۔ پہلے اُس نے اپنا سب قرضہ ادا کیا اور دوستوں
کو تحفے دیئے اور بہت سا مال محتاجوں کو خیرات کیا لونڈی غلاموں کو بھی آزادی یا ئی
املاک و اموال کو اولاد پر تقسیم کیا۔ وارثوں صغیر کے لیے محافظ اور وصی مقرر
کئے۔ بی بی کو بھی بہت سی دولت دی۔ القصہ جب وہ موافق شرع شریف کے اپنے
مال کو تقسیم کر چکا اور ایک سال بھی گذر گیا۔ مجبوری آمادہ روانگی کا ہوا جب وہ موافق
خرچی میں رکھ لیا اور رخصت ہونے لگا اس گھر میں بڑا ماتم ہوا سب اُس کو لپٹ کر چھوڑتے
نہ تھے۔ سوداگر نے کہا کہ میں راضی برضائے الٰہی ہوں صبر اور شکر کرو اور سمجھو کہ آخر ایک
دن سب کو مرنا ہے۔ بہرحال سوداگر اپنے تئیں اُن سب سے چھوڑا کر روانہ ہوا اور وعدے
پر اُس جگہ پہنچا اور گھوڑے سے اُتر کر کنارے چشمے کے باکمال اندوہ منتظر جن کا بیٹھا
وہ اسی حالت مایوسی میں تھا کہ ایک بڈھا ہرنی کو لئے ہوئے وارد ہوا اور بعد سلام علیک
کے اُس نے سوداگر سے پوچھا تمہارا آنا ایسے ویرانے میں کہ جنات رہتے ہیں کیونکر ہوا

اس درخت کو دیکھ کر اکثر لوگ دھوکا کھا کر اس کے سائے میں آ بیٹھتے ہیں اور جنوں کے ہاتھ
سے اذیت پاتے ہیں۔ سوداگر بولا کہ سچ کہتے ہو۔ میں ایسی دھوکے میں پڑ کر جن کے ہاتھ میں مبتلا
ہوں پھر اپنی ساری سرگذشت اُس سے بیان کی بڈھے نے متعجب ہو کر کہا تو نے قسم خدا
کی کھا کر ایفا کیا آفرین تیری صداقت پر اب میں بے دیکھے تیرے حال کے یہاں سے نہ
جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ بڈھا نزدیک سوداگر کے بیٹھ گیا پھر دونوں آپس میں باتیں کرنے
لگے اتنے میں ایک اور بڈھا کہ ساتھ اس کے دو کتے سیاہ رسّی میں بندھے ہوئے تھے۔
وہاں پر آیا اور بعد صاحب سلامت کے حال ان دونوں کا پوچھنے لگا۔ دونوں نے اپنا
اپنا حال بیان کیا۔ دوسرا بڈھا بھی اس امر کو عجیب و غریب تصوّر کر کے ان دونوں کے پاس
ٹھہر گیا اور اس نے ابھی دم نہیں لیا تھا کہ تیسرا ایک بڈھا خچر لئے ہوئے آیا اور ان دونوں
بڈھوں سے پوچھا یہ سوداگر کیوں اس قدر مغموم بیٹھا ہے اُن دونوں نے حال اس کی دلگیری
کا بیان کیا۔ تیسرا بڈھا بھی ان تینوں کے پاس بیٹھ گیا۔ ہنوز اس تیسرے نے دم نہیں
لیا تھا کہ دفعتاً انہوں نے میدان میں ایک بڑا غبار اور دھواں دیکھا کہ مانند ایک ستون کے
اوپر کو اُٹھ کر یکبارگی غائب ہو گیا اور طرفۃ العین میں ایک جن قوی ہیکل تلوار ننگی لئے
ہوئے سوداگر کی طرف آیا اور کہا کہ اُٹھ تجھے میں قتل کروں جیسا تو نے میرے بیٹے کو
قتل کیا ہے یہ بات جن کی سن کر سوداگر اور وہ تینوں بڈھے کانپ گئے اور رونے لگے
پھر جب اُس نے کہ جس کے پاس ہرنی تھی دیکھا کہ جن سوداگر کا ہاتھ پکڑ کر ایک سمت کو
لے گیا اور اس کو کمال بے رحمی سے مارے ڈالتا ہے وہ جن کے قدموں پر گرا اور کمال عاجزی
سے کہا اے بادشاہ جنوں کے میں کچھ عرض رکھتا ہوں۔ ذرا غصّے کو موقوف کر کے سنو
میں چاہتا ہوں کہ اپنا اور اس ہرنی کا جسے تم دیکھتے ہو قصّہ کہوں اگر یہ حال اس سوداگر
کے قصّے سے عجیب ہو تو اُمیدوار ہوں کہ تیسرا حصّہ گناہ اس آدمی کا معاف ہو جن نے
تھوڑی دیر تامل ہو کر کہا۔ میں نے اس بات کو قبول کیا جلد بیان کر۔

اُس بڈھے نے کہا - اے بادشاہ جن کے یہ ہرنی میرے چچا کی بیٹی اور میری زوجہ ہے - جب میرا نکاح اِس کے ساتھ ہوا تھا بارہ برس کی تھی اور میری نہایت فرمانبرداری کرتی تھی - جب شادی کو تین برس گذرے اور کچھ اولاد اِس سے نہ ہوئی میں نے واسطے اولاد کے کہ نہایت آرزومند تھا ایک لونڈی مول لی - اُس سے بعد انتظار بسیار کے ایک لڑکا پیدا ہوا میری بی بی نہایت حسد و عداوت مخفی لڑکے اور اُس کی ماں سے کرنے لگی افسوس کہ اُس کے حسد کا حال بعد ایک مدّت کے مجھے معلوم ہوا جب وہ لڑکا دس برس کا ہوا اتفاقاً مجھے ایک سفر درپیش ہوا - میں نے قبل اپنے جانے کے اُس لونڈی اور اُس بچے کو اپنی بی بی کے سپرد کر کے بتاکید کہا کہ میری واپسی تک ان دونوں کو خبردار اچھی طرح سے رکھنا بعد ایک سال کے میں انشاء اللہ تعالےٰ پھر آؤں گا اور جب سے میری بی بی نے اُن پر حسد کرنا شروع کیا تھا جادو بھی سیکھتی تھی اس مدّت میں وہ جادو کے علم میں خوب ماہر ہو گئی - القصہ وہ کمبخت نے بعد میرے جانے کے لڑکے کو جادو سے بچھڑا بنا ڈالا اور اہیر کو میرا ملازم تھا بُلا کر کہا اُس بچھڑے کو میں نے مول لیا ہے تو اپنے گھر لے جا کر رکھو اور اُس کو خوب فربہ کر اور لونڈی کو بھی گائے بنا کر اُس اہیر کے گھر میں بھیجدیا - جب میں سفر سے لوٹا تو بی بی سے بیٹے اور اس کی ماں کا حال پوچھا اس نے کہا لونڈی تمہاری مر گئی اور لڑکا دو مہینے سے نہیں معلوم کیا ہوا میں یہ حال سن کر لونڈی سے تو بالکل مایوس ہوا اور لڑکے کی نسبت دل میں اُمید تھی کہ شاید میرے ہاتھ لگے اس کو آٹھ مہینے کا عرصہ گذر گیا کہ میں نے اُس لڑکے کو نہ پایا نہ کہیں اُس کا پتہ لگا یہاں تک کہ دن عید قرباں کا پہنچا - میں نے چاہا کہ موافق سنّت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قربانی کروں اہیر کو بلا کے کہا کہ ایک گائے فربہ لا دو وہ ایک گائے لایا کہ وہ درحقیقت میری لونڈی اور اس لڑکے کی ماں تھی میں نے واسطے ذبح کرنے کے ہاتھ پاؤں اُس کے باندھے - وہ نہایت عاجزی سے بولنے لگی اور اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے یہ حال اُس کا دیکھ کر مجھے بہت رقّت آئی - اور مجھ سے اُس کے گلے پر چھری نہ چل سکی تب میں نے اپنے نوکر سے کہا کہ اس کو لیجا کر اور دوسری گائے لا کر - اِس بات سے میری بی بی بہت خفا ہوئی اور مجھ کو ملامت کر کے

کہا کس واسطے اس گائے کو ذبح نہیں کرتا۔ اِس سے بہتر کوئی اور گائے فربہ اور
قابل قربانی کے تیرے نوکر کے پاس نہیں اس کے کہنے سے پھر میں اسقدر اس کے حلال
کرنے کو آمادہ ہوا کہ گائے آگے سے زیادہ رونے اور چلانے لگی اس وقت مجبور ہو کر میں نے
چھری اپنے نوکر کو دے کر کہا کہ تو ہی اس گائے کو ذبح کر۔ اس کے رونے اور چلانے
سے میرا ہاتھ اس پر نہیں چلتا نوکر نے کہ تھوڑا سا بے رحم تھا اس گائے کو ذبح کر ڈالا
جب اس کی کھال اُدھیڑی تو اس میں سوائے ہڈیوں کے گوشت مطلق نہ تھا۔ اگرچہ جادو
کے سبب سے ظاہر اوہ فربہ معلوم ہوتی تھی۔ میں اہیر پر بہت خفا ہوا اور گائے مذبوح کو
اُسے دے کر کہا کہ اس کو تو ہی لے جا کر اپنے صرف میں لا پھر میں نے اس اہیر سے کہا اگر تیرے
پاس کوئی بچھڑا فربہ ہو تو جلد بدلے اس گائے کے قربانی کے واسطے لا وہ جلدی سے
ایک بچھڑے کو نہایت موٹا تازہ اور دیکھنے میں خوبصورت تھا لے آیا مجھ کو بچھڑے کا
حال باوجودیکہ مجھے معلوم نہ تھا لیکن دیکھتے ہی دل میں اس کی طرف سے محبت پیدا ہوئی۔
اور وہ بھی مجھے دیکھتے ہی رسی توڑا دوڑ کر میرے قدموں پر گرا اس حال سے اور زیادہ
محبت اس کی میرے دل میں ہوئی اور اس قدر میرے خون نے جوش مارا کہ جیسے کسی فرزند
کے دیکھنے سے ہو میں اس پیار اور الفت اپنی سے نہایت حیران ہوا اور اس بچھڑے
کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آخر میں نے نوکر سے کہا اس بچھڑے کو لے جا اور اس کے
بدلے اور جانور قربانی کے واسطے لا اور اس کو حفاظت سے رکھ۔ میری بی بی نے
کہا ایسے فربہ تازے بچھڑے کو قربانی نہیں کرتا۔ میں نے کہا یہ بچھڑا مجھے اچھا معلوم
ہوتا ہے دل نہیں چاہتا کہ اس کو ذبح کروں تو اس بات میں کچھ نہ بول اور تکرار
نہ کر۔ اس ستمگر عورت نے بڑا اصرار کیا اور شیطانی نہیں چاہتی تھی کہ میرا فرزند جیتا
رہے اور بار بار اسی کو حلال کرنے کو کہتی۔ مجبور میں نے چھری لے کر اپنے بیٹے کا گلا کاٹنے
چلا۔ پھر اس جانور نے جب میری طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھ
کر ترس کھایا اور پیار سے میں ایسا از خود رفتہ ہو گیا کہ چھری میرے ہاتھ سے گر پڑی۔ تب بی بی
نے بیٹے نے کہا کہ دوسرا بچھڑا میرے پاس لے آ اس کو ذبح کرتا ہوں وہ بدبخت اپنی ضد

اور بہت اسی کے ذبح کرنے کے لئے کہے گئی۔ آخر میں نے اس کے بکنے پر خیال نہ کر کے بظاہر
اُس کی تسلی کے واسطے اُس سے اقرار کیا کہ میں اس بچھڑے کو آئندہ عید الاضحیٰ میں قربانی
کروں گا۔ پھر وہ اہیر اُس بچھڑے کو اپنے گھر لے گیا اور دوسرے دن فجر کو مجھ سے
اُس اہیر نے آکر تنہائی میں کہا۔ میں کچھ کہا چاہتا ہوں یقین ہے کہ تم سن کر خوش ہوگے
میری ایک لڑکی ہے کہ وہ جادو سے کچھ واقف ہے۔ کل جو میں اس بچھڑے کو اپنے
گھر پھیر کر لے گیا۔ وہ لڑکی اُسے دیکھ کر مسکرائی اور روئی ہے میں نے اُس سے ہنسنے
اور رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ بابا جان یہ بچھڑا ہمارے آقا کا بیٹا ہے میں اُسے
زندہ دیکھ کر خوش ہوئی اور مسکرائی اور کل کے دن جو اس کی ماں گائے کے قالب میں
ذبح ہو گئی اسے یاد کر کے میں روئی اور ان دونوں ماں بیٹوں کو ہمارے میاں کی بی بی نے
سبب جو تیا ڈاہ کے جادو سے گائے بچھڑے کے قالب میں تبدیل کر دیا تھا۔ میں نے
جو یہ اپنی بیٹی سے سنا تھا تم سے آکر ظاہر کیا تھا۔ اے جن میری اس وقت کی حالت کو تصور
کر کہ ان باتوں کو سن کر کس قدر غم میرے دل میں گذرا۔ اُس بڈھے نے یہاں تک بیان کر کے
جن سے کہا پھر میں اس اہیر کے ساتھ اُس کی لڑکی کے پاس گیا اور پہلے میں اُس کے گھر
جا کر اصطبل میں جہاں میرا بیٹا تھا پہونچا ہنوز میں اُس کے پاس جا کے اُسے پیار کرنے نہیں
پایا تھا کہ اُس سے ایسی حرکتیں محبت کی عمل میں آئیں کہ جس سے میں نے جانا واقعی یہ میرا فرزند
ہے پھر میں نے اُسی حال کو جو سنا تھا اُس کی بیٹی سے بھی سن کر پوچھا کہ کسی طرح یہ بچھڑا اپنی
اصلی شکل میں لا سکتی ہے۔ اُس نے کہا ہاں میں اس کو اصلی شکل میں لا سکتی ہوں۔ میں نے
کہا کہ اگر تو ایسا کرے تو میں اپنی سب ملک تجھے بخش دوں۔ اُس لڑکی نے مسکرا کر جواب
دیا۔ تم ہمارے آقا ہو ہم فرمانبردار۔ دو شرط سے میں تمہارے بیٹے کو اُس کی اصلی صورت
میں بنا دیتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ تم اُس کی شادی میرے ساتھ کر دو۔ دوسرے یہ کہ جو
اس کو بچھڑے کے قالب میں لایا ہے۔ اس کو تھوڑی سی سزا دوں۔ میں نے کہا مجھ کو
دونوں شرطیں بجان و دل قبول ہیں۔ القصہ لڑکی نے ایک پیالہ میں پانی بھر کر اُس پر
کچھ پڑھا اور اس بچھڑے کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے خدا کے بندے اگر تو جادو کی

تا تیرے بچھڑا بن گیا ہے تو خدا کے واسطے پھر اپنی اصلی شکل میں آجا یہ کہہ کے اس نے اُس پانی کو چھڑکا یہ عمل کرتے ہی وہ بچھڑا آدمی کی شکل بن گیا۔ میں نے کمال الفت سے اُس کو سینے سے لگایا اور بہت خوش ہوئے کہا۔ حق تعالےٰ نے بسبب اس لڑکی کے تجھ کو اس مصیبت سے نجات دی اب تو ادائے شکر کے اُس کو اپنی زوجیت میں قبول کر جیسا کہ میں نے اس سے ساتھ اس امر کا اقرار کیا ہے۔ میرے بیٹے نے اس امر کو بدل قبول کیا اور قبل بیاہ ہونے کے لڑکی نے جادو سے میری جورو کو ہرنی بنا ڈالا۔ پھر میرا بیٹا لڑکی کے ساتھ کتخدا ہوا تھوڑے دنوں میں اس کی بیوی مرگئی اس نے مسافرت اختیار کی۔ بہت برس گذرے ہیں کہ میں نے اُس کی کچھ خبر نہیں پائی اس واسطے اُس کی تلاش میں پھرتا ہوں اور کسی پر مجھے اعتماد نہ تھا اس لئے اسے اپنے ساتھ لئے لئے پھرتا ہوں یہ میرا اور اس ہرنی کا قصّہ ہے اب اس حکایت کو غور کیجیے کہ عجیب وغریب ہے یا نہیں جن نے کہا بیشک بہت عجیب ہے میں نے تیسرا حصہ گناہ اس سوداگر کا معاف کیا اور بعضے ترجموں میں الف لیلہ کے اس قصہ میں بجائے ہرنی کے کتیا ہے پھر کتیا ہے پھر شہرزاد نے شہریار سے عرض کیا کہ خداوند جب پہلا بڈھا اپنا قصہ کہہ چکا دوسرے بڈھے نے کہ دو کتے سیاہ اپنے ہمراہ لئے پھرتا تھا جن سے کہا اب حضور میری اور ان دونوں کتوں کی سرگزشت سنیں اگر اگلے قصّے سے زیادہ تر عجیب وغریب ہو تو امیدوار ہوں کہ آپ تیسرا حصہ قصور اس سوداگر کا معاف فرمائیں جن نے کہا اچھا تو اپنی سرگزشت بیان کر

دوسرے بڈھے نے کہا اے بادشاہ جنوں کے یہ دونوں سیاہ کتّے میرے سگے بھائی ہیں والد نے وقت انتقال کے ایک ایک ہزار ریال ہم تینوں بھائیوں کو دیے تھے ہم تینوں نے انھیں ریالوں سے تجارت کرنا شروع کی اور دو کانوں پر بیٹھ کر اسباب خرید و فروخت کرنے لگے بڑے بھائی نے چاہا کہ اور شہروں میں جا کے تجارت کرے پس سب اسباب اپنا بیچ کر وہ اسباب کہ دوسرے شہروں میں گراں بکتا تھا خرید کر کے روانہ ہوا ایک برس کے بعد ایک شخص میری دوکان

پر آکر کھڑا ہوا اور کہا بھلا کرے، میں نے جواب دیا خدا تیرا بھی بھلا کرے وہ بولا کیا تم
مجھے نہیں جانتے ہو تب میں نے اُسے بغور دیکھا پہچانا اور گلے مل کر بڑا افسوس کیا
اور معذرت کی کہ بھائی میں کیونکر تجکو اس حال سے پہچانتا اور حال سفر کا پوچھا اُس
نے جواب دیا کہ تم نے مجھ کو اس حال میں دیکھا اب آگے کیا پوچھتے ہو پھر میرے اصرار
کرنے سے اپنی مصیبتیں مجملاً کہہ سُنائیں میں اس کی بربادی کا حال سن کر اپنے
سب کاموں کو بھول گیا اور جلد ہی اُسے حمام میں بھیج نہلا دھلا کر اچھی پوشاک
پہنائی بعد اس کے میں نے اپنے حساب کی رو سے دریافت کیا کہ میں اسوقت
تک مالک دو ہزار ریال کا ہوں پس ایک ہزار ریال اس کو دیے اور کہا کہ بھائی
اب اس ہزار سے اپنا کاروبار کرو اس نے بہت خوش ہو کے ریال لے لیے اور
از سر نو کاروبار اپنا شروع کیا القصہ ہم دونوں بدستور سابق باہم رہنے لگے پھر
میرے دوسرے بھائی نے بھی یہی چاہا کہ بڑے بھائی کی طرح تجارت اور شہروں
میں جا کر کرے ہر چند میں نے منع کیا اُس نے نہ مانا اور اپنی سب پونجی خرچ کر اسباب
تجارت مناسب سفر کے مول لے کر مجھ سے رخصت ہو کر ہمراہ ایک قافلے کے
روانہ ہوا بعد ایک سال کے وہ بھی تباہ ہو کر مثل بڑے بھائی کے میرے پاس آ جاتا
میں نے اُس کو بھی ہزار ریال دیے وہ بھی ایک دُکان مول لے کے اپنا کاروبار پھر
کرنے لگا بعد چندے ان دونوں بھائیوں نے ایک دن مجھ کو ترغیب دی تاکہ
میں بھی ہمراہ اُن کے واسطے تجارت کے سفر کروں میں نے بہت انکار کیا لیکن۔
دونوں نے یہاں تک اصرار اور مبالغہ کیا کہ چار و نا چار میں راضی ہو کر آمادہ سفر ہوا
اور خرید و فروخت اسباب تجارت کی کرنے لگا اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ انھوں
نے وہ ریال جو میں نے ان دونوں کو دیے تھے بالکل ضائع کر ڈالے لیکن میں نے
اُنھیں کچھ ملامت نہ کی اور اپنے سرمائے سے کہ اس وقت تک چھ ہزار ریال
جمع ہوئے تھے نصف انھیں دے کر کہا بھائی ہم سب آدھے ریال تجارت

میں لگائیں اور آدھے گھر میں کہیں گاڑ رکھیں خدانخواستہ اگر سفر میں کچھ نقصان پہنچے
تو وہ آدھے ریال ہمارے کام آئیں پھر میں نے ایک ایک ہزار ریال اُن کو دیے اور
ایک ہزار خود لئے اور تین ہزار ریال گھر کے کونے میں دفن کر دئیے بعد ہم سب اسباب
تجارت کا مناسب وقت خرید کر جہاز پر مع اسباب سوار ہو کر ہوائے موافق میں
روانہ ہوئے بعد ایک مہینے کے بخیر و خوبی ایسے شہر میں پہنچے کہ ہمارا اسباب بہت
نفع سے بکا ایک ریال کے دس ہوئے اور اشیائے پیداگشتی اُس جا کی مول لیں تاکہ
اپنے شہر میں جا کر بیچیں جب ہم خرید اسباب سے فراغت کر چکے ارادہ سوار
ہونے جہاز کا کیا ناگہاں کنارے دریائے شور کے ایک عورت جس سے میں دو چار
ہوا اگرچہ نہایت میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھی اس نے سلام کر کے میرے ہاتھ
کو بوسہ دیا اور باصرار کمال مجھ سے درخواست کی کہ اُس کے ساتھ اپنی شادی کروں۔
میں اُس کی طرف متوجہ نہ ہوا آخر جب اُس نے نہایت عاجزی سے کہا اُس وقت
تک اُس وقت تک مجھے اُس بیکسی پر ترس آیا اور اُس کی خواہش کو منظور کیا اچھی۔
پوشاک سلوا کر اُس کو پہنائی اور بعد عقد کے اپنے ساتھ جہاز پر سوار کر لیا جب جہاز
وہاں سے روانہ ہوا اثناء راہ میں میں نے اُس کو نہایت خوش سلیقہ اور نیک صفات
پایا میں نے اس کو زیادہ پیار کرنے لگا میرے یہ دونوں بھائی حسد کرنے لگے اور
مجھ سے پوشیدہ دشمنی کرنا شروع کی چنانچہ ایک رات مجھے اور میری بی بی کو سوتا
پاکر دریائے شور میں ڈال دیا بی بی کہ درحقیقت پری تھی اُس کو پانی سے کچھ ضرر
نہ ہوا بلکہ مجھے بھی ڈوبنے سے بچایا اور ایک جزیرے خشک میں لے گئی جب دن ہوا
اُس پری نے مجھ سے کہا کہ میں نے تیری جان بچائی اور میں جنس پری سے ہوں اس
دن کہ تو جہاز پر سوار ہونے لگا میں نے تجھے جوان خوبصورت دیکھ کر پسند کیا اور
چاہا کہ تیرے ساتھ شادی کروں پھر میں تجھے امتحان لینے کی غرض سے میلے کپڑے
پہن کر تیرے سامنے گئی مگر تو نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا میں بہت راضی
ہوئی اب چاہتی ہوں کہ اس کی شکر گزاری میں تیرے ساتھ بڑا سلوک کروں

لیکن تیرے بھائیوں سے بہت ناخوش ہوں دل میں ہے کہ انھیں جان سے مار ڈالوں
میں نے اس کی باتیں سن کر نہایت تعجب کیا اور حد سے زیادہ شکر اس کے احسانوں
کا بجا لایا اور منت سے کہا بی بی اگرچہ میرے بھائیوں نے یہ بھی جان پر صدمہ
پہنچایا مگر میں ایسی سزائے سخت ان پر گوارہ نہیں کرتا کہ جان سے وہ مارے
جائیں القصہ جس قدر میں اپنے بھائیوں کی سفارش کرتا تھا اسی قدر اس کا غصہ
زیادہ ہوتا تھا آخر اس نے کہا میں اب یہاں سے اڑ کر ان کمبختوں کو جہاز سمیت
سمندر میں غرق کیے دیتی ہوں میں نے عرض کیا خدا کے واسطے بیگم اپنے غصے کو
کم کرو سوا مار ڈالنے کے اور جو چاہو سزا ان کو دو غرض اس پری نے مجھ کو اس جزیرے
سے لے جا کر میری گھر کی چھت پر بٹھا دیا اور آپ غائب ہو گئی میں کوٹھے سے
اتر کر گھر میں آیا اور کوٹھری کے دروازے کھول ان تین ہزار اشرفیاں کو زمین سے
نکالا اور اپنی دکان پر بیٹھ کر کاروبار کرنے لگا تاجروں نے آکر مجھ کو مبارکباد دی
جب دکان سے میں اپنے گھر میں آیا تو دو کالے کتوں کو اپنے گھر میں دیکھ کر
نہایت متحیر ہوا وہ کتے مجھ کو دیکھ کر دم اپنی ہلا کر میری طرف دوڑے اور سر اپنا میرے
پاؤں پر رکھنے لگے اسی حالت میں وہ پری میرے گھر آئی اور مجھ سے کہا اے
شخص یہ کتے تیرے دونوں بھائی ہیں اس بات کو سن کر گھبرا کر میں نے اس پری
سے پوچھا کہ کس طرح سے یہ دونوں کتے بن گئے اس نے کہا میرے کہنے سے ایک
میری بہن ہے اس نے وہ جہاز جس پر تمہارا اسباب تجارت کا تھا غرق کر دیا
تھا اور تیرے بھائیوں کو بعوض نمک حرامی کے دس برس پورے گزر گئے ہیں اور
میں اس کو ڈھونڈھتا پھرتا ہوں یہاں تک کہ میرا گزر اس طرف ہوا اور اس سوداگر
اور پیر مرد کو جس کے پاس ہرنی ہے یہاں دیکھ کر میں ٹھہر گیا اے بادشاہ جن کے
میرا یہ قصہ عجیب ہے یا نہیں جن نے کہا البتہ تیرا بھی ماجرا نہایت عجیب ہے پھر
اس نے دوسرا حصہ جرم اس سوداگر کا بخشا جبکہ دوسرا بڈھا بھی اپنا حال کہہ
چکا تیسرے بڈھے نے جن سے کہا کہ اب میں اپنے قصے کو آپ کی حضور

میں کہتا ہوں اگر آپ اس کو بہ نسبت اور قصوں کے عجیب تر پائیں تو امیدوار ہوں
کہ باقی تیسرا حصہ گناہ اس سوداگر کا بھی معاف فرمائیں جن نے مان لیا تیسرے
بڈھے نے اپنا قصہ کہنا شروع کیا۔

اے بادشاہ جنوں کے یہ خچر میری بی بی ہے اتفاقاً میں اس سفر میں جاتا
ہوا اور بعد ایک سال کے رات کو آتا ہوا گھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ بی بی ایک
غلام سے حبشی اختلاط کر رہی ہے اور غمزے اور اشارے معشوقانہ کر کے محبت
کا دم بھر رہی ہے میں یہ دیکھ کر سخت حیران ہوا چاہا کہ اس کو کچھ سزا دوں اتنے میں
وہ جلد ایک جھجری پانی بھر اٹھا لائی اور کچھ کف افسوس پڑھ کر مجھ پر پانی چھڑکنا
شروع کیا یہاں تک کہ میں کتا بن گیا اس نے مجھے گھر سے نکال دیا میں نے
پھرتے پھرتے پریشان ہو کر ایک قصائی کی دوکان کا رستہ لیا اور ہڈیوں کو اس
دوکان سے اٹھا اٹھا کر کھانے لگا ایکدن میں اس قصائی کے گھر جا نکلا تو اس
کی بیٹی مجھے دیکھتے ہی پردہ میں جا بیٹھی اور دیر تک نہ نکلی قصائی نے متعجب ہو کر
پوچھا کہ تو کیوں باہر نہیں آتی ہے اس نے کہا میں بیگانے مرد کے آگے کیا جاؤں
قصائی بولا یہاں کوئی مرد نہیں ہے بیٹی نے کہا یہ کتا جو گھر آیا ہے مرد ہے اس
کی جورو نے جادو سے اس کو کتا بنایا ہے قصائی نے کہا خدا کے واسطے بیٹی اس
کو اس بلا سے رہائی دے۔ بیٹی نے تھوڑا پانی لیا اور اس پر افسوں پڑھ کر مجھ پر
چھڑکا اور کہا یہ قالب چھوڑ کر اپنے پہلے قالب آیا کہتے ہی میں آدمی ہو گیا وہ صورت
بدستور پردے میں گئی میں نے بعد شکر گزاری کے کہا اے نیک بخت تجھ کو
دو جہاں کی خوشی نصیب ہو میں چاہتا ہوں کہ کچھ میری جورو کے واسطے بھی عنایت
ہو کہ وہ نالائق جامۂ انسانیت سے باہر ہو جائے اس نے پردے میں تھوڑا پانی
بھر کر ایک برتن میں اپنے باپ کے ہاتھ مجھ کو بھیج دیا اور کہا اس کو اس پر چھڑک
کر جس طرح پر صورت اس کی منظور ہو نام اس کا زبان پر لا تا کہ تو اپنا چاہا

چھوڑ کر اس جامہ میں آ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی صورت ویسی ہی ہو جائے گی۔ میں اس
پانی کو لے کر گھر آیا اور بی بی کو سوتا پا کر اس پانی کے کئی چھینٹے اس پر مارے اور خچر کے قالب
میں اس کو لے آیا اے بادشاہ۔ جب تیسرے بڈھے نے یہ قصہ اپنا سنایا جن نے متعجب
ہو کر خچر سے پوچھا۔ یہ بات بڈھے کی صحیح ہے۔ اس نے سر ہلا کر بتایا کہ ہاں صحیح ہے۔ القصہ
جن نے تیسرا حصہ باقی گناہ سوداگر کا معاف کر دیا اور بعد رہائی کے سوداگر سے کہا تجھ کو
ضرور ہے کہ ان تینوں بڈھوں کا شکر گذار ہو۔ اگر یہ سب تیری مدد نہ کرتے تو بیشک جان سے
مارا جاتا۔ یہ کہہ کر وہ جن پھر غائب ہو گیا اور وہ چاروں شخص نہایت مسرور ہوئے سوداگر
نے ان تینوں بڈھوں کا حد سے زیادہ شکر ادا کیا وہ تاجر کی جاں بخشی سے کمال خوش
ہو کر اپنی اپنی راہ لگے اور وہ سوداگر وہاں سے اپنے گھر میں آکر بی بی سے اور بچوں سے
ملا۔ ایک دوسرے سے مل کر نہایت خوش ہوئے اور تمام عمر اس سوداگر نے اپنے اہل و عیال
میں بسر کی۔ شہرزاد نے یہ قصہ سوداگر اور جن کا کہہ کر شہریار سے عرض کیا کہ جو داستان میں آپ
کے حضور میں عرض کر چکی تین قلندر صورت شہزادوں کے قصے سے عجیب تر نہیں۔ دنیازاد
نے بادشاہ کو خاموش پا کر کہا۔ بہن ابھی کچھ رات تو ہے قصہ شروع کرو۔ شہریار بھی اس
کے سننے کو راضی ہوا۔ شہزاد نے اس طرح سے قصہ تینوں قلندر صورت شہزادوں کا بیان کرنا
شروع کیا۔

ہارون رشید کے عہد خلافت میں ایک مزدور بغداد کا رہنے والا لطیفہ گو
اور خوش طبع تھا۔ ایک دن صبح کو مزدوری کے بازار میں کھڑا تھا کہ ایک برقعہ پوش عورت
آئی اور اسے اپنے ساتھ لے کر ایک طرف لے چلی۔ کچھ آگے جا کر اس نے ایک بند دروازے
پر دستک دی۔ ایک بوڑھا عیسائی باہر آیا۔ اس بی بی نے کچھ روپے اسے دیئے اور اس شخص
نے ایک ٹھلیا شراب کی لا کر حوالے کی۔ بی بی نے مزدور سے کہا۔ اسے لے کر اپنے ٹوکرے میں
رکھ۔ اس نے رکھ لی۔ پھر وہاں سے مزدور کے ساتھ بازار میں آئی اور طرح طرح کے میوے
لطیف اور کل اشیاء خوردنی عمدہ عمدہ حسب ضرورت ہر ایک دوکان سے نقد مول لیں کہ

مزدور کے ٹوکرے میں جگہ باقی نہ رہی۔ مزدور نے کہا اگر مجھ کو آگے سے اس قدر اسباب معلوم
ہوتا تو میں گھوڑا اونٹ اپنے ساتھ لاتا۔ الغرض مزدور ٹوکرا اُٹھا کر ہمراہ اُس کے ہو لیا۔ چلتے
چلتے بہت ایک عالیشان حویلی کے دروازے پر کہ جس کی پیشانی بیلپاؤں سے آراستہ تھی۔
اور کواڑے ہاتھی دانت سے جڑے ہوئے تھے۔ دونوں پہنچے، بی بی نے وہاں ٹھہر کر دستک
دی۔ جب تک دروازہ کھلے مزدور کے دل میں بہت سے خیال گزرے کہ آیا یہ بی بی سودا
سلف لینے والی کنیز ہے یا گھر کی بی بی۔ مگر اس شان و شوکت سے لونڈی نہیں معلوم ہوتی
چاہتا تھا کہ کچھ اس کے حال سے سوال کرے اتنے میں ایک عورت اور جس نے دروازہ کھولا
نظر پڑی۔ وہ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر بیخود ہو گیا۔ قریب تھا کہ بوجھ اس کے سر سے گر
پڑے جو بی بی اس کو ہمراہ لائی تھی اس کی بیہوشی کا تماشہ دیکھنے لگی۔ دوسری بی بی نے کہا
غریب مزدور بوجھ سے دبا جاتا ہے جلد گھر میں بوجھ اتروا لے۔ غرض پہلی بی بی نے دروازہ
اندر سے بند کر لیا۔ پھر وہ دونوں عورتیں مع مزدور کے بہت بڑے مکان میں گئیں۔ جس کے
چاروں طرف برآمدے بیلپاؤں کے بنے ہوئے تھے اور اندر اس کے بڑا اونچا دالان اور اس
کے ایک جانب دیوان خاص اسباب اور ظروف نفیس سے سجا ہوا تھا۔ اس میں ایک تخت
صندل یا عود کی لکڑی کا خوبصورت بنا ہوا بچھا تھا اور فرش بڑے تکلف کا جس کا گرد بڑے
بڑے موتی ٹکے ہوئے تھے صحن میں ایک حوض سنگ مرمر کا جس میں فوارے چھوٹ رہے
تھے مزدور اگرچہ بوجھ اٹھانے سے تھک گیا تھا۔ لیکن مکان عالیشان اور اس کے
بناؤ سجاؤ کو دیکھ کر کمال خوش ہوا۔ خصوصاً تیسری بی بی کو کہ اس تخت پر کمال شان و
شوکت سے بیٹھی تھی دیکھ کر اپنی سب ماندگی بھول گیا۔ پھر اس کو معلوم ہوا کہ اس تیسری
بی بی کا نام زبیدہ ہے اور مالک گھر کی یہی ہے اور دوسری بی بی کا نام صافی اور اس بی بی
کا جو اسباب خرید کر لائی امینہ نام ہے۔ زبیدہ نے کہا۔ بہنو۔ جلد اس غریب مزدور کے
سر سے بوجھ اتار دو کہ وہ دم لے۔ اُس کے کہنے سے صافی اور امینہ نے ٹوکرے کو جلد اس
کے سر سے اُتارا اور زبیدہ نے ایک درہم کہ اس کی مزدوری سے کہیں زائد تھا مزدور
کو دیا۔ اُس نے خوش ہو کر قصد جانے کا کیا۔ مگر اُن خوبصورت بیبیوں کے دیکھنے

سے اُس کی سیری نہیں ہوئی تھی۔ ہنوز وہاں سے چلا نہ تھا کہ امینہ نے اپنے چہرے سے
برقع اتارا۔ مزدور اُس کی خوش قامتی پہ بیخود ہو کر وہیں کھڑا رہ گیا اور متحیر تھا کہ اس گھر میں
سوا تین بیبیوں کے چوتھا نہیں لیکن اسباب کھانے پینے کا اتنا خرید کرایا ہے کہ تیس ۳۰ آدمیوں
کو کافی ہو۔ زبیدہ سمجھی کہ مزدور شاید تھک گیا ہے جو سستانے کے واسطے ٹھہر گیا۔ جب وہ
دیر تک کھڑا رہا اس سے کہا کیا تو کچھ اور چاہتا ہے پھر امینہ سے کہا بی بی اس کو کچھ اور
دے کر رخصت کرو۔ مزدور نے کہا بیگم صاحب میں نے مزدوری سے زیادہ پایا ہے مگر
کچھ عرض کیا چاہتا ہے۔ اگرچہ کمال گستاخی ہے مگر امیدوار ہوں کہ معاف فرماؤ میں کسی مرد
کو درمیان تمہارے کہ اس مرتبہ حسین اور خوبصورت ہو نہیں پاتا اور درمیان عورتوں
کے مرد کا نہ ہونا موجب حیرت کا ہے جیسا درمیان مردوں کے عورت کا نہ ہونا اور اس
ضمن میں مزدور نے بہت لطیفے پسندیدہ اور نکتے سنجیدہ کہے اور وہ مثل جو شہر بغداد
میں مشہور تھی زبان پر لایا یعنی جب تک چار شخص دستر خوان پر نہ ہوں تو وہ دستر خوان
بے لطف ہے۔ غرض اس کی یہ تھی کہ وہ بیبیاں تین ہیں۔ چوتھا ہونا اُن کے دستر خوان
پر ضرور ہے۔ زبیدہ مزدور کی باتوں پر بہت ہنسی اور کہا اے دوست تو اپنی بیوقوفی
کی باتوں کو اپنے پاس رکھ۔ ہم فقط تین بہنیں ہیں اپنے کاروبار سے دوسرے کو آگاہ
نہیں کرتے۔ ہم احتیاط کرتے ہیں کہ کسی پر ہمارا راز نہ کھلے۔ دانشمندوں نے کہا ہے کہ اپنے
راز کو کسی پر ظاہر نہ کر کسی کو تو راز دار نہ پائے گا۔ مزدور نے کہا۔ بی بی تم بہت دانشمند
ہو۔ مجھ کو بھی بہت کچھ یاد ہے مگر اپنے نصیب سے مجبور ہوں کہ ہمیشہ مزدوری کیا کرتا ہوں۔
گو کہ میرا پیشہ ذلیل ہے لیکن ہوشیار ہوں میں نے بہت کتابیں تواریخ کی دیکھی ہیں اگر اجازت
ہو تو اپنے تجربہ کی بات عرض کروں وہ یہ ہے کہ دانشمند اپنے راز کو عاقل سے پوشیدہ
نہ کرے اس واسطے کہ وہ خوب طریق رازداری سے واقف ہے۔ الغرض مجھ سے راز کہنا
گویا کسی چیز کو صندوق میں بند کر دینا ہے۔ زبیدہ کو معلوم ہوا کہ مزدور بڑا فہمیدہ تجربہ کار
قابل صحبت کے ہے اس کو شریک دستر خوان کے کیا چاہیئے لیکن از راہ خوش طبعی کے
کہا تو جانتا ہے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس کھانے کو بہت محنت اور صرف زر سے تیار

کیا ہے۔ بے کچھ خرچ کئے تو شریک نہیں ہو سکتا۔ صافی نے بھی مزدور سے کہا کیا تو نے
یہ مثل نہیں سُنی چھو چھا کن پوچھا مزدور نے مایوس ہو کر قصد چلے جانے کا کیا امینہ نے
اپنی بہنوں سے کہا کہ اس کو یہاں رہنے دو ہم کو ہنسائے گا کہ خوش طبع آدمی ہے تمام
راہ اپنی خوش گوئی سے ہنساتا آیا ہے۔ مزدور نے امینہ کی سعی سے بہت خوش ہو کر باادب
تینوں بیبیوں سے عرض کیا۔ میں ایسا آدمی نہیں کہ تمہارے احسان بھول کر کچھ خلاف
تمہاری مرضی کے کروں۔ یہ کہہ کر دسی درہم جو مزدوری میں پایا تھا اُن کے حوالے کیا۔
زبیدہ نے مسکرا کر درہم پھیر دیا اور فرمایا کہ ایک شرط سے تو ہمارے ساتھ رہ سکتا ہے
کہ ہم جو امر تیرے روبرو کریں اُس کو نہ پوچھنا۔ پھر امینہ نے طرح طرح کے کھانے اور
شیشے گلاس شراب کے لاکر قرینے سے دسترخوان پر چُن دیے وہ بیبیاں گرد دسترخوان
کے بیٹھیں اور حمال کو بھی اشارہ کیا۔ مزدور ادب سے ایک طرف بیٹھ گیا اور مارے
خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا۔ کچھ انہوں نے تھوڑا سا کھایا تھا کہ امینہ نے ایک گلاس شراب
کا موافق دستورِ عرب کے پہلے آپ پیا پھر اپنی بہنوں کو پلایا چوتھا گلاس مزدور کو دیا اُس
نے ہاتھ چوم کر ایک گیت ایسا گایا کہ اُس کو سن کر وہ سب بیبیاں بہت خوش ہوئیں اور
نشے میں باری باری سے گیت گائے اُس میں رات ہو گئی۔ تب صافی نے اپنی بہنوں سے
کہا۔ اب مزدور سے کہو اپنے گھر جائے مزدور نے بہزار لجاجت عرض کیا افسوس ایسے وقت
میں مجھ کو گھر سے نکالتی ہو یہیں کسی کونے میں پڑ رہنے دو۔ امینہ نے پھر سعی کر کے کہا۔ یہ سچ
کہتا ہے اندھیرے میں کہاں ٹھوکریں کھائے گا۔ مناسب ہے کہ اس کو رہنے دو۔ زبیدہ
نے کہا تو ایک شرط سے یہاں رہ سکتا ہے کہ ہم جو کچھ تیرے سامنے اچھا برا کریں پوچھیو
نہیں مزدور نے بدل منظور کیا۔ پھر زبیدہ نے کہا یہ امر کچھ نہیں۔ دیکھ کیا لکھا ہے
دروازے کے اندر۔ مزدور نے اُسے پڑھا۔ بخطِ جلی سونے سے لکھا تھا کہ جو شخص اس
امر میں جس میں اس کو دخل نہیں دخل دے گا وہ ایسے کلام سُنے گا کہ رنجیدہ ہوگا۔ مزدور
نے کہا کہ میں کبھی کسی امر میں نہ بولوں گا۔ پھر امینہ نے وہاں شمعیں روشن کیں جن سے تمام
مکان منور اور معطر ہو گیا۔ پھر وہ بی بی اپنی بہنوں اور مزدور سمیت دسترخوان پر بیٹھی

اور سب نے کھا پی کر اشعار پڑھنا شروع کئے کہ اتنے ہی کسی نے دروازہ کھلوانے کو آواز دی۔ صافی دروازہ کھول کر آئی اور زبیدہ سے کہا بی بی دروازے پر تین قلندر ایک وضع اور صورت کے ہیں اور تینوں داہنی آنکھ سے کانے، تم ان کو دیکھ کر بہت ہنسوگی اور اسی وقت بغداد میں وارد ہوئے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ایک رات کے واسطے کسی جگہ پڑ کر سو رہیں۔ بی بی ان کو آنے دو۔ وہ ہم کو تمام رات خوش کریں گے اور ہم کو کچھ تکلیف نہ دیں گے۔ زبیدہ نے کہا اے آؤ وہ ہمارے امور میں کچھ دخل نہ دیں۔ اور دروازے کے نوشتے کو پڑھ لیں۔ صافی دوڑی گئی اور جلد ان تینوں قلندروں کو اپنے ساتھ لے آئی۔ قلندروں نے آتے ہی زبیدہ اور امینہ کو جھک کر سلام کیا۔ انہوں نے جواب دے کر خیر و عافیت پوچھی اور کھانے میں شریک کیا۔ وہ قلندر قبل اس کے کہ دسترخوان پر بیٹھیں مزدور کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ شخص بظاہر عرب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن خلاف شرع شراب نوشی کرتا ہے۔ مزدور ناخوش ہو کر بولا۔ تم خود داڑھی مونچھ منڈا کر اوروں پہ طعن کرتے ہو۔ غرض بیبیوں نے رفع تکرار کر کے قلندروں کو کھانا کھلوایا اور صافی نے شراب پلوائی جب وہ مست ہوئے انہوں نے اشارہ کیا کہ اگر کوئی ساز ہوتا تو ہم بجاتے صافی نے طبلہ اور بانسلی وغیرہ لا کر دیئے۔ قلندر لگے بجانے۔ تینوں بیبیوں نے گانا شروع کیا۔ قلندر کبھی آپس میں ہنستے اور کبھی واہ واہ کرتے۔ اس وقت گانے بجانے سے بڑا ہنگامہ اس مکان پر برپا ہوا ناگاہ دروازے سے دستک کی آواز سنائی آئی۔ صافی دوڑی گئی۔ شہرزاد نے شہریار سے کہا کہ جس شخص نے ان کے دروازے پر دستک دی وہ خلیفہ ہارون رشید تھا۔ اس کا ہمیشہ سے معمول تھا کہ رات کو بھیس بدل کر شہر میں واسطے دریافت کرنے نیک و بد اہل شہر کے پھرا کرتا۔ چنانچہ اس شب کو اپنے وزیر اعظم جعفر اور مسرور داروغہ خواجہ سراؤں کے ساتھ شہر میں پھرنے کو نکلا تھا۔ وہ تینوں سوداگروں کے بھیس میں اپنے آپ کو بنائے ہوئے یکایک اس کوچہ کی طرف جہاں وہ تینوں بیبیاں رہتی تھیں ہو کر نکلے خلیفہ نے گانے بجانے کی آواز ہنسی ٹھٹھول کا غل سن کر جعفر سے کہا کہ اس گھر کا دروازہ کھلوا کہ میں اندر جا کر سبب اس شور و غل

کا دریافت کروں وزیر نے عرض کیا۔ آواز عورتوں کے گانے کی آتی ہے۔ شاید انہوں
نے بعد کھانے کے کچھ شراب پی ہے۔ اُس کے نشے میں گا بجا رہی ہیں۔ حضور تعرض نہ فرمائیں
مبادا اُن سے کچھ کلام بے ادبی کا نشے میں سرزد ہو۔ خلیفہ نے یہ بات قبول نہ کی۔ وزیر
نے دروازے پر دستک دی۔ صافی نے دروازہ کھولا۔ وزیر صافی کی صورت دیکھ کر
متحیر ہوا اور با این شائستہ ظاہر کیا کہ بی بی ہم تین سوداگر موصل کے ہیں۔ تین دن گزرے
کہ اسباب قیمتی تجارت کا لے کر اس شہر میں وارد ہوئے اور ایک سرا میں فروکش ہیں
آج کی رات ایک سوداگر نے اس شہر کے ہماری دعوت کی تھی چنانچہ ہم شام سے اُس
کے گھر گئے تھے اُس نے بڑے تکلف کا کھانا کھلا کے شراب پلائی۔ جب ہم خوب نشے
میں ہوئے تب اُس نے جلسۂ رقص و سرود مرتب کیا اس شغل میں رات بہت گزری۔
محفل میں آوازِ ساز اور رقاصوں سے شور و غل بڑا ہونے لگا ناگہاں کوتوال روند کے لوگ
لے کر وہاں موجود ہوا اور دروازہ اس گھر کا بزور کھلوایا اور اکثر لوگوں کو اُس مجلس کے
قید کر لیا ہم خوش نصیبی سے بچ رہے دیوار پر چڑھ کر باہر کود پڑے اور چونکہ اجنبی تھے
اور اندازے سے زیادہ شراب پی گئے تھے روند والے سے ڈرے کہ مبادا ہم کہیں راہ میں
گرفتار نہ ہو جائیں اور اس سرا تک جس میں اُترے ہیں پہونچنے نہ پائیں۔ اس واسطے
یہاں ہم آواز گانے بجانے کی سن کر آئے اب اُمیدوار ہیں کہ کوئی جگہ ہم کو بتا دو تو وہاں
پڑ رہیں اور اگر قابل اپنی صحبت کے جانو تو اس تماشے میں بھی شریک کرو اس واسطے
کہ تم سب خوب گاتی بجاتی ہو۔ صافی نے بغور دیکھ کر تجویز کیا کہ یہ سوداگر خوش لوگوں سے
ہیں۔ پھر صافی نے یہ ساری سرگزشت اپنی بہنوں سے جا کہی اُنہوں نے پہلے کچھ تامل
کیا پھر از راہِ غریب نوازی اُن تینوں سوداگروں کو بھی بذریعہ صافی بلوا لیا۔ خلیفہ وزیر
جعفر اور مسرور نے اندر آ کر بڑے لحاظ و ادب سے اُن تینوں بیبیوں اور قلندروں
سے صاحب سلامت کی انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ زبیدہ نے اُن کی خیر و عافیت
پوچھی اور کہا گستاخی معاف اگر تم کسی امر کو دیکھنا تو اُس میں کچھ دخل نہ دینا۔ ورنہ موجب
تمہارے ملال کا ہوگا۔ وزیر نے کہا بی بی یہی کیا ضرور ہے کہ ہم کسی امر میں تمہارے

دخل دیں اس عہد و پیمان کے بعد ہر ایک شخص نے کھانا کھایا اور شراب پی خلیفہ ان بیبیوں کے
حسن و جمال اور عقل و دانش کو دیکھ کر متعجب ہوا خصوصاً قلندروں کو دیکھ کے تینوں داہنی
آنکھوں سے کانے ہیں ہر چند چاہتا تھا کہ اس امر عجیب کو ان سے پوچھے مگر اس کے ہمراہیوں
نے پوچھنے نہ دیا سو اس کے مکان کی سجاوٹ اور زیبائش نے خلیفہ کو دو چند متحیر کر
رکھا تھا اتنے میں ایک قلندر نے اپنے ملک کی وضع پر رقص کرنا شروع کیا بیبیوں
کو نہایت پسند آیا۔ اور سب قلندروں سے زیادہ راضی اور خوش ہوئیں خلیفہ کے
ہمراہ نے بھی بہت سی تحسین کی جب رقص قلندروں کا تمام ہو چکا زبیدہ اپنی جگہ
سے اٹھی اور امینہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا بہن یہ سب اہل محفل ہمارے تابع ہیں اب کیوں ہم
اپنے معمول کو نہ کریں۔ امینہ یہ سنتے ہی سمجھ گئی۔ اور جلد رکابیں گلاس شراب ظروف کھانے کے
اور ساز گانے بجانے کے اٹھائے صافی نے بھی کمرے کو صاف کیا اور ہر ایک چیز کو
درست کر کے رکھا اور تینوں قلندروں کو لے جا کے ایک طرف دوسرے دالان کے اور
خلیفہ وغیرہ کو ان کے مقابل بٹھلایا اور مزدور سے کہا اٹھ کچھ کام کر مزدور اٹھ کھڑا ہوا
اور دامن کمر سے لپیٹ کر کہا کیا ارشاد ہوتا ہے صافی نے کہا آستین اپنی اوپر چڑھا لے
پھر امینہ نے ایک چوکی درمیان دالان کے بچھائی اور مزدور کو اپنے ساتھ لیجا کر ایک
کوٹھری سے دو سیاہ کتیاں نکال لائی ہر ایک کے گلے میں پٹے زنجیر سے بندھے ہوئے
مزدور کھینچ کے ان دونوں کو دالان کے بیچ میں لے گیا زبیدہ اٹھ کر مزدور کے
نزدیک گئی اور ایک ٹھنڈی سانس بھر کر آستین اوپر کو چڑھالی اور چابک کو صافی
کے ہاتھ سے لے کر مزدور کو کہا ایک کتیا امینہ کو دے اور دوسری میرے پاس لا مزدور
موافق اس کے فرمانے کے بجا لایا کتیا لاتے ہی چلانے اور زبیدہ کی طرف دیکھنے
اور اس کے قدموں پر اپنے منہ کو رکھ کر ملنے لگی۔ زبیدہ نے بیدردی سے چابک
مارنا شروع کیا یہاں تک کہ مارتے مارتے اس کا دم چڑھ گیا پھر اس نے زنجیر مزدور
کے ہاتھ سے لے کر اس کے اگلے پنجے پکڑ کے کھڑا کیا اور منہ تا دیر ایک
دوسرے کو دیکھ کر روئی پھر رومال سے آنسو اس کتیا کے پونچھ کر اسے پیار

کیا اور منہ اس کا چوما اور مزدور سے کہا کہ اس کو لے جا اور دوسری کو لا مزدور نے اس
کو حجرے میں لیجا کر باندھا اور دوسری امینہ سے لے کر زبیدہ کے پاس لایا زبیدہ نے
پھر چابک لے کر اس کو بھی اسی طرح سے مارا پھر اس کے آنسوؤں کو پونچھ کر اس کے منہ
پر بوسہ دیا۔ اور حوالے مزدور کے کیا مزدور اس کو بھی حجرے میں لے جا کر باندھ آیا وہ
تینوں قلندر اور خلیفہ اور اس کے ساتھی اس حال کو دیکھ کر نہایت متحیر ہوئے اور
اپنے دلوں میں کہنے لگے زبیدہ کیوں سنگدلی سے ان کتیوں کو مار کر شرمگیں ہو کر روتی
اور یہ جانور ناپاک ہے ان کے آنسو پونچھے اور ان کے منہ کو چوما آہستہ آہستہ وہ
سب آپس میں اس کا چرچا کرتے تھے خصوصاً خلیفہ اس حال کے دریافت کرنے کو
نہایت مشتاق اور بیقرار تھا وزیر سے اشارہ کیا وزیر طرح دیکر اور طرف دیکھنے لگا۔
بادشاہ نے پھر اشارے سے پوچھا اس نے اشارے سے عرض کیا کہ یہ وقت پوچھنے
کا نہیں پھر زبیدہ دالان میں تھوڑی دیر تک بیٹھی صافی نے کہا اے میری بہن تم اپنی
جگہ پر بیٹھو تو ہم اپنا شغل کریں زبیدہ نے کہا اچھا پھر وہ اس وضع سے بیٹھی کہ
خلیفہ اور اس کے ہمراہی داہنی طرف اور تینوں قلندر اور مزدور بائیں طرف بیٹھے پھر
صافی اس چوکی پر جو بیچ دالان کے بچھی تھی آکر بیٹھی اور امینہ سے کہا بہن اٹھو تم ہمارا
مطلب خوب جانتی ہو امینہ اٹھ کر ایک دوسرے حجرے میں گئی۔ اور وہاں سے ایک
ستار اٹھا لائی کہ جو ساٹھن سے منڈھا ہوا اور غلاف اس کا سبز کارچوبی تھا اس نے
اسے کھول کر ایک نے نکالی اور اپنی بہن کو دی صافی نے فراقیہ گانا شروع کیا جس کو خلیفہ
اور سب اہل محفل سن کر وجد کرنے لگے پھر اس نے بانسلی امینہ کو دیکر کہا بہن میری آواز
تھک گئی ہے اب تم اسے لے کر بجاؤ اور مجلس کو اپنے گانے سے خوش کرو امینہ نے لے کو
لے کر تھوڑی دیر تک اس کا سُر ملایا اور پھر خوب مضمون فراقیہ گایا یہاں تک کہ وہ خود
تعشق کی حالت میں آکر راگ کو تمام نہ کر سکی زبیدہ نے اس کے گانے بجانے کی بہت
تعریف کی اور کہا اب تمہاری حالت متغیر معلوم ہوتی ہے امینہ کی بیخودی سے
ایسی حالت ہو گئی کہ قریب تھا کہ زمین پر غش کھا کر گر پڑے اور اس نے

اسی حالت میں اپنا پیراہن اتار کر پھینکدیا تو اس کے شانے داغوں سے سیاہ سب کو
نظر پڑے سب متعجب ہوئے کہ ایسی معشوقہ نازنین کو کس سنگدل نے مارا ہے جب ایسے غش
میں قریب گر پڑنے کے ہوئی زبیدہ اور صافی نے دوڑ کر تھامنا تب ایک قلندر نے کہا
اگر ہم میدان میں رات بسر کرتے تو بہتر تھا اس سے کہ یہ حال دیکھتے ہیں۔ اور سبب پوچھ
نہیں سکتے خلیفہ نے پاس آکر پوچھا کہ تم اس بی بی اور ان کتیوں کے حال سے آگاہ
ہو۔ قلندر بولا۔ ہم کو مطلق آگاہی نہیں اور کبھی اس گھر میں نہیں آئے خلیفہ کا تعجب
اور بھی زیادہ ہوا اور مزدور کو اشارۃً بلاکر پوچھا تو کچھ جانتا ہے۔ مزدور نے کہا واللہ
مجھ کو کچھ نہیں خبر ہے میں آج کے سوا کبھی اس گھر میں نہیں آیا جب معلوم ہوا کہ مزدور بھی
بیگانہ ہے تب خلیفہ نے کہا ہم سات مرد ہیں اور یہ تین عورتیں سب باصرار اس راز کو
پوچھیں اگر انہوں نے بخوشی بتایا تو بہتر ورنہ بزور استفسار کریں وزیر جعفر نے اس
مصلحت کو سن کر خلیفہ سے عرض کیا حضور آپ عہد شکنی کو کام نہ فرمائیں جعفر نے یہاں
تک خلیفہ سے کہا کہ رات تھوڑی ہے حضور اس وقت صبر فرمائیں فجر کو میں ان تمام بیبیوں
کو آپ کے حضور میں حاضر کر دوں گا اس وقت جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیجیے گا۔ خلیفہ
نے اسے نہ مانا اور قلندروں سے کہا کہ تم جا کر ان سے استفسار کرو انہوں نے انکار کیا
پھر سب نے مزدور کو آمادہ کیا وہ راضی ہو گیا زبیدہ نے اس جماعت کو بات چیت کرتے
سن کر پوچھا کہ تم سب آپس میں کیا گفتگو کر رہے ہو مزدور نے عرض کیا بی بی یہ سب
بھلے آدمی چاہتے ہیں کہ مہربانی سے آپ ان کو اس امر سے آگاہ کریں کہ اس بے دردی
سے کتیوں کو مار کر کیوں روئیں اور شانوں پر اس بی بی کے جسے غش آگیا تھا۔ سیاہ داغ
کیسے ہیں زبیدہ یہ بات سن کر نہایت برافروختہ ہوئی خلیفہ وغیرہ سے پوچھا کیا یہ بات
سچ ہے سب نے کہا ہاں ہیں سب نے اس شخص سے کہا تھا کہ سب کی طرف سے
پوچھ سوا وزیر جعفر کے کہ وہ چپ رہا زبیدہ نے برہم ہو کر کہا کیوں جی تم سب نے
اپنے قول کو خوب نباہا ہم نے تم سب کو اپنے گھر میں جگہ دی اور سب طرح
سے تمہاری خاطر داری اور دلجوئی کی تمہاری مرضی ہماری نظروں میں کچھ

نہ رہی اور نہ اب تجھیں کوئی جگہ عذر کی ہے یہ کہہ کر زبیدہ نے اپنے پاؤں کو زمین پر مارا اور تین دفعہ تنک دے کر کہا جلد آؤ بجرد اس کہنے کے ایک دروازہ کھل گیا اور اس میں سے سات غلام حبشی نہایت زور آور ننگی تلوار لیا ہاتھ میں لیے ہوئے نکلے اور ہر ایک کو زمین پر پچھاڑ کر چاہا کہ سر ان کے کاٹ ڈالیں خلیفہ کو از حد تفکر ہوا کی اور وزیر کی نصیحت نہ سننے سے سخت پشیمانی ہوئی غرض قبل اس کے کہ وہ حبشی ان سب کو قتل کریں ایک نے زبیدہ اور اس کی بہنوں کے حضور میں عرض کی اے مخدومہ تم حکم دیتی ہو کہ ہم ان سب کی گردن ماریں زبیدہ نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ ہم پہلے ان سب کے حال کو پوچھ لیں پھر ایک ایک سے اس نے پوچھنا شروع کیا پہلے سب کے خوف زدہ مزدور نے کہا للہ مجھے نہ مارو میں محض بے گناہ ہوں افسوس ہیں کس چین و آرام میں تھا ان کانے قلندروں کے سبب سے میں اس مصیبت میں پڑا ان کے قدموں کی شامت اور منحوس صورتوں سے بہت شہر ویران اور لوگ برباد ہوئے ہوں گے میرے حال پر رحم کیجئے جس غریب کو عنایت سے سرفراز فرمایا ہو اس کی گردن مارنا انصاف اور شرافت سے بہت بعید ہے زبیدہ مزدور کے نہ مارنا ہے سن کر باوجود غصے کے ہنس پڑی اور سب سے کہا ہر ایک شخص تم میں سے اپنا حال جو سچ سچ ہو بیان کرے کہ کون کہاں کا رہنے والا اور کیا فضل و کمال رکھتا ہے۔ اور یہاں آنے کا اس کے کیا سبب ہے اگر ذرا جھوٹ بولو گے تو بیشک اس کی گردن ماری جائے گی خلیفہ نہایت متفکر ہوا کہ اس عورت غضبناک کے ساتھ سے بچنا بہت دشوار ہے اپنی تشویش میں سوچا کہ اگر میرے رتبے سے مطلع ہووے تو یقینی وہ مجھے چھوڑ دے گی پھر اس نے وزیر سے اس امر کو ظاہر کیا مگر وزیر دانا نے چاہا کہ اپنے آقا کی زندگی کو ہاتھ سے نہ دیکھ کچھ تقریر کرے کہ اتنے میں زبیدہ نے تینوں قلندروں سے پوچھا کیا تم تینوں آپس میں بھائی بھائی ہو اس میں سے ایک نے کہا نہیں مگر ہم طریق البتہ ہیں اور ایک ہی وضع سے اپنی زندگانی بسر کرتے ہیں پھر اس نے پوچھا کیا تم ماں کے پیٹ سے کانے پیدا ہوئے تھے ایک نے کہا نہیں بسبب ایک حادثے

عجیب کہ ہماری آنکھیں ضائع ہوئیں کہ وہ قابل لکھنے کے ہے اور اس سے ہر شخص عبرت
کرے بعد اس مصیبت کے ہم اپنی داڑھی مونچھیں بھویں منڈوا کے قلندر بن گئے زبیدہ
نے دوسرے قلندر سے استفسار کیا اس نے بھی یہی جواب دیا۔ اور اسی طرح تیسرے
نے بلکہ اس نے کچھ حال اپنا زیادہ بیان کیا کہ بی بی ہم تینوں بادشاہزادے ہیں آج
ہی شام کو ہمیں ایک دوسرے کی ملاقات حاصل ہوئی ورنہ ہم اجنبی ہیں اور وہ سلاطین
جن کے ہم فرزند ہیں بہت بڑے نامی بادشاہ اس دنیا کے ہیں اور ہر ایک ہم میں سے
اپنی اپنی سرگزشت مفصل بیان کرے گا زبیدہ کا غصہ یہ سن کر کچھ ٹھنڈا ہوا اور ان حبشی
غلاموں سے کہا کہ ان کے ہاتھ پیر چھوڑ دو تاکہ وہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر اپنا حال بیان
کریں جو اپنا حال بیان کر چکے اس کو چھوڑ دو جدھر کو چاہے ادھر کو چلا جائے اور جو
اپنا حال نہ کہے گا اس کی گردن مار دو پھر وہ تینوں قلندر اور خلیفہ وزیر جعفر مسرور
اور مزدور دالان کے اندر قالین پر بیٹھے اور ہر ایک کے سر پہ ایک ایک حبشی ننگی تلوار
لے کر کھڑا ہوا پہلے سب کے مزدور نے عرض کیا۔

اے بی بی میرے آنے کا سبب تمہارے گھر میں یہ ہوا کہ آج صبح کے وقت
میں بازار میں اپنا ٹوکرا لئے ہوئے اس امید پر کھڑا تھا کہ کوئی مزدوری کے لیے بلائے
اتنے میں تمہاری بہن نے مجھ کو بلایا اور اپنے ساتھ لیے ہوئے کمہار کی دوکان پر گئی
اور وہاں سے سبزی فروش اور ترنج فروش کی دوکان پر گئی اور ہر ایک چیز خرید کر ٹوکرے
میں بھری اور میرے سر پر رکھ کر اس گھر میں لے آئی اور تم نے براہ غریب نوازی مجھ
کو اب تک یہاں رہنے دیا اس احسان کو تمہارے میں کبھی فراموش نہ کروں گا میرا
حال یہ ہے جس کو میں نے عرض کیا زبیدہ نے اس کا حال سن کر کہا اب اپنے گھر چلا جا
اب کبھی نہ آئیو مزدور نے عرض کیا اگر ارشاد ہو تو میں ٹھہر کے ان لوگوں کا بھی قصہ
سنوں جیسا کہ انہوں نے میرا حال سنا ہے پھر وہ بموجب اشارے زبیدہ کے ایک گوشے
میں دالان کے کھڑا ہو رہا۔ پھر زبیدہ نے ان قلندروں سے کہا اب تم اپنا
حال بیان کرو چنانچہ پہلے ایک نے اپنا حال اس طرح کہنا شروع کیا۔

بی بی میں بیٹا ایک بڑے بادشاہ جلیل القدر کا تھا اور اس کا ایک بھائی بھی تھا
سو چچا اس کے بادشاہ عظیم الشان قرب و جوار میں اس کی ولایت کے رہتا تھا اور اس
کے دو فرزند تھے ایک بیٹا میرے ہم سن تھا اور دوسری بیٹی میں باپ کی اجازت لے کر
سال میں ایک بار واسطے ملاقات چچا کے جاتا ایک مہینے اور کبھی دو مہینے اس کے حضور
میں رہتا اور پھر اپنے ملک میں آتا اس آمد و رفت سے درمیان میرے اور چچازاد بھائی
کے نہایت محبت ہوگئی تھی ایک روز میں نے اسے نہایت خوش پایا اور اس نے بہ نسبت
آگے کے مجھ سے زیادہ محبت کی اور سامان میری دعوت کا کیا اور عجیب و غریب تماشے
دکھلاتے پھر میں نے اور اس نے کھانا کھایا بعد اس کے اس نے مجھ سے کہا میں نے
کیا خوب تمہارے جانے کے بعد ایک مکان بنوایا ہے چنانچہ اب وہ محل بالکل تیار ہو چکا
اب میرا ارادہ اس میں شب خوابی کا ہے تم اس کو دیکھ کر بہت خوش ہو گے مگر پہلے قسم
کھاؤ کہ تم اس راز کو کسی سے ظاہر نہ کرو میں نے بے تامل قسم کھائی بعد اس کے اس
نے مجھ سے کہا ذرا تم ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد ایک بی بی نہایت
حسین اپنے ساتھ لے کر آیا نہ تو اس نے مجھ کو بتایا اور نہ میں نے بی بی کا حال پوچھا
یہ سب جانا پھر ہم دونوں بھائی اور وہ بی بی بیٹھ کر دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے
اور شراب پیتے رہے یہاں تک کہ شہزادے نے کہا اب زیادہ توقف یہاں نہ کیا
چاہیئے یہ کہہ کر اٹھا اور مجھ سے ایک راہ کا نام بتا کر کہا تم اس بی بی کو اپنے ساتھ لیکر
فلاں قبرستان میں جاؤ اور جہاں کہیں تم قبر گنبد کی طرح بنی ہوئی دیکھنا تو جاننا کہ وہی
دروازہ اس مکان کا ہے جس کا ذکر ابھی میں نے تم سے کیا تھا تم دونوں اندر اس
مکان کے جا کر میرے آنے کے منتظر رہنا میں بھی جلد آؤں گا لیکن بھائی للہ اس بھید
کو کسی سے ظاہر نہ کرنا میں اس بی بی کو ہمراہ لے کر اسی پتہ پر روانہ ہوا اور چاندنی میں
آرام سے وہاں پہنچا دیکھا کہ وہ شہزادہ بھی لوٹا پانی کا بھرا ہوا اور چونے کی ٹوکری
لئے وہاں آگے سے پہنچا ہے اور پھر تیشے سے مٹی قبر کی نکالی اور پتھروں کو اٹھا کر
کنارے لگایا جب سب پتھر نکال چکا ایک سوراخ زمین میں کیا وہاں ایک

پوشیدہ دروازہ نظر پڑا اس نے اسے کھولا اس میں ایک زینہ چوبی لگا ہوا تھا اسی وقت میرے
چچیرے بھائی نے اس بی بی سے کہا کہ یہی راہ اس مکان کے جانے کی ہے جس کا میں نے تم سے
ذکر کیا تھا وہ بی بی زینے کی راہ سے نیچے اتر گئی اور شہزادہ بھی پیچھے اس کے چلا گیا اور مجھ
سے کہا میں تمہارا نہایت ممنون ہوا اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں خدا حافظ ہر چند میں نے
پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو اور یہ سب امور کیا ہیں۔ اس نے کچھ نہ بتایا مگر اس قدر کہا
کہ دروازے پر مٹی ڈال کے برابر کر دینا اور جس راہ سے تم آئے تھے اسی راہ سے چلے
جاؤ میں مجبور ہو کر رخصت ہوا اور اس کام کو انجام دیکر اپنے چچا کے محل میں پھر گیا اور بسبب
دردِ سر کے اپنے مکان پر جا کر سو رہا صبح کو ان سب باتوں کو میں نے ہیچ یا تصور کیا کہ
خواب میں دیکھا تھا پھر میں نے ایک خدمتگار کو کہا جلد جا کر خبر لا کہ میرا بھائی شہزادہ
بیدار ہوا یا ابھی آرام میں ہے اس نے پھر آ کر کہا کہ رات کو وہ اپنے مکان میں نہ تھے
اور کوئی مطلع نہیں کہ وہ کہاں گئے سب ان کے چاکر اور محل کے لوگ رات سے حیران
پریشان ہیں تب میں نے قیاس کیا کہ وہ مقرر اسی تہخانے میں ہوگا مجھ کو کمال رنج
گذرا پھر چھپ کر اسی گورستان میں گیا اور تمام دن اس مکان کی تلاش میں گذر گیا
مگر کچھ نشان نہ پایا اسی طرح چار روز تک اس کی تلاش میں سرگرداں رہا لیکن کہیں
ٹھکانا اور پتہ اس کا نہ لگا اے بیبو میرا چچا ان دنوں شکار کھیلنے کئی دن سے باہر
گیا ہوا تھا اور میں اس کے انتظار میں نہایت ملول ہوا آخر میں وزیر سے یہ کہہ کر
رخصت ہوا کہ میں اپنے معمول سے اب کی بار بہت رہا میرا باپ نہایت متردد ہوگا جب
چچا جان شکار سے لوٹ آئیں میری طرف سے بعد آداب و تسلیمات عذر جانے کا بے
رخصت کے کہنا اگرچہ میں نے وزیر کو بوجہ گم ہونے شہزادے کے کمال غمگین پایا اور میں
بسبب قسم دینے شہزادے کے اس سے شہزادے کا حال کہہ نہ سکتا تھا ہر کیف میں وہاں سے
اپنے باپ کی دار السلطنت میں آیا وہاں میں نے خلاف معمول دیوانخانے کے ترے
دروازے پر بہت سپاہیوں کا پہرا دیکھا انہوں نے دیکھتے ہی مجھ کو قید کر لیا
میں نے سبب پوچھا ایک افسر نے جواب دیا اے شہزادے یہ فوج وزیر اعظم

سے موافق ہے کہ اس نے بعد فوت ہونے تمہارے باپ کے اس وزیر کو بادشاہ کیا ہے اب
اسی نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جہاں کہیں پاؤ شہزادے کو پکڑ لاؤ تم کو ڈھونڈنے چاروں طرف
فوج گئی ہے آج تم ہاتھ لگے پھر ایک رسالدار مجھ کو اس ظالم کے پاس لے گیا اس وقت
نے غم کا حال کچھ نہ پوچھا اور وہ وزیر حقیقی آگے سے میرا دشمن تھا اور اس کی دشمنی کا سبب یہ
تھا کہ مجھ کو اپنے لڑکپن میں کمال شوق غلیل بازی کا تھا ایک دن غلیل لئے اپنے محل کی
چھت پر کھڑا تھا کہ ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی میں نے غلہ چلایا اتفاقاً وہ غلہ اس وزیر کی
آنکھ میں جو اپنی حویلی کے کوٹھے پر ٹہلتا تھا لگا اور اس کی آنکھ پھوٹ گئی میں نے اس کے
پاس جاکر بہت کچھ معذرت کی مگر اس کے دل میں سے کینہ نہ نکلا اور چاہتا تھا کہ قابو پاکر
اس کا انتقام مجھ سے لے اب کہ اس نے مجھ کو بیکس دیکھا اور پایا مجھے دیکھتے ہی دوڑا
اور نہایت غصے سے اپنی انگلی ڈال کر میری داہنی آنکھ نکال ڈالی یہ سبب میری داہنی
آنکھ جانے کا ہوا اور اس ظالم نے ایک پنجرے میں مجھے قید کرکے جلاد کو حکم کیا کہ اس کو شہر
سے دور لے جاکر قتل کر اور اس کا گوشت شکاری جانوروں کو کھلا جلاد نے بہت سے
آدمی اپنے ہمراہ لے کر مجھے شہر سے باہر لے جاکر میرے قتل کا ارادہ کیا میں نے بہت
منت وزاری کی یہاں تک کہ اس کو رحم آیا مجھ کو چھوڑ دیا اور کہا اس ملک سے نکل جا
اور خبردار پھر کبھی اس طرف نہ آنا میں نے بہت شکرگزاری کی اور پوشیدہ راہوں
سے تھوڑی تھوڑی راہ طے کر کے چچا کی ولایت میں پہونچا اور اس کے حضور میں سارا حال
ظاہر کیا چچا نے آہ کھینچ کر کہا "افسوس زمانے نے میرے فرزند کے کھو جانے پر اکتفا
نہ کر کے مجھ کو بھائی کے مرنے کی خبر سنائی اور تجھ کو اس مصیبت میں پایا ہرچند وہ
شہزادے کی بہت تلاش میں رہا مگر کہیں اس کا نشان نہ پایا اکثر بیٹے کو یاد کر کے رویا
کرتا میرا دل اس کی گریہ وزاری پر بہت جلا زیادہ تاب مجھے ضبط کی نہ رہی آخر میں نے وہ
سب حال چچا سے ظاہر کیا اس نے سنکر کہا بھتیجے تو نے سچ کہا مجھے بھی معلوم ہے کہ اس
نے ایک مقبرہ بنوایا ہے مقرر اس میں ہوگا پھر میں اور چچا دونوں بھیس بدل کر
باغ کے دروازہ سے نکل کر تھوڑی دور گئے تھے کہ وہ قبر مل گئی میں نے اس

جگہ کو پہچان لیا جبکہ ہم اندر اس گنبد کے گئے تو اس آہنی دروازے کو کھولا جس کے ساتھ
زینہ لگا ہوا تھا بند پایا بڑی مشکل سے ہم نے اس دروازے کو کھولا اس واسطے کہ شہزادے
نے اس کو اندر کی طرف سے چونہ لگا کر بند کیا تھا غرض جبکہ دروازہ کھلا تو پہلے چچا اس
مکان میں اترے ان کے بعد میں گیا دیکھا کہ اس مکان کی ڈیوڑھی بد بو سے بھر رہی ہے وہاں
سے شہ نشین میں گئے کہ بیلیا بوں پہا ستادہ اور شمعوں کی روشنی سے روشن تھا اور ایک
حوض دکھلائی دیا کہ چاروں طرف کھانے پینے کی چیزیں با فراط رکھی تھیں پھر سامنے اپنے
ایک بلند شہ نشین اور دیکھی جس کے دروازوں میں پردے پڑے ہوئے تھے چچا اس پر
زینے سے چڑھ گئے اور پردہ اٹھا کر بیٹے اور اس بی بی کو ایک پلنگ پر باہم دیکھا کہ
دونوں خدا کے غضب کی آگ سے جل کر سیاہ ہو گئے تھے۔ میں یہ حال دیکھ کر نہایت ڈرا
اور افسوس کیا مگر میرے چچا کو افسوس نہ ہوا بلکہ اس نے شہزادے جلے ہوئے کے منہ
پر تھوک دیا اور غصہ ہو کر کہا دیکھ دنیا ہی میں تو نے کیسی سزا پائی اور عقبیٰ میں اس سے
زیادہ پائے گا اس تھوکنے اور کہنے سے بھی اس کی تسلی نہ ہوئی پھر اس نے کئی جوتیاں
اس کے منہ پر ماریں مجھ کو کمال ملال اور تحیر ہوا کہ اس نے مرے ہوئے بیٹے کے ساتھ
ایسی حرکت کی میں نے جل بھن کر کہا چچا جان کیا اس شہزادے سے ایسا بڑا گناہ ہوا
کہ جس کے بدلے میں اس کی لاش مستحق آپ کے اس عتاب کی ہوئی چچا نے کہا یہ سزاوار
اس سے زیادہ سزا کا ہے اس واسطے کہ یہ لڑکپن سے اپنی ہمشیرہ کو پیار کرتا تھا میں نے
بوجہ کم سنی دونوں کا کچھ خیال نہ کیا جب دونوں بڑے ہوئے محبت بھی بڑھی تب میں نے
بہت احتیاط اور تاکید کی کہ دونوں بھائی بہن ایک دوسرے کے سامنے نہ ہوویں
مگر وہ کمبخت لڑکی بھی بھائی سے محبت رکھتی تھی یہاں تک کہ میرے بیٹے نے مقبرہ بنوانے
کے بہانے ایک تہ خانہ مجھ سے پوشیدہ اس لئے تعمیر کیا وقت فرصت کے اس کو اس تہ خانے
میں لیجا کر رہے چنانچہ جب میں شکار کو گیا وہ اس کو اس مکان میں لے آیا اور آگے
سے اس نے سب اشیائے ضروری یہاں لا کر ذخیرہ کئے تھے کہ ایک مدت دراز
اس کے ساتھ یہاں رہے مگر خدا نے بہت جلد دونوں کو سزا دی بادشاہ

اس حال کو بیان کر کے بہت رویا اور میں بھی اس کا شریک ماتم ہوا پھر اس نے مجھے گلے
لگا کر کہا خدا تجھ کو سلامت رکھے اب تو ہی بجائے اس کے میرا فرزند اور وارث ہے بعد اس کے
میں اور وہ شہزادے اور شہزادی کو یاد کر کے خوب روئے اور وہاں سے محل بادشاہی کی
طرف متوجہ ہوئے اثنائے راہ میں آواز نقارہ اور قرنا وغیرہ مع آلات جنگی کی سنی اور گرد و
غبار آسمان کی طرف چڑھا ہوا دیکھا آخر معلوم ہوا کہ وہی وزیر جو میرے باپ کا ملک چھین
کر تخت پر بیٹھا تھا اب بارادہ تسخیر ملک چچا کے بڑی فوج لے کر آیا ہے میرا چچا تھوڑی فوج
رکھتا تھا مقابلہ اس کا نہ کر سکا غنیم نے شہر میں اپنا عمل کر لیا اور فوج مکانات بادشاہی
میں چلی آئی چچا تھوڑی دیر تک نہایت جوانمردی سے لڑا کیا آخر کار مارا گیا پھر ایک
دو ساعت میں نے سامنا کیا آخر شکست کھا کر میں بھی وہاں سے بھاگا خوش قسمتی سے
ایک سردار نے اس وزیر کے میرے حال پر رحم کھا کر مجھ کو اس شہر سے صحیح و سالم نکال
دیا میں حفظ جان کی خاطر چار ابرو کا صفایا کر قلندر بن گیا اور بڑی دقت سے پوشیدہ
راستوں میں ہو کر بہت شہروں میں سرگرداں پھرا اب خوش نصیبی سے قلمرو بادشاہ عالی
جاہ سلطان السلاطین خلیفہ ہارون رشید میں پہونچ کر مطمئن ہوا اور ارادہ کیا کہ
بغداد میں جا کر قدموں پر اس بادشاہ کے جس کی سخاوت شہرۂ آفاق ہے گردن رکھوں
وہ مجھ پر ضرور رحم کرے گا چنانچہ کئی مہینے میں اس شہر کے دروازے پر پہونچا کہ شام
ہو گئی چاہا کہ کسی جگہ شب باش ہوں چند قدم چلا تھا کہ یہ دوسرا قلندر جو میرے
پاس بیٹھا ہے آیا اور مجھ سے صاحب سلامت کی میں نے جواب سلام دے کر کہا تم بھی میری
طرح اجنبی معلوم ہوتے ہو اس نے کہا سچ ہے ہنوز اس قلندر نے اپنا کلام تمام
نہیں کیا تھا کہ تیسرا قلندر ہم دونوں کے پاس آیا اور سلام علیک کر کے کہا میں بھی
اجنبی ہوں اسی دم بغداد میں آیا ہوں پھر ہم تینوں نے بسبب مشابہت وضع
اور طریق کے مانند بھائیوں کے آپس میں مل کر ارادہ جدا ہونے کا نہ کیا ہم سب
حیران تھے کہ شب کو کہاں رہیں آخر خوش نصیبی سے تمہارے دروازے
پر آئے تم نے براہ غریب نوازی ایسا ہم کو آرام دیا کہ اس کا شکر ادا

نہیں کر سکتے بی بی یہ میرا حال ہے۔ زبیدہ نے کہا تیرا قصور میں نے معاف کیا جدھر
تیرا جی چاہے چلا جا اس قلندر نے کہا مجھ کو اجازت ہو کہ یہاں ٹھہر کے حال ان دونوں
اپنے ہمراہیوں اور ان تینوں شخصوں کا سنوں زبیدہ نے اجازت دی وہ آداب بجا
لاکر ایک کنارے بیٹھ گیا یہ قصہ پہلے قلندر کا خلیفہ کو نہایت عجیب و غریب معلوم
ہوا پھر دوسرے قلندر کی باری آئی اس نے بھی پہلے قلندر کی طرح دست بستہ ادب
سے کھڑے ہوکر اپنا حال گذشتہ زبیدہ کے حضور میں اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

"بی بی لڑکپن سے میرے باپ نے مجھے ذہین اور شائق علم کا پاکر دور دور ملکوں
سے عالم فاضل اور استاد ہر فن کے میری تعلیم کے لئے جمع کئے میں نے تھوڑے دنوں میں
کلام مجید حفظ کیا پھر علم تفسیر اور حدیث وغیرہ کو استادوں سے حاصل کیا پھر فن
تاریخ اور جغرافیہ اور منطق اور نظم و نثر و نکتہ میں تکمیل بہم پہنچائی بعدہ علم حکمت
علم ہیئات ہندسہ و حساب وغیرہ پڑھ کے یکتائے روزگار ہوا پھر آئین ریاست
اور فن سپہ گری کے حاصل کئے اور خوشنویسی میں بھی عدیم المثل ہوا لیکن کاتب تقدیر
نے میرا خط قسمت ایسا برا لکھا تھا کہ کام نہ آیا اور اس نوبت کو پہونچا۔ شہرہ
میرے کمال کا والد کی تمام قلمرو میں اور دور دور ملکوں میں پہونچا سلطان ہند کہ
بڑا بادشاہ تھا مشتاق میرے دیکھنے کا ہوا اور ایک ایلچی مع تحائف گرانبہا والد
کے پاس بھیج کر درخواست میری کی۔ والد خوش ہوئے اور سمجھے کہ شہزادوں کو سیاحت
ملکوں کی اور دیکھنا راہ و رسم درباروں سلاطین عالی مقدار کا بھی ضرور ہے
اور یہ امر موجب ازدیاد محبت ہمارے اور بادشاہ ہند کے ہوگا غرض با اجازت
پدر بزرگوار میں تھوڑے خادموں اور اسباب کے ساتھ ہمراہ ایلچی کے روانہ
ہوا راہ میں پچاس قزاق مسلح نے ہم سب کو گھیر لیا میرے پاس دس گھوڑے
محمول اسباب ضروری اور تحائف کے تھے کہ اپنے باپ کے نام سے واسطے سلطان
ہند کے لے چلا تھا اگرچہ ہمارے لوگوں نے مقابلہ ان کا کیا مگر مغلوب
ہوئے تب ہم نے ان ٹھگوں سے کہا کہ ہم وکیل بادشاہ ہند کے ہیں یہ

اس غرض سے کہا کہ شاید ہم سے متعرض نہ ہوں قزاقوں نے بڑی اکڑ ناخوشی سے جواب دیا
ہم سلطان ہند کو کیا چیز سمجھتے ہیں نہ ہم اس کے نوکر نہ نمکخوار اور نہ اس کے ملک میں رہتے
ہیں یہ کہہ کر انہوں نے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اگرچہ میں نے تا مقدور
حفاظت کی آخر زخمی ہوا اور ایلچی اور سب میرے نوکر چاکر مارے گئے تب میں اپنے
زخمی گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا اور قزاقوں سے دور نکل گیا گھوڑا راہ میں خستگی زخم
سے گر کر مر گیا اس وقت میں نے بڑا صبر کیا اور اپنے تئیں بدحواس نہ ہونے دیا لیکن
اس وقت کی میری تنہائی اور بیکسی پہ بی بی آپ خیال فرمائیں ایک تو مسافر یوں کا
تھکا ہارا اور دوسرے مجروح تیسرے تنہا اور اجنبی آخر میں اپنا زخم باندھ کر ایک سمت
کو روانہ ہوا اور شام کو نیچے ایک پہاڑ کے پہنچ کر غار میں جا کر سو رہا صبح کو
بھوک سے نہایت بیقرار تھا جنگلی میوے جو ملے کھائے پھر وہاں سے آگے روانہ
ہوا اور کئی منزلیں طے کیں آخر بعد ایک مہینے کے بہت تعب سے ایک شہر میں کہ خوب
آباد تھا پہنچا کئی دریا گرد اس کے جاری تھے اس سبب سے وہ ہمیشہ سرسبز
رہتا تھا خوش آب و ہوا دیکھ کر میں بہت محظوظ ہوا اور سب مصیبتیں بھول گیا حال
میرا اس وقت اے بی بی یہ تھا کہ کپڑے پھٹے ننگے پاؤں رنگ مارے دھوپ
کے سیاہ غرض شہر کے اندر گیا تا دریافت کروں کہ میرا وطن اس جگہ سے کتنی
دور ہے آخر ایک درزی کے پاس گیا اس نے میری وضع کو دیکھ کر اپنے پاس بٹھا
لیا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو میں نے سب حال ابتدا سے
انتہا تک ظاہر کیا درزی نے مجھ کو بہت ڈرایا اور کہا کہ زنہار یہ حال کسی
یہاں کے باشندے سے نہ کہنا بادشاہ اس ملک کا تیرے باپ کا دشمن ہے اگر
وہ تیرے آنے کا حال سنے گا بیشک تیرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے گا میں درزی
کا شکر بجا لایا اور کسی وہاں کے رہنے والوں سے اپنا حال اور نام اپنے
باپ کا نہ بتایا پھر وہ درزی کچھ کھانا لایا اور اپنے گھر کے اندر ایک
حجرہ میرے رہنے کو بتا دیا میں اس میں رہنے لگا درزی نے بعد رفع

ماندگی سفر کے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں کوئی پیشہ آتا ہے جس سے تم روزی اپنی پیدا کرو میں
نے کہا میں تمامی علوم وفنون میں یکتائے زمانہ ہوں درزی بولا کہ علوم وفنون سے تم رزق
اپنا اس شہر میں پیدا نہ کرسکو گے یہاں علم وفن کی کچھ قدر نہیں اگر میرا کہنا مانو تو ایک
جانگھیا پہنو اور کمر باندھ کر جنگل سے لکڑی جلانے کی لاکر اس شہر کے بازار میں بیچا کرو اس
صورت میں بخوبی اپنی گذران کرو گے چندے یوں بسر کرو آئندہ شاید خدا کے کرم
سے کوئی اور شکل نکل آئے میں ایک کلہاڑی رسی تمہیں منگوا دوں گا میں نے مصلحتاً
اس امر قلیل کو منظور کیا دوسرے دن درزی نے مجھ کو کلہاڑی رسی اور گھٹنا
پائجامہ مول لے دیا اور ان لکڑہاروں غریبوں کے سپرد کیا جن کی روزی صرف
لکڑی بیچنے پر تھی اور ان سے کہا اس شخص کو تم اپنے ساتھ جنگل میں لکڑی کاٹنے
کے واسطے لے جایا کرو میں ان کے ساتھ جنگل میں جاتا اور گٹھا لکڑیوں کا جنگل
سے کاٹ لاتا اور اس کو بازار میں لے جاکر ایک ٹکڑے سونے کو کہ چلن اس شہر
کا تھا بیچتا چونکہ لکڑی وہاں بہت گران بکتی تھی اس واسطے تھوڑی مدت میں میں
نے بہت زر پیدا کیا اور منجملہ اس کے تھوڑا درزی کو عوض خدمت کے دیا حتیٰ کہ
مجھے ایک برس پورا ہوگیا وہاں ایک دن میں کچھ اور آگے اس جنگل کے بڑھ گیا وہ
جگہ مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی میں لکڑیاں کاٹنے میں مشغول ہوا جب ایک درخت
اوپر سے کاٹ کر جڑ اس کی کاٹنے لگا تاکہ وہ جڑ کے نیچے مجھے ایک کڑا آہنی جو آہنی
دروازے میں لگا ہوا تھا نظر پڑا میں نے جلد وہاں کی مٹی سرکا کر اس دروازے
کو کھولا اس جگہ ایک زینہ چوبی دکھائی دیا اس زینے سے مع کلہاڑی رسی نیچے اتر
گیا وہاں مجھ کو ایک بڑا عالی شان محل نہایت شگفتہ اور روشن نظر پڑا پھر میں آگے
گیا وہاں ایک لمبا برآمدہ جس کے پائے سنگ موسیٰ کے اور پیلپائے اوپر سے نیچے
تک سونے کے تھے ملا اس میں ایک بی بی نہایت حسین با تمکین نظر پڑی میں نے اس
کے حضور میں جاکر با ادب مجرا کیا بی بی نے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا
آدم زاد ہوں بی بی نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا یہاں تو کس طرح

آیا مجھے پچیس برس سے زیادہ ہوئے ہیں کہ اس جگہ رہتی ہوں مگر سوا تیرے کسی
آدم زاد کو یہاں نہیں دیکھا اس بی بی کے حسن و جمال پر میں ایسا فریفتہ ہوا کہ مجھ
میں طاقت گویائی کی نہ رہی آخر میں نے عرض کیا کہ قبل دریافت ہونے حال
کے صرف تمہارے دیکھنے ہی سے میں خوش ہوا اور اپنے سب رنج بھول گیا چاہتا
ہوں کہ تمہیں اس حال سے مخلصی دوں پھر میں نے اپنا حال تمام و کمال ظاہر کیا
اور کہا میں تم کو اس قید میں دیکھ نہیں سکتا بی بی نے سانس بھر کر کہا اے شہزادے
تو سچ کہتا ہے مجھے بھی اس جادو کی جگہ میں رہنا خوش نہیں آتا تم نے سنا ہوگا
کہ ابو تیمرس نامی بڑا بادشاہ جزیرہ ابونی کا ہے جہاں آبنوس کی لکڑی پیدا ہوتی ہے
میں اسی بادشاہ کی بیٹی ہوں میرے باپ نے مجھ کو اپنے بھتیجے کے ساتھ کہ وہ
بھی شہزادہ تھا کتخدا کیا اور بہت تکلف سے میری شادی کی قبل اس کے کہ
میں شوہر کے گھر جاؤں ایک جن مجھے وہاں سے لے کر اڑا میں اسی ساعت
بیہوش ہو گئی جب ہوش میں آئی میں نے اپنے تئیں اس مکان میں پایا جب سے
یہیں بمجبوری اس جن کے پاس رہتی ہوں دسویں دن وہ جن یہاں آکر صرف
ایک رات میرے پاس رہتا ہے کہ اس کی اور بھی بی بی ہے جس کے خوف سے
ہمیشہ یہاں نہیں رہ سکتا اور اس دس روز کے عرصے میں اگر مجھ کو کبھی اس
جن کا بلانا منظور ہوتا ہے تو فقط طلسم کو کہ میری خوابگاہ کے پاس بنا ہوا ہے
چھو لیتی ہوں فوراً وہ یہاں حاضر ہوتا ہے چار روز ہوئے کہ وہ یہاں سے گیا
ہے چھ دن کے بعد پھر آئے گا اگر تم کو میری صحبت میں رہنا منظور ہو تو پانچ
دن تک یہاں رہو میں تمہاری خاطر داری کروں گی میں نے یہ بات کمال
خوش ہو کر منظور کی وہ مجھ کو حمام میں لے گئی اور غسل کر کے جب میں حمام سے
باہر آیا تو ایک بہت اچھی پوشاک پر نزر رکھی ہوئی پائی میں نے اس کو پہنا پھر
ہم دونوں ایک عالیشان دالان میں مسند پر کہ تکیے اس کے غلاف
کمخاب تمرزر سے آراستہ تھے بیٹھے اس نے میرے آگے طرح طرح کے

کھانے سجائے۔ میں نے پیٹ بھر کر کھایا اور شراب پی اور بعد ادھر اُدھر کی باتوں کے میں نے اس سے کہا۔

اب تم میرے ساتھ چلو دنیا کی ہوا کھاؤ اور اس جھوٹی روسی کو چھوڑو بی بی نے کہا اے شہزادے ایسی باتیں واہی نہ کرو مجھے مہینے میں سے دو نو دن تم یہاں رہا کرو دسواں دن اس جن کے واسطے چھوڑ دو میں نے کہا تم جن سے ڈرتی ہو میں اس کا طلسم توڑ کر نیست و نابود کر دوں گا اس کو آنے دو دیکھوں تو وہ کیسا زور آور اور مہیب شکل ہے ایک ہاتھ میرا اس کو کافی ہے بی بی کہ انجام کار سے خوب واقف تھی مجھ کو قسمیں دے کر کہنے لگی خبردار اس طلسم کو ہاتھ نہ لگانا اور ہم تم دونوں جان سے مارے جائیں گے میں نے شراب کے نشے میں اس کی بات مطلق نہ سنی اور طلسم کو ایک لات مار کر توڑ ڈالا بمجرد اس عمل کے وہ محل کمال زور سے ہلنے لگا قریب تھا کہ گر کے چور چور ہو جائے اور ایک آواز ہولناک آئی اور سب طرف تاریکی چھا گئی بجلی کے شعلے نکلنے لگے یہ حال مہیب دیکھ کر نشہ میرا جاتا رہا اس وقت میں سوچا کہ تو نے بڑا غضب کیا پھر میں نے اس بی بی سے پوچھا کہ اب کیا کیا چاہیئے وہ میرے لئے بہت ہی کڑھی اور افسوس کر کے کہنے لگی کہ تم اس آفت کو اپنے سر پر آپ لائے اب یہاں سے بھاگو اور اپنے تئیں بچاؤ میں ایسا گھبرا گیا تھا کہ کلہاڑی اور رسی میری وہیں چھوٹی اور گرتا پڑتا سیڑھی تک پہونچا اور اسی لمحہ وہ جن بھی غضبناک ہو کر وہاں پہونچا اور اس بی بی سے قہر میں آ کر پوچھا تو نے کیوں مجھ کو بلایا اس نے ڈر کر کہا میں نے تھوڑی سی شراب اس بوتل کی جس کو تو دیکھتا ہے پی تھی نشے میں میرا پاؤں اس طلسم پر نادانستگی سے پڑا اس سبب سے وہ ٹوٹ گیا اور اس سے تجھے خبر ہوئی تب میں نے خدا تجھ کو نہیں بلایا یہ سن کر جن نے آگ بگولہ ہو کر بی بی سے کہا تو بدکار اور مکار ہے

اس کلہاڑی اور رسی کو یہاں کون لایا بی بی نے کہا میں نے دیکھا شاید اس جلدی
میں کہیں سے تمہارے ساتھ لگی ہوئی چلی آئی ہو جن نے بی بی کو خوب مارا جس سے وہ
تڑپنے لگی اور واویلا کرنے لگی آواز اس کی گریہ وزاری کی مجھ سے سنی نہیں جاتی تھی
آخر میں نے وہ کپڑے کہ بعد حمام کے پہنے تھے اتارے اور اگلے کپڑے پہن کر اس سیڑھی
سے اوپر چڑھ آیا اور اپنے تئیں بہت لعنت ملامت کرنے لگا کہ افسوس تیری
نادانی سے یہ ظلم اس بی بی پر ہو رہا ہے پھر میں نے اس آہنی دروازے کو بند کر کے
مٹی سے چھپا دیا اور بوجھا لکڑیوں کا سر پر رکھ کر شہر میں آیا مگر اس اندیشے میں کہ
دیکھیے مجھ کو کیا صدمہ پہنچتا ہے بدحواس تھا بہر کیف جب میں مکان پر آیا درزی
مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا تمہارے کل کے نہ آنے سے مجھ کو بڑا تردد رہا
کہ میاں دیکھیں حال شہزادگی کا تمہاری سن کر یہاں کے حاکم نے قید نہ کیا ہو شکر
خدا کا صحیح و سلامت پھر آئے میں نے اس کی بہت شکر گزاری کی لیکن وہ حال
کہ مجھ سے سرزد ہوا تھا اس سے مطلق نہ کہا اور اپنے حجرے میں جا کر ہزاروں لعنت
ملامت اپنی اس بیوقوفی پر کرتا رہا غرض اسی غم میں تھا کہ درزی نے مجھ سے آ کر کہا
کہ ایک بڈھا جس کو میں پہچانتا نہیں کلہاڑی اور رسی تمہاری ہاتھوں میں لیے ہوئے آیا
ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ان دونوں چیزوں کو راہ میں پایا ہے تمہارے ہمراہیوں
سے جن کے ساتھ تم لکڑیاں کاٹنے جایا کرتے ہو معلوم ہوتا ہے چل کر اپنی چیز کو پہچان
کر لے آؤ وہ بے تمہارے نہ دیگا یہ سنتے ہی میں سر سے پاؤں تک کانپنے لگا درزی
نے سبب خوف کا مجھ سے پوچھا ہنوز میں نے اس کے جواب میں کچھ نہیں کہا تھا کہ
ایکبارگی زمین میرے حجرے کی شق ہو گئی اور وہ بڈھا کلہاڑی اور رسی میری
لیے ہوئے وہیں حاضر ہوا اور حقیقت میں وہ بڈھا وہی جن تھا پھر اس نے کہا میں جن
ہوں نواسا ابلیس کا جو بادشاہ سب جنات کا ہے اور اس کلہاڑی اور رسی کو
دکھلا کر کہا یہ تیری ہے یا نہیں یہ کہہ کر وہ مجھ کو حجرے سے باہر کھینچ لایا
اور دفعتہً آسمان کی طرف لے کر اس شدت سے اتنی بلندی پر ایک دم

میں اڑا لے گیا جس کے چڑھنے میں مہینوں گزر جاتے پھر اس نے زمین پر اتر کر ایک ٹھوکر ماری وہ زمین پھٹ گئی وہ مجھے لئے ہوئے اس میں سما گیا ایک ساعت کے بعد میں نے اپنے تئیں اس جادو کے محل میں موجود اسی شہزادی جزیرۂ ابونی کے پاکر مگر افسوس کہ اس کو برہنہ خون آلودہ زمین پر بسمل قریب مرنے کے زار زار روتے دیکھا پھر اس جن نے مجھ کو شہزادی کا حال دکھلایا کہا اے بے حیا یہی تیرا عاشق ہے اس نے کہا میں تو اس کو جانتی نہیں جن نے کہا سچ کہتی ہے شہزادی کے نے کہا تو بچا ہتا ہے میں دروغ کہوں پھر جن نے اپنی تلوار شہزادی کو دیکر کہا اگر تو نے اس کو کبھی نہیں دیکھا ہے تو اس تلوار سے اس کا سر کاٹ ڈال شہزادی نے کہا مجھ میں اتنی طاقت کہاں ہے کہ تلوار کو اٹھا سکوں اور سوا اس کے کیونکر ایک بیگناہ کو قتل کروں جن نے کہا تیرے انکار کرنے سے صاف گناہ اور دغا ثابت ہوتا ہے پھر جن نے پھر کے مجھ سے کہا تو اس کو جانتا ہے اور اس کو آگے دیکھا ہے میں نے بھی انکار صاف کیا اس نے کہا اگر تو سچ کہتا ہے تو اس شمشیر سے اس کا سر کاٹ ڈال بی بی نے میری طرف دیکھ کر اشارے سے کہا میں قریب مرگ ہوں اپنی جان بچانے کے واسطے مجھ کو مار ڈال مجھ کو بڑا قلق ہوا اور میں نے تلوار کو ہاتھ سے پھینک کر جن سے کہا میں اس کو جانوں نہ پہچانوں کیونکر قتل کر دوں خصوصاً ایسی بی بی کو کہ وہ گھڑی کی ساعت کی مہمان ہے۔ اب جو تیرا جی چاہے وہ میرے ساتھ کریں تیرے قابو میں ہوں مگر مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا جن نے کہا تم دونوں باعث میرے غصے کے ہوئے یہ کہہ کر اس ظالم نے دونوں ہاتھ اس شہزادی کے کاٹ ڈالے چنانچہ اسی وقت وہ شہزادی جاں بحق تسلیم ہوئی یہ حال دیکھ کر مجھے غش آگیا پھر جب ہوش میں آیا تو میں نے اس جن سے کہا اب جلد مجھے بھی قتل کر اس نے کہا کہ عالم جنات میں یہ دستور ہے کہ جب کسی عورت پر بدکاری کا شبہ ہوتا ہے تو اسے جان سے مار ڈالتے ہیں تجھ کو میں اس سبب نہ کے کہ تو اجنبی ہے مار نہیں سکتا تیری سزا یہی بہت ہے کہ تجھ کو کوئی جانور بنا کر چھوڑ دوں اب جس جانور کا قلب تو پسند کرے اسی قالب میں تجھ کو مسخ کر ڈالوں۔

میں نے کہا اے بڑے قوی جن جیسا کہ تو نے میری جان بخشی کی ہے امیدوار ہوں کہ مجھ کو بصورت انسان کے رہنے دے مجھے کسی جانور کے قالب میں مسخ نہ کر میں ہمیشہ تیرا شکر گزار رہوں گا اور اس نے میری بہت منت سماجت پر میری غرض قبول کی اور مجھے معاف کر دیا۔" جب دوسرا قلندر بھی اپنا حال کہہ چکا زبیدہ نے اس سے فرمایا میں تیرا قصور معاف کیا جدھر تیرا جی چاہے چلا جا وہ زبیدہ سے اجازت لے کر پہلے قلندر کے پاس بیٹھ گیا پھر تیسرے قلندر نے اپنا حال اس طرح کہنا شروع کیا۔

"اے محترم بی بی میری آنکھ بھی اپنی نادانی سے پھوٹی میرا نام عجیب ہے اور بڑا بادشاہ عالیجاہ کسب نام کا ہوں جب باپ نے قضا کی میں تخت پر بیٹھا اور اسی شہر میں جہاں باپ نے دار الریاست کیا تھا رہنا اختیار کیا وہ شہر آباد کنارے دریا کے تھا اور اس کی محافظت کے لئے ڈیڑھ سو جہاز جنگی ہر وقت تیار رہتے تھے اور پچاس جہاز خاص تجارت کے لئے علاوہ ان کے اور بہت سے بحری بیڑے وغیرہ واسطے سوداگری اور سیر و تماشہ دریا کے ہر وقت شہر کے کنارے لنگر ڈالے کھڑے رہا کرتے تھے اور اس ولایت کے بہت اچھے اچھے شہر اور جزیرے آباد و شاداب تھے پہلے میں نے ارادہ کیا کہ سب شہروں اور جزیروں کو جو میری حکومت سے متعلق ہیں جا کر دیکھوں اور وہاں کے باشندوں کی تسلی کروں تا تجارت میں کوئی خلل نہ ہو اور اسی غرض سے شوق سیکھنے علم جہاز رانی کا پیدا ہوا لہذا میں ایک جہاز پر سوار ہوا اور دس جہاز اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا اکیسویں دن ہوا غیر موافق بشدت چلنے لگی اور سب جہاز ہمارے طوفان میں ایسے پڑے کہ ہم سب مایوس اپنی زندگی سے ہوئے مگر دوسرے روز ہوا کم ہوئی ہم نے باطمینان تمام ایک جزیرے میں اتر کر دو روز تک واسطے لینے غلہ وغیرہ کے توقف کیا بعد اس کے جہاز پر سوار ہوئے اور متوقع تھے کہ دس روز کے بعد میں خشکی پر پہنچ جائیں گے اور بسبب طوفان کے معلوم نہ تھا کہ جہاز کس طرف جاتے ہیں میں نے ایک خلاصی کو اوپر مستول کے چڑھایا تا حال سمت کا معلوم کرے وہ دیکھنے اور پانی اپنے بجز دریا اور آسمان کے کچھ نہ دیکھتا تھا۔

مگر بعد تھوڑی دیر اپنی طرف ایک سیاہی بڑی دیکھی رنگ ناخدا کے چہرے کا متغیر ہو گیا پگڑی
اتار کر پھینک دی سر پیٹنے لگا اور مجھ سے کہا کہ خداوند ہم سب ہلاک ہوئے
اب کچھ تدبیر بچنے کی نہیں یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگا سب اہل جہاز سراسیمہ
ہوئے میں نے ناخدا سے سبب پوچھا اس نے کہا طوفان ہمارے جہازوں کو راہ
سے برگشتہ کر کے ایسی جگہ لایا ہے کہ کل کے دن دوپہر کو ہمارا جہاز اس سیاہی کو پہونچے
گا اور وہ سیاہی کالا پہاڑ سنگ مقناطیس کا ہے جہاز جب قریب اس کے آ جائے گا
تو اس کی کشش سے کیلیں اور تیرے لوہے کے اس پہاڑ سے جا چمٹیں گے اور جہاز غرق
ہو جاویں گے اس واسطے کہ سنگ مقناطیس لوہے کو جذب کرتا ہے پھر اس ناخدا نے
کہا وہ پہاڑ بہت اونچا اور سرنشیب ہے اور اس کی چوٹی پر ایک گنبد پیتل کے پیلیالوں
پر استادہ ہے اور اس گنبد پر ایک گھوڑا تصویر آدمی کی اس پر سوار اور وہ دونوں
بھی پیتل سے بنے ہوئے ہیں اور ایک تختی سیسے کی کہ اس پر کچھ حروف طلسم کندہ ہیں اس
کے سینے سے لگی ہوئی ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہی تصویر اصل سبب تباہ ہونے جہازوں
اور آدمیوں کی ہے ناخدا یہ کہہ کر پھر از سر نو رونے لگا اس کے رونے سے سب بھی
رونے لگے اور مجھے بھی یقین ہوا کہ میری عمر اتنی ہی تھی اور اس جگہ قضا لائی
ہے اور ہر ایک شخص اپنے بچاؤ کے خیال میں پڑا سب آپس میں کہتے تھے کہ جو کوئی ہم
میں سے جانبر ہو وہ سب کا مختار اور وصی ہے غرضیکہ دوسرے دن فجر کو جہاز ہمارا
اس کالے پہاڑ کے مقابل پہونچا ہم سب واویلا کرنے لگے دوپہر کو جیسا کہ ناخدا
نے کہا تھا ویسا ہی ہوا یعنی پہاڑ نے ایسا زور سے جہاز کو اپنی طرف کھینچا کہ سب
کیلیں اور اسباب لوہے کا پہاڑ سے چمٹ گیا اور تختوں کے جدا ہونے سے بڑی
آواز مہیب ہوئی فی الفور گویا ہزاروں جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو کر لبے گہرے
پانی میں غرق ہوئے کہ کسی اسباب اور اہل جہاز کا پتہ نہ لگا مگر خدا کے فضل سے
فقط ایک میں زندہ رہا اتفاقاً میرے ہاتھ ایک تختہ جہاز کا لگ گیا
اس کے سہارے پہاڑ کے نیچے خشکی میں (زمین) جگہ صحیح و سالم پہونچا جہاں

قدموں کے نشان مانند زینے کے بنے ہوئے تھے وہ راہ پہاڑ کے اوپر جانے کی تھی
یہ دیکھ کے شکر خدا بجا لا کر پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا راستہ نہایت تنگ تھا ہر کیف
میں بخیریت اس پہاڑ پر چڑھ گیا اور گنبد کے اندر جا کر خدا کا شکر بجا لایا رات کو اس
گنبد میں سو رہا دیکھا خواب میں ایک پیر متبرک کو دیکھا کہ کہتا ہے اے عجیب جب تو
بیدار ہو تو کوشش کر کے زمین اپنے قدموں کے نیچے کی کھود اس میں سے تو ایک کمان
پیتل کی اور تین تیر سیسے کے کہ فلانی ساعت میں واسطے ضرر پہونچانے آدم زاد کے
بنائے گئے ہیں پا دے گا ان تیروں سے آدمی کی تصویر کو جو گھوڑے پر سوار ہے مار
تاکہ وہ تصویر دریا میں اور گھوڑا تیرے قدموں کے پاس گر پڑے پھر تو اس گھوڑے
کو اس جگہ جہاں سے تو تیر و کمان پا دے گا گاڑ دیجیو جب تو یہ کام کر چکے گا تو دریا
کی لہروں کی یہاں تک طغیانی ہوگی کہ نیچے اس گنبد کے آ پہونچے گا اور جب دریا
اتنا بڑھے گا تو ایک چھوٹی سی کشتی کنارے دریا کے نزدیک تیرے آ لگے گی اور
اس کشتی میں ایک ملاح پیتل کا بیٹھا ہوا کشتی کو تیرے پاس لائے گا تو جلد اس کشتی میں
بیٹھ جائیو وہ تجھے دس دن کے عرصے میں اس دریا سے اور دریا میں پہونچا دے گا
وہاں سے اپنے ملک کا پہونچنا تجھ کو بہت آسان ہوگا مگر خبردار اس سفر میں خدا
کا نام نہ لیا جب وہ پیر ان باتوں کو کہہ چکا میری آنکھ کھل گئی اور میں اس
خواب کی تعبیر سے نہایت خوش ہوا میں نے بموجب کہنے اس بزرگ کے زمین کو کھودا
وہاں سے تین تیر اور کمان پائی اور ان تیروں سے اس تصویر کو مارا تیسرے
تیر کے لگنے سے وہ سوار تصویر کا دریا میں گرا اور گھوڑا میرے قدموں کے پاس
آ پڑا اس کو میں نے اس جگہ جہاں سے کمان و تیر پائے تھے دفن کیا پھر وہ دریا بڑھتے
بڑھتے نیچے اس گنبد کے آ لگا اور ایک کشتی دور سے میری طرف آئی اور اس پہ
ایک آدمی پیتل کا بیٹھا تھا میں نے جناب باری کا شکر کیا کہ میرا خواب سچا ہوا جب
کشتی کنارے آ پہونچی میں اس پر سوار ہوا اور بموجب اس کے کہنے کے خدا کا
نام نہ لیا پھر وہ پیتل کا آدمی نو دن کے عرصہ میں لایا تو نصف اس کشتی کو

بہت دور نکل گیا میں بہت تیز تیرے اپنے داہنے بائیں دیکھ کر خوش ہوا اور تصور کیا کہ اب جلد
اس مصیبت سے نجات پاؤں گا اس خوشی سے خدا کا شکر بجالایا مجھ ذمام لینے خدا کے وہ
کشتی اس آدمی سمیت غرق ہو گئی اور میں پانی کی سطح پر تیرنے لگا باقی روز تک ایک جزیرے
کی طرف جو بہت نزدیک معلوم ہوتا تھا گیا رات کے اندھیرے میں معلوم نہ ہوتا تھا کہ
کدھر جاتا ہوں بہتا تیرتا اسی طرف چلا جاتا تھا آخر تھک گیا طاقت نہ رہی اور اپنی زندگی
سے ناامید ہوا اسی حالت میں یکایک تیز ہوا چلی اور دریا شدت سے موج مارنے لگا
چنانچہ ایک بڑی موج نے میرے تئیں اٹھا کر پایاب میں ڈال دیا میں جلد نکل آیا
دریا سے نکلتے ہی میں نے کپڑے نچوڑ کر سکھانے پھر ان کو پہن کر ادھر ادھر چلنا شروع
کیا بہت درخت میوہ دار وہاں نظر آئے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی جزیرہ ویران
ہے پھر ریت اور بالو جب دور تک دیکھی تو میں نے جانا آگے یہ جزیرہ سمندر تھا
اب خشک ہو گیا یہ خیال کر کے میں سب خوشی بھول گیا اور اپنے تئیں خدا کی رضا
میں چھوڑا تھوڑی دیر میں ایک چھوٹا جہاز دیکھا کہ سب پاؤں کو اڑائے ہوئے
اسی جزیرے کی طرف چلا آتا ہے مجھے یقین ہوا کہ وہ لنگر اسی جزیرے میں کرے گا۔
مگر معلوم نہیں کہ اس میں لوگ دوست ہیں یا دشمن سوچا کہ اپنے تئیں ان کو دکھانا
مناسب نہیں اس واسطے ایک درخت پر کہ بہت بڑا اور گنجان تھا چڑھ گیا اور ارادہ
کیا کہ وہاں سے چھپ کر ان آدمیوں کو جو اس جہاز میں سوار ہیں دیکھوں اسی خیال
میں تھا کہ اس جہاز نے ایک کول میں آکر لنگر کیا اور دس غلام پھاوڑے وغیرہ آلات
ہاتھوں میں لے کر جہاز سے اترے اور وسط میں اس جزیرے کے جا کر ٹھہرے اور
ایک جا پر زمین کھودنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے ایک دروازہ پایا وہ جہاز میں
سے جا کر طرح طرح کا اسباب کھانے پینے اور فرش فروش وغیرہ کا بوجھ باندھ باندھ
سر پر اٹھا لائے اور وہاں سے جہاں کھودا تھا نیچے لے گئے میں نے قیاس سے جانا کہ
نیچے اس کے تہ خانہ بنا ہوا ہے پھر اس جہاز میں سب غلام جا کر ایک مرد
پیر اور ایک امرد لڑکے کو کہ خوبصورت اور چودہ پندرہ برس کی عمر کا معلوم

ہوتا تھا اپنے ساتھ لے آئے اور اس تہخانے میں وہ سب کے سب اتر گئے اور وہاں
سے پھر کر دروازہ بند کیا اور اس پر مٹی ڈال کر زمین کو برابر کر دیا اور وہ سب وہاں
سے اپنے جہاز پر پھر گئے مگر وہ جوان لڑکا تہخانے سے نہ پھرا مجھ کو بڑا تعجب گزرا
پھر وہ سب جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چلے گئے۔ جب وہ جہاز بہت دور نکل گیا
میں جلد اس درخت کے نیچے اترا اور وہاں گیا جہاں انہوں نے زمین کھودی
تھی اور مٹی اس جگہ کی سرکائی اس کے منہ پر ایک پتھر دو ہاتھ کے مربع میں رکھا ہوا
تھا جب میں نے اس کو اٹھایا وہاں ایک سیڑھی چھپی ہوئی دکھائی دی میں اس زینہ
سے نیچے اتر گیا وہاں جا کر دیکھا کہ ایک بہت بڑا مکان ہے اس میں فرش قالین
کا بچھا ہوا اور دالان میں اس کے تکیے نفیس زردوزی غلاف کے چڑھے ہوئے رکھے
ہیں اور اس میں وہ لڑکا بیٹھا ہوا پنکھا اپنے تئیں جھل رہا ہے اور وہ شمعیں موم کی وہاں
روشن اور کھانے پینے کی چیزیں سب طرح کی موجود اور گلدستے پھولوں کے رکھے ہوئے
وہ جوان مجھے دیکھ کر ڈر گیا میں نے اس کی تسلی کے واسطے کہا کہ صاحب تم خوف
ایسے شخص سے کہ جو بادشاہ کا بیٹا ہے نہ کرو میں کچھ اذیت اور ضرر تم کو نہ پہنچاؤنگا
اور تم بڑے صاحب نصیب ہو کہ تمہاری مخلصی کے واسطے اس قبر سے کہ تم کو زندہ دفن
کر گئے ہیں آیا ہوں مگر پہلے تم مجھ سے سبب اپنے دفن ہونے کا اس زمین میں ظاہر
کرو اس جوان نے مجھ کو بیٹھنے کو کہا میں جب اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے کہنا شروع
کیا اے سلطان میرا حال نہایت عجیب و غریب ہے میرا باپ جوہری ہے اس نے اپنی
محنت اور ہنرمندی سے بہت دولت پیدا کی اس کے سیکڑوں غلام اور کوٹھیاں ہیں
اس نے خاص جہازوں میں سوار ہو کر دور دور کی سیر کی اور ملکوں ملکوں پھرا ہے اور
جا بجا اس کے گماشتے ہیں لیکن اولاد نہیں رکھتا تھا ایک رات اس نے خواب میں
دیکھا کہ اس کے گھر بیٹا پیدا ہوگا لیکن عمر اس کی بہت کم ہوگی اس خواب سے بیدار
ہو کر نہایت غمگین ہوا پھر کئی دن بعد میری ماں نے اسے خبر دی کہ میں
حمل سے ہوں خواب تمہارا سچا ہوا غرض نو مہینے کے بعد میں پیدا ہوا سب

اقربا اور عزیزوں نے بڑی خوشی کی سوا والد کے کہ بسبب اس خواب کے نہایت رنج میں تھا آخر اس نے نجومیوں سے میرا حال پوچھا انھوں نے کہا اس لڑکے کو چودھویں برس میں خطرہ جان کا ہے اگر اس برس میں وہ خطرے سے بچ گیا تو پھر بہت برس تک جیئے گا پھر انھوں نے کہا کہ ہم کو گردش کواکب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بسبب عجیب بادشاہ کے کہ بیٹا کسب بادشاہ کا ہے ایک پتیل کا سوار جو تھا فیر کے پہاڑ پر رکھا ہے دریا میں گر پڑے گا اور بعد پچاس دن کے یہ لڑکا عجیب بادشاہ کے ہاتھ سے مارا جائے گا میرے باپ کا نجومیوں کی اس بات سے سوحصہ رنج زیادہ ہوا میری حفاظت کے لیے دن رات فکر میں رہا کرتا جب چودھویں برس مجھ کو شروع ہوا اس کے دو میرے دن نجومیوں نے ہم کو خبر کیا دس دن گزر گئے ہیں کہ سلطان عجیب نے اس پتیل کے سوار کو جس کا ذکر ہم نے کیا تھا اس پہاڑ کی چوٹی سے دریا میں ڈال دیا باپ میرا نہایت غمگین ہوا چاہتا تھا کہ کسی طرح مجھے اس خطرے سے بچائے اور اس نے پہلے سے میری حفاظت کے لیے اس خانہ جزیرے میں زمین کے نیچے اس گھر کو بنوایا تھا کہ بعد گرانے اس تصویر کے پچاس دن تک مجھے اس مکان میں چھپا کر رکھے جب سنا کہ دس روز گزر گئے چالیس دن کے لیے یہاں لاکر مجھ کو رکھا بعد چالیس دن کے وہ آکر مجھ کو یہاں سے لے جائے گا میرے آنے کا سبب اس تہہ خانے میں یہ ہے جب جوہری بچہ اپنا حال بیان کر چکا میں دل میں نجومیوں کے غیب کی خبر دینے پر ہنسا اور کہا میں اس بچے بے قصور کو کیوں مارنے لگا پھر میں نے اس سے کہا تم کچھ خوف نہ کرو اور خدا پر خیال رکھو نہیں کوئی صدمہ نہ پہونچے گا خدا مجھے تمہاری خدمت اور حفاظت کے لیے یہاں لایا ہے اب میں تم کو اس چلے تک اکیلا نہ چھوڑوں گا اور ہر طرح نگہبانی اور خدمت تمہاری کروں گا اور جب بعد گزرنے چالیس دن کے تمہارے باپ تم کو لینے آئے گا میں بھی اس کے ساتھ تمہارے شہر میں جاکر اپنے ملک کو روانہ ہوں گا میں یہ احسان تمہارا کبھی نہ بھولوں گا

ایسی ایسی باتیں کر گئے اس کی وحشت کو دور کیا اور اپنے باپ کا نام نہ بتایا کہ مبادا
اسے خوف پیدا ہو کہ میں ہی اس کا قاتل ہوں اور ہر طرح کی باتیں اور حکایتیں کہہ کر
اس کا جی بہلاتا رہا اور مجھے وہ لڑکا بہت ذی شعور اور فہمیدہ معلوم ہوا غرض
انتالیس دن تک نہایت چین اور خوشی سے ہم دونوں اس تہخانے میں رہے چالیسویں
دن وہ لڑکا فجر کو بیدار ہوتے ہی کہنے لگا کہ اے سلطان آج چالیسواں دن
ہے خدا کی عنایت اور تمہاری شفقت سے میں زندہ ہوں میرا باپ تمہارے سلوک
کا حال سن کر نہایت ممنون ہوگا اور تم کو تمہارے وطن میں بخیر و خوبی پہونچا دے گا
تم تھوڑا پانی گرم کر دو۔ تاکہ میں نہاؤں اور کپڑے بدل کر تیار ہو رہوں آج
میرا باپ مجھ کو لینے آئے گا میں نے پانی گرم کیا اور اس کو خوب مل دل کر نہلایا بعد
نہانے کے وہ بچھونے پر جا لیٹا میں نے لحاف اڑھا دیا بعد قیلولہ مجھ سے کہا
اے سلطان میرا جی اس وقت خربزہ کھانے کو چاہتا ہے تم ایک خربزہ اور قند
لے آؤ تو میں کھاؤں میں نے ایک خربزہ بہت سے خربزوں سے کہ وہاں رکھے ہوئے
تھے چنا اور چینی کی رکابی میں رکھ کر اس کے پاس لے گیا اور خربزہ تراشنے کیلئے
چھری کو پوچھا کہ کہاں ہے اس نے کہا میرے سرہانے والے طاق پر ہے میں
اس کے لینے کو اچکا اور چاہتا تھا کہ نیچے آؤں مگر قضارا میرا پاؤں قالین پر
پھسلا اور میں اس جوہری بچے پر بے اختیار اس طرح گرا کہ چھری اس کے سینے پر
لگی اور فی الفور وہ مر گیا میں نے واویلا کرنا اور منھ اور چھاتی پیٹنا اور کپڑے
پھاڑ کر زمین پر اپنے تئیں دے دے مارنا شروع کیا اور کہا افسوس کئی گھڑی
باقی رہی تھیں کہ یہ دن اس پر سے ٹل جاتا فقط اتنے ہی واسطے اس بیچارے
نے یہاں آکر پناہ لی تھی اور در حقیقت میں ہی کمبخت اس کا قاتل ہوا نجومیوں
نے سچ کہا تھا پھر میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا خداوندا تو دانا بینا ہے میں
نے اسے قصداً نہیں مارا غرض دیر تک اس کی لاش پر روتا رہا
جب دن تھوڑا باقی رہا میں سمجھا کہ اب اس کا باپ لینے کو آتا ہوگا آج

چالیس دن پورے گزر گئے میں کس منھ سے اس سے ملاقات کروں افسوس سب میری
محنت اور خدمت رائیگاں گئی بلکہ نیکی برباد گناہ لازم ہوا اب یہاں رہنا مناسب
نہیں اس کی لاش کو یوں ہی چھوڑ کر میں تہخانے میں سے نکل آیا اور دروازہ بند
کردیا اور دریا کی طرف نظر کی دیکھتا کیا ہوں کہ وہی جہاز جوہری بچے کے لینے
کو آتا ہے تہخانے کے اوپر ایک بہت بڑا درخت گنجان تھا اس کے اوپر چڑھ کر
میں نے اپنے تئیں چھپایا جہاز نے اسی کول میں آکر لنگر کیا اور وہ مرد پیر غلاموں
سمیت جہاز سے اتر کر اس تہخانے کے نزدیک خوشی خوشی آیا اور لڑکے کو پکارا
کچھ جواب نہ پایا پھر تہخانے میں جا کر پلنگ پر اسے مقتول پایا اس طرح کہ چھری
اس کے جگر میں گھسی ہوئی ہے الغرض سب رونے پیٹنے لگے میں بھی رونے لگا آخر
اس مرد پیر کو فرزند کی لاش دیکھنے سے غش آگیا تھا بازو پکڑ کر ہوا کھانے کے واسطے
اس تہخانے سے باہر نکلا اور اسی درخت کے نیچے جس پر میں چھپا ہوا بیٹھا تھا
بٹھایا وہ بدقسمت باپ پھر بھی ماتم میں اپنے بیٹے کے مبتلا ہوا جب ہوش میں آیا
غلاموں نے اس مقتول کی لاش کو تہخانے سے نکال کر غسل دیا اور کپڑوں میں
کفنا کر دفن کیا پھر اس کے باپ کو کہ زار زار روتا تھا قبر پر لائے اس نے
پہلے سب کے تین بار قبر میں مٹی دی بعد اس کے غلاموں نے قبر کو مٹی سے توپ کر
برابر کر دیا پھر تہخانے سے اسباب اور طعام باقی ماندہ نکال کر جہاز پر لے
گئے اور اس پر سوار ہو کر اپنے شہر کو روانہ ہوئے جب جہاز میری نظر سے غائب
ہوا میں درخت سے نیچے اترا اور بسبب تنہائی کے رات کو اسی تہخانے میں سو رہتا
اور فجر کو جزیرے میں واسطے ڈھونڈھنے راہ کے ادھر ادھر پھرا کرتا اور پھل پھلاری
کھاکے جیتا غرض ایک مہینے تک میں اسی طرح اس جزیرے میں رہا یہاں تک
کہ دریا پایاب ہو گیا پانی میری پنڈلیوں تک رہ گیا میں بڑی دشواری سے
اس پار پہونچا اور بہت دور تک چلا گیا یہاں تک کہ دور سے ایک
شے مثل آگ جلتی ہوئی کے نظر پڑی میں خوش ہو کر نزدیک گیا معلوم

ہوا کہ سرخ تانبے کا قلعہ ہے آفتاب کی شعاع پڑنے سے آگ کی طرح دور سے نظر
آتا ہے میں اس قلعہ کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا اور چاہا کہ حال اس قلعۂ عالیشان
کا دریافت کروں اتنے میں دس جوان حسین اس قلعے سے نکلے میں انہیں دیکھ
کر نہایت متعجب ہوا اس واسطے کہ دسوں جوان داہنی آنکھ سے کانے تھے اور ایک
بڈھا دراز قامت جسکی صورت نہایت متبرک تھی ہمراہ ان نوجوانوں کے تھا میں
ہنوز اسی تعجب میں تھا کہ یہ سب ایک آنکھ سے کانے کیونکر ہوئے اور ایک جگہ
کیوں رہتے ہیں کہ وہ ناگہاں میری طرف آئے اور مجھ سے سلام علیک کر کے پوچھا
تمہارا آنا یہاں کیونکر ہوا میں نے اول سے آخر تک سب حال اپنا بیان کیا وہ
سب سن کر نہایت متحیر ہوئے پھر وہ سب جوان مجھے اپنے ساتھ اس قلعے کے اندر لے
گئے اس کے اندر میں نے دالان در دالان بہت بڑے لمبے چوڑے دیکھے اور سوا
دالانوں کے بارہ دری خلوت خانے وغیرہ اسباب اور سامان سے سجے ہوئے تھے
ایک طرف قلعے کے ایک مکان بہت بڑا عالیشان مدوّر دیکھا جس کے دور میں
دس مکان نیلگوں بطور حجروں کے الگ الگ چھوٹے چھوٹے واسطے شب باشی
اور ان کی نشست کے ایسے بنے ہوئے تھے کہ ایک آدمی اس میں بخوبی رہے بیچ
میں اس دائرے کے ایک دالان سیاہ کہ بہ نسبت ان دس حجروں کے قدرے
بلند تھا اس میں وہ مرد پیر جس کا ذکر میں نے آگے کیا جا کر بیٹھا

اور

ان دس حجروں کہ گرد اس دائرے کے تھے وہ دسوں جوان علیحدہ علیحدہ
بیٹھے ایک جوان نے مجھ سے کہا اے دوست تو بھی قالین پر کہ بیچ میں اس مکان
کے بچھا ہوا ہے جا کر بیٹھ جا مگر کسی امر کو جو ہم کریں پوچھو نہیں اور نہ اس امر کو
پوچھو کہ کیونکر ہماری داہنی آنکھ گئی ہر ایک امر کو دیکھ کر چپ ہو رہیو پھر وہ
بڈھا اٹھا اور ان دسوں جوان کے لیے کھانا لایا اور ہر ایک کو حصہ
جدا جدا دیا اور ایک حصہ مجھے بھی دیا میں نے لیا اور کھایا جب ہم سب

کھا چکے اس بڈھے نے ایک ایک گلاس شراب کا ہم سب کو دیا پھر ان سب نے میرے
قصے کو دہرانے کے واسطے کہا میں نے دوبارہ ان کو سنایا پھر دیر تک ادھر ادھر
کی باتیں آپس میں کرتے رہے جب رات بہت گزری ایک جوان نے بڈھے سے کہا
اب وقت ہمارے آرام کا ہو چکا تم اب تک وہ چیز نہیں لائے اس بات کو
سن کر وہ اٹھا اور ایک حجرے سے دس طشت نیلے جو ان پوششوں سے ڈھکے ہوئے
لایا اور ایک ایک طشت مع ایک ایک شمع کے ہر ایک جوان کے آگے رکھا انہوں
نے ان سرپوشوں کو کھولا ہر ایک تھالی میں راکھ اور کوئلے کی سیاہی اور سیاہ
چراغ تھا انہوں نے اس راکھ اور سیاہی کو ملا کر اپنے چہروں پر ملا ان کی شکلیں
عجب طرح کی بھیانک معلوم ہونے لگیں پھر وہ سب چلا کر روئے اور منہ چھاتی
اپنی پیٹ پیٹ کر کہنے لگے دیکھو نتیجہ ہماری بیوقوفی اور حماقت کا اور اسی طرح
آدھی رات تک روتے اور پیٹتے رہے جب خاموش ہوئے وہی بڈھا ہر ایک
کے پاس سلابچی آفتابہ لایا ہر ایک نے اپنا منہ اور ہاتھ دھویا اور کپڑے بدل
کر اپنے اپنے مکانوں میں جا کر سو رہے یہ حال دیکھ کر مجھ کو عجب طرح کا اضطراب
ہوا چنانچہ کئی بار چاہا کہ اپنے عہد کو توڑ کر احوال پوچھوں مگر ضبط کیا
اور فجر تک اسی اندیشے میں مجھے نیند نہ آئی دوسرے دن صبح کے وقت جب
ہم سب اس قلعے سے ہوا کھانے کو نکلے میں نے ان سے کہا صاحبو تم سب
مجھ کو ذی شعور اور عقلمند دکھائی دیتے ہو مگر رات کو جو میں نے تمہارا حال دیکھا
تو بہت تعجب کیا اور میں سخت تردد میں پڑا ہوں اگر تم سے سبب پوچھتا ہوں تو
خلاف اپنے قول کے ہوتا ہے اور اگر نہیں پوچھتا تو مجھ سے رہا نہیں جاتا اب
تاب ضبط کی نہیں اس واسطے پوچھتا ہوں کہ تم نے کیوں اپنے چہروں پر
کالا کیا اور داہنی آنکھ سے تم سب کس واسطے کانے ہو انہوں نے کہا ہم اس
کا سبب کہہ نہیں سکتے اگر تجھ کو ہمارے ساتھ رہنا منظور ہے تو ان
باتوں کے خیال میں نہ پڑ پھر جب رات ہوئی ہم سب نے کھانا چنا

جدا کھایا اور اس بڈھے نے اسی طرح سے تھالیوں کو ان کے آگے رکھا اور وہ
منھ اپنا سیاہ کر بدستور شب گذشتہ سب امر دن کو عمل میں لائے میں اس حال کو دیکر دیکھ
کر نہایت بے قرار ہوا اور ان سے کہا صاحبو یا تو تم مجھے اس امر سے آگاہ کر دیا مجھے
میری ولایت کو پہونچاؤ مجھے اتنا صبر نہیں کہ میں ساتھ رہ کر تمہیں اس حالت میں
دیکھا کروں ایک جوان نے مجھے جواب دیا کہ تو ہمارے اس حال کو دیکھ کر اتنا
نہ گھبرا ہم بسبب تیری دوستی اور بھلائی کے اس کو ظاہر نہیں کرتے کہ مبادا تیرا
حال بھی ہمارا سا ہو جائے اگر تو چاہتا ہے کہ ہماری اس بد قسمتی سے آگاہ ہو تو
ہم سے کہہ کہ اس کی تدبیر کریں میں نے کہا ہاں بہت مشتاق ہوں اس جوان نے
کہا پھر تجھ کو ہم سمجھاتے ہیں کہ ہماری نصیحت پر عمل کر میں نے نہ مانا پھر اس جوان
نے کہا کہ اگر کسی صدمے سے تمہاری داہنی آنکھ کانی ہو جائے گی اور ہمارے پاس
آؤ گے تو ہم تم کو اپنے ساتھ ہرگز نہ رہنے دیں گے اس واسطے کہ یہاں اب آگیا رہنے
کی گنجائش نہیں میں نے کہا مجھے قبول ہے ہرچہ بادا باد تب انہوں نے ایک
بھیڑ کو حلال کر کے اس کا پوست نکالا اور چھری مجھے دیکر کہا اس کو احتیاط سے
اپنے پاس رکھ تیرے کام آئے گی اب ہم تجھے اس کھال میں بند کر کے میدان میں
رکھ کر چلے آئیں گے ایک بہت بڑی چڑیا جس کو رخ کہتے ہیں وہ آکر تجھے اپنا شکار
سمجھ کر جھپٹا مار کے اوپر کو لے اڑے گی اور پھر تجھے ایک پہاڑ کی چوٹی پر رکھ
کر ارادہ تیرے کھانے کا کرے گی جس وقت تو اپنے تئیں زمین پر پائیو فی الفور
چھری سے کھال چیر کر جلد باہر نکل آئیو وہ تجھے دیکھ کر ڈرے گا اور اڑ جائے گا
پھر تو بلا تامل آگے جائیو تھوڑی دور پر تجھے ایک قلعہ نہایت عجیب وغریب ملے گا اس
قلعے کے نیچے سے اوپر تک تر سونے کے لگے ہیں اور جا بجا اس پر زمرد وہیرے
وغیرہ جواہرات قیمتی جڑے ہیں پھر تو دروازے سے کہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے ہو کر
اندر قلعے کے بے خطر چلا جائیو ہم سب بھی اس قلعے میں یاری باری
سے گئے مگر جو کچھ واردات ہم سبھوں پر وہاں گزری وہ قابل بیان

نہیں تجھے خود معلوم ہو جائے گا مگر یاد رکھنا کہ ہماری طرح تو بھی داہنی آنکھ سے کانا ہو جائے گا جب اس جوان نے یہ کلام تمام کیا میں نے چھری اپنے ہاتھ میں لے کر بھیڑ کی کھال کو لے اپنے اوپر لپیٹا اور انہوں نے اسے چاروں طرف سے سیا اور میدان میں لا کر رکھ دیا تھوڑی دیر میں رخ جانور آیا اور مجھ کو بھیڑ سمجھ کر اپنے پنجوں میں پکڑ کر اس پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا جب میں نے دیکھا کہ اس نے مجھے زمین پر رکھا فی الفور میں چھری سے کھال کاٹ کر باہر نکل آیا رخ مجھے دیکھتے ہی اڑ گیا میں دو پہر کے بعد اس قلعہ میں پہونچا اور قلعہ کو بہت خوبصورت اور اچھا پایا پھر میں اس کے اندر گیا ایک مکان مربع بہت وسیع دیکھا جس میں ایک دروازہ سونے کا اور ننانوے دروازے صندل اور آبنوس کے تھے اور بیشمار زینے نظر پڑے جن میں سے چڑھ کر ان مکانوں پر جاتے تھے وہ ننو دروازے خزانوں اور باغوں کے تھے ان میں بیشمار دولت بھری ہوئی تھی پھر ایک دروازہ بارہ دری کا نظر آیا اس کے اندر میں نے جا کر دیکھا چالیس جوان بیبیاں نہایت خوبصورت لباس فاخرہ پہنے ہوئے بیٹھی تھیں مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئیں اور نہایت خوشی سے بولیں آؤ صاحب خیر و عافیت سے ہو ہم سب بڑی دیر سے منتظر تمہارے تشریف لانے کی تھے الحمد للہ کہ تم میں سب صفات اور خوبیاں ہمارے دلخواہ پائی جاتی ہیں پھر انہوں نے مجھ کو باصرار تمام صدر مکان میں کہ اور مکانوں سے بلند تھا بٹھلایا پھر ان سب نے کہا اس وقت سے تم ہمارے سب کے خاوند اور مالک ہو ہم تمہارے فرمانبردار ہیں اس وقت کی خوشی کا حال میں کچھ بیان نہیں کر سکتا پھر ایک گرم پانی میرے پاؤں دھونے کے واسطے لائی اور دوسری خوشبو کا پانی میرے ہاتھوں پر ڈالنے لگی اور کسی نے پوشاک لا کر پہنائی اور کسی نے طرح طرح کے لا کر میرے آگے چنے اور کوئی صراحی اور گلاس شراب نقدیں کا ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی غرض ان سب خدمتوں کو با خلاص تمام کرتی تھیں میں ایسا فریفتہ ہوا کہ سب رنج بھول گیا اور اپنے تئیں بادشاہ ہفت اقلیم سمجھنے لگا پھر میں نے ان سب کے ساتھ خاصہ کھایا اور شراب پی پھر ان سب نے گرد بیٹھ کر مجھ سے حال سنو پوچھا میں نے ان سے سب حال اپنا بیان کیا یہاں تک کہ رات ہو گئی پھر انہوں نے اس مکان میں روشنی اس مرتبہ میں کی کہ دن معلوم ہونے لگا اور رکابیں کھانے کی اٹھا کر میوے اور شیرینی وغیرہ لا کر میز پر

پر رکھی اور طرح طرح کی شرابیں اور مشروبات شیشوں اور کنٹروں میں لا کر چن دیئے جب سب
چیزیں چنی گئیں مجھے اس پر بٹھلایا اور کئی بیبیاں میرے ساتھ بیٹھیں اور کئی گانے بجانے
لگیں پھر شراب دیر تک پیتے رہے بعضی سازوں کو ملا کر گانے لگیں اور بعضی ناچنے آدھی رات
اسی لطف میں گزری اور قبل اس کے رنگ ناچ گانا موقوف ہوا ایک بی بی نے مجھ سے کہا آج
تم بہت دور سے آئے اور ماندے ہو اب آرام کرو آپ کی خوابگاہ تیار ہے مگر ہم میں سے
ایک کو پسند کرو تا کہ وہ آپ کے کمرے میں جا کر سوئے میں نے کہا یہ غیر ممکن ہے کیا ایک کو تم میں
سے کہ سب حسن میں یکساں ہو ترجیح دوں یہ امر موجب میری گستاخی اور باعث رنجیدگی اور دل شکنی
ہوگی اس میں تردد نہ کرو جلد ایک کو پسند کرو میں نے مجبور ہو کر ہاتھ اس بی بی کی طرف دراز
کیا جو مجھ سے ہمکلام تھی اس نے فی الفور اپنا ہاتھ مجھے دیا پھر سب نے مجھے ایک بہت اچھی
خوابگاہ میں لے جا کر اس بی بی کے ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے کمرے میں جا کر آرام کیا دوسرے
دن فجر کو میں نے خواب سے بیدار ہو کر رنگ برنگ کے لباس اور جواہرات کہ کشتی میں پہلے
سے تیار تھے پہنے بعد اس کے ان چالیس بیبیوں نے آ کر مجھے سلام کیا اور میری خیر و عافیت
پوچھی اور مجھے حمام میں لے جا کر نہلایا اور پوشاک اس سے زیادہ پر تکلف پہنائی اور کھانا
کھلایا بعد اس کے سیر تماشوں میں آدھی رات آنند میں گذر گئی جب وقت آرام
کرنے کا آیا انہوں نے مجھ سے کہا جسے آپ پسند کریں وہ آپ کے ساتھ سوئے میں نے ایک کا ہاتھ
ان میں سے پکڑ لیا اور خوابگاہ میں جا کر سو رہا پھر مجھ کو وہی رنگ ہوا قصہ مختصر اسی وضع سے
کمال عیش و عشرت میں ایک سال کامل قلعے میں رہا جب ایک دن اس برس کا باقی رہا وہ
سب بیبیاں یا تو ہر روز فجر کو آ کر مجھے سلام کرتیں اور میری خیر و عافیت پوچھتیں اس دن وہ
سب روتی ہوئی آئیں اور مجھ سے گلے مل کر کہنے لگیں اے شہزادے اب ہم سب تم سے بچھڑتے
ہوتے ہیں تمہارا خدا حافظ ان کے رونے سے مجھے کمال رقت ہوئی میں نے کہا ہمارے خدا
مجھے آگاہ کرو میں کچھ تمہارا مددگار ہوں یا نہیں انہوں نے کہا مرضی خدا کی یوں ہی
ہے کہ پھر ہم تم کو کبھی نہ دیکھیں اور نہ تم ہمیں و لیکن اس واسطے کہ بہت آدمی شکل
تمہارے یہاں آئے اور رہے آخر تم سے اور ان سے جدائی ہوئی اب ہم کو

خبر نہیں کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ یہ کہہ کر وہ سب رونے لگیں میں نے کہا تم کیوں نہیں سماں بیان
کرتی ہو انہوں نے کہا سوا اس امر کے محبت اور ہم کیا نہیں کہ یہ وقت ہماری اور تمہاری
مفارقت کا ہے اور پھر ہمیں امید نہیں کہ تم کو دیکھیں لیکن اگر تم چاہو تو البتہ ہم کو پھر امید
ہے کہ آ کر تم کو دیکھیں اور یہی محبت ہمارے اور تمہارے درمیان میں رہے میں نے کہا خدا
کے واسطے صاف صاف کہو تب ایک نے کہا کہ ہم چالیسوں بیبیاں بادشاہوں کی ہیں سال
بھر ہم اس مکان میں واسطے تفریح طبع کے رہتے ہیں بعد ایک برس کے ہم چالیس دن کے
واسطے بعض امور ضروری کے لئے یہاں سے جاتے ہیں اور بعد چالیس روز کے پھر اس مکان
میں آتے ہیں کل کے دن یہ برس پورا ہوا آج کے دن ہم سب تم سے رخصت ہوتے ہیں یہ سبب
ہمارے رونے کا ہے اور ایک امر یہ ہے کہ ہم بتا دیں سب اسباب اور مکانوں کی کنجیاں خصوصاً
ان سو دروازوں کی تمہیں سپرد کر جائیں گے تاکہ تم بعد ہمارے جانے کے ہر ایک مکان کی سیر
کر کے دل اپنا بہلاتا مگر تمہیں تمہاری ہی قسم دیتے ہیں کہ اس سونے کے دروازے کو
نہ کھولنا اگر تم اسے کھولو گے تو پھر ہم تم کو ہرگز نہ دیکھ سکیں گے تم سے صبر نہ ہو سکے گا اور
خواہ مخواہ اس دروازے کو تم بے ہمارے کھولو گے یہی امر سبب ہماری اور تمہاری
مفارقت کا ہے اس واسطے ہم تمہاری جدائی کے لئے روتے ہیں اگر تمہیں خدا توفیق دے
بعد ہمارے جانے کے اسے نہ کھولو تو کچھ جائے اندیشہ نہیں سراسر چین ہے دیکھو خبردار
اس سونے کے دروازے کو تم ہرگز نہ کھولنا اس سونے کے دروازے کی کنجی کو آپ اپنے
پاس رکھیے ان کی یہ باتیں سن کر مجھے نہایت رنج ہوا میں نے کہا تمہاری مفارقت میں مجھے
کمال رنج ہوگا اور تمہاری اس نصیحت سے ممنون اور شاکر ہوا میں مقرر جب تمہارے کہنے
کے عمل کروں گا دیکھو سونے کے دروازے کو کبھی نہ کھولوں گا آخر ایک ایک کے گلے لگ
کر ان سب بیبیوں کو رخصت کیا پھر وہ سب اس قلعے سے چلی گئیں اور میں اکیلا رہ گیا ایک
برس تو ایسے جلسے میں رہا اب تنہائی سے مجھے کمال ملال ہوا چالیس روز کی جدائی تھی مگر
مجھ کو ایک ایک گھڑی ایک برس تھی آخر تنہائی میں سوچا کہ بموجب ان کی نصیحت
کے فقط دروازہ سونے کا نہ کھولوں اور دروازے جن کے کھولنے کی اجازت

ہے کھول ان کی سیر کر اور اپنے جی کو بہلا پھر میں نے کنجیاں لے کر پہلا دروازہ کھولا اس کے اندر
میووں کا باغ تھا کہ مثل اس کے کوئی باغ نہ ہوگا ہزاروں درخت موزوں جا بجا قرینے سے
لگے ہوئے اور طرح طرح کے میوے خوش رنگ و خوش مزہ ان میں لٹک رہے تھے اور ان درختوں
میں پانی عجب طرح سے پہنچایا تھا چھوٹی چھوٹی نہریں پختہ چاروں طرف سے بڑی نہر سے
کاٹ کر اس کاریگری سے لائے تھے کہ خود بخود ہر ایک درخت کی جڑ میں پانی بقدر حاجت
کے پہونچتا دیر تک اس باغ کی سیر کی اور ہر ایک امر کو اس کے کہ نہایت عجیب و غریب
تھا دیکھ کر متحیر ہوتا رہا آخر اس دروازے کو بند کر کے دوسرا دروازہ کھولا اس میں طرح
پھولوں کا چمن تھا اور پانی نہایت صنعت سے پہونچا اور کوئی قسم کا پھول دنیا میں نہ
ہوگا کہ اس باغ میں نہ تھا اور ان کی خوشبوؤں سے وہاں کی ہوا معطر ہو رہی تھی پھر وہ
دروازہ بند کر کے تیسرا کھولا اس میں ایک بڑا پاخانہ تھا جس میں فرش سنگ مرمر کا اور
پنجرے صندل اور آبنوس کے لٹکتے تھے بلبل اور طوطی وغیرہ خوش الحان ایسے کہ خوش آوازی کی
اور چہچہانے سے بے اختیار دل کو فرحت اور سرور حاصل ہوتا اور ان طائروں کے دانے
پانی کی کٹھیاں زبرجد وغیرہ سنگ قیمتی کی تھیں اور چڑیا خانہ اتنا بڑا تھا کہ سو آدمیوں
سے اس کی خبر گیری نہ ہو سکتی مگر ان باغوں میں ایک آدمی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔
اور ایک تماشا عجیب وہاں نظر آیا پھر جب آفتاب قریب غروب کے ہوا تب وہ
چڑیاں واسطے بسیرا لینے کے اپنے اپنے نشیمن میں جا بیٹھیں اور میں اپنے مکان میں آکر سو رہا
دوسرے دن پھر فجر کو واسطے کھولنے اور دروازوں کے جاکر ایک دروازہ کھولا اس میں
ایک بڑی عمارت پائی جس کے گرد بڑے بڑے مکان دالان بنے ہوئے تھے اور اس میں
چالیس دروازے لگے دیکھے مگر وہ سب دروازے کھلے ہوئے تھے اور ہر ایک دروازہ
سے راہ خزانوں میں جانے کی تھی چنانچہ ایک کوٹھا صرف موتیوں سے بھرا ہوا تھا ایک
ڈھیر میں بڑے بڑے موتی مانند بیضے کبوتر کے تھے دوسرے ڈھیر میں موتی چھوٹے اور
اسی طرح کے کئی ڈھیر اور ہر ایک قسم کے موتی جدا جدا اور دوسرے کوٹھے میں
ہیرے اور لعل شب چراغ وغیرہ اور تیسرے میں زمرد چوتھے میں سونے کی

اینٹیں پانچویں میں اشرفیاں چھٹے میں چاندی کی اینٹیں ساتویں میں روپے اور باغیچوں میں
تھے طرح طرح کے جواہرات اور معدنیات غرض ان انتہائے قیمتی سے تمام مکان بھرے
ہوئے تھے اس دولت بے انتہا کو دیکھ کر میں متحیر ہوا اور سوچا کہ میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ
اس قدر خزانے اور چالیس شہزادیاں حور تمثال اپنے تصرف میں رکھتا ہوں بی بی عجائبات
دہاں کے کیا بیان کروں زبان میری قاصر ہے غرض جب اس سیر و تماشے میں انتالیس دن
گزر گئے اور اس عرصے میں میں نے ننانوے دروازے کھولے اور ہر ایک شے کو دیکھ کر نہایت
تعجب کیا اب فقط ایک دروازہ رہ گیا کہ جس کے کھولنے کے لیے مجھے منع کیا تھا چالیسویں
دن کہ دوسرے دن اس کے سب شہزادیاں اس قلعے میں آئیں اور مجھ سے ملاقات فرمائیں مجبر کو
اٹھتے ہی مجھے شیطان نے بہکایا یہاں تک بہکایا کہ میں نے اس دروازہ کو کھولا بمجرد کھولنے
کے ایسی اچھی خوشبو اس کے اندر سے آئی کہ مجھے غش آگیا پھر جب ہوش میں آ کر میں نے کہا کہ ذرا اس
کے اندر جا کر دیکھو بھال کر جلد بند کر دوں گا آخر اس کے اندر گیا اور تھوڑی دیر توقف کیا کہ
وہ تیزی خوشبو کی کم ہو جائے اتنے میں اس دروازے کے اندر ایک مکان بہت بڑا گنبددار
دیکھا کہ اس کی زمین پر زعفران بچھا ہوا تھا اور اس کے اندر شمعیں عنبر اور اگر کی سونے کی تپائیوں
پر روشن تھیں علاوہ اس کے بہت سے چاندی کے چراغ خوشبودار تیل کے روشن دیکھے اور منجملہ ان عجائبات
کے ایک مشکی گھوڑا بہت خوبصورت بندھا ہوا تھا میں نزدیک جا کر اسے دیکھنے لگا زین اور لگام
میں بہت سونے کے لگے ہوئے تھے اس کے بہت تماشے جواہرات ایک طرف میں رکھے ہوئے اور
ایک ظرف میں گلاب واسطے پینے کے میں اسے باہر چاندنی میں نکال لایا تاکہ اچھی طرح دیکھوں
پھر میں نے اس پر سوار ہو کر چاہا کہ وہ چلے مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا آخر میں نے اس کو ایک چابک
مارا وہ بڑی خوفناک آواز سے ہنہنایا اور اپنے پروں کو کہ میں نے پہلے نہیں دیکھے تھے کھول کر
آسمان کی طرف اتنا بلند اڑا کہ زمین دکھائی دینے سے رہ گئی میں نے خوف سے گرنے کے اس
کی گردن میں لپٹ گیا پھر اس نے زمین کی طرف اترنا شروع کیا آخر کو چھت پر ایک قلعہ
کی اترا اور اتنی فرصت مجھے نہ دی کہ میں اس کے اوپر سے اتر دول اپنی پیٹھ کو
اس قدر جنبش دی کہ میں چت گرا اور دم کو میری داہنی آنکھ میں مار کر وہ چھوٹ

گئی سبب میرے کانے ہونے کا ہوا اور اس وقت مجھے کہنا ان دس نوجوانوں کا یاد آیا پھر وہ
گھوڑا اترا اور میری نظر سے غایب ہو گیا میں اس مصیبت میں اٹھا اور تمام چھت اس محلے کی
طے کی درد چشم سے نہایت بے قرار تھا پھر میں نے چھت سے نیچے اتر کر بارہ دری میں جا کر ان
دس نوجوانوں کو کہ گرد اس مکان کے تھے اور اس کے بیچ والے کو کہ دسوں سے بلند تھا دیکھ کر
پہچانا کہ یہ وہی قلعہ ہے جس میں سے رُخ مجھے پہاڑ پر اٹھا لے گیا تھا وہ دسوں جوان بھی
تھوڑی دیر میں اس پیر مرد کے ساتھ آئے انہوں نے مطلق میری طرف توجہ نہ کی اور نہ میری
آنکھ کھونے کا افسوس کیا اور کہا ہم تمہیں اس حال پر مبارکباد نہیں دے سکتے اور تم
باعث تمہاری اس مصیبت کے نہیں ہوئے ہیں میں نے کہا سچ فرماتے ہو جو کچھ مجھ پر گزرا صرف
اپنے ہاتھوں سے پھر انہوں نے کہا اس مصیبت کے علاج سے بھی ہم معذور ہیں کیونکہ اسی
میں ہم سب بھی مبتلا ہیں ایک ایک برس تک ہم سب بھی کمال عیش و عشرت سے اس قلعہ
میں رہے اگر سونے کا دروازہ نہ کھولتے تو ہماری یہ حالت نہ ہوتی اور ہمیشہ اسی عیش
و عشرت میں رہتے تم ہم سب سے زیادہ ہوشیار تھے لیکن اسی سزا میں مبتلا ہوئے اس جگہ
اب گنجائش اور شخص کی نہیں تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ یہاں سے تم بغداد کو جاؤ
وہاں جا کے ایک شخص سے ملاقات ہوگی کہ جو تمہاری اس مصیبت کو دور کرے گا اور اس
کے سبب سے تمہارا یہ سب ادبار مبدل بعیش ہو جائے گا میں نے راہ بغداد کی لی اور
اثنائے راہ میں چار ابرو کا صفایا کر لباس قلندری پہنا بعد مدت دراز کے سفر کرتے کرتے
آج شام کو اس شہر میں پہونچا دروازے پر شہر پناہ کے ان دونوں قلندروں سے ملاقات
ہوئی پھر ہم تینوں واسطے تلاش کرنے مکان کے بکمال خوش نصیبی سے تمہارے دروازے پر آئے
تم نے از راہ غریب نوازی ہمیں اپنے گھر میں جگہ دی اور سب طرح سے سرفراز کیا کہ جس کا شکر
ہم ادا نہیں کر سکتے جب تیسرے قلندر نے بھی اپنا قصہ تمام کیا زبیدہ نے کہا کہ تم تینوں کا
قصور میں نے معاف کیا اب تم یہاں سے چلے جاؤ تب ان میں سے ایک نے کہا ہم امیدوار
ہیں کہ یہاں ٹھہر کر ان تینوں شخصوں کا حال بھی سنیں زبیدہ نے خلیفہ اور جعفر
اور مسرور سے کہ ان تینوں سے واقف نہ تھی کہا اب تم بھی اپنا اپنا حال

پھر وزیر جعفر نے عرض کیا کہ بی بی ہم اپنا حال وقت داخل ہونے اس مکان کے مفصل عرض
کر چکے ہیں ہم تینوں شخص سوداگر موصل کے ہیں واسطے بیچنے اپنے اسباب کے بغداد میں آئے تھے اور
ایک کاروانسرا میں اترے آج کی رات ایک سوداگر نے اس شہر کے ہماری دعوت کی تھی ہم سب
کو اپنے گھر بلا کر بہت اچھے کھانے کھلائے اور نفیس شراب پلائی بعد اس کے دیر تک گانا اور
ناچ محفل میں ہوا کیا یہاں تک کہ گانے بجانے کی آواز سن روند کے لوگ دوڑے اور بہت
سے آدمی محفل کے گرفتار کر لیے ہم اپنی خوش نصیبی سے بھاگ کر نکل آئے مگر وہ دروازہ سرا کا
بند ہو گیا تھا ہم حیران تھے کہ کدھر جائیں ناگہاں اس کوچے میں پہونچے اور تمہارے گھر کا
دروازہ کھلوایا اور تمہاری اجازت سے اس کے اندر داخل ہوئے زبیدہ نے کہا
میں نے تمہارا قصور بھی معاف کیا۔ اب تم سب یہاں سے چلے جاؤ اور اس نے للکار کر یہ حکم
دیا کہ خلیفہ جعفر وزیر مسرور تینوں قلندر اور حمال جلد اس گھر سے نکل گئے۔

ملکہ شہرزاد نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ خداوند اب تو دن نکل آیا کل کی رات
اگر میری جاں بخشی ہو گی تو میں اس سے بہتر قصہ آپ کے حضور میں کہوں گی بادشاہ خواب گاہ
سے اٹھ کے اپنے کاروبار معمولی میں مشغول ہوا مگر اپنے دل میں سوچا کہ شہرزاد نے وعدہ کیا
ہے کہ کل کی رات اس سے بہتر اور عجیب قصہ کہے گی اس کو قتل نہ کیا چاہئے اور آج بھی جاں
بخشی کر کے اس سے قصہ کو سن لیا جائے۔

دوسرے دن ملکہ شہرزاد نے آخر شب میں اس قصہ کو اس طرح کہنا شروع کیا کہ اگلے
زمانے میں ایک درزی کاشغر کا جو مشہور ملک تاتار کے ہے اپنی دوکان پر بیٹھ کر کپڑے سیا
کرتا تھا ایک دن بیٹھا ہوا قریب شام کے سی رہا تھا ناگہاں ایک شخص کبڑا دف پشت پر لیکر
آیا اور اس کی دوکان کے تلے بیٹھ کر گانے لگا درزی بہت خوش ہوا اور جب وہ اپنے گھر
جانے لگا تب اس نے کبڑے سے کہا اگر تمہارا جی چاہے تو میرے گھر کو یہاں سے قریب ہے
چل کر گاؤ بجاؤ کبڑا اس کے گھر گیا جب درزی منہ ہاتھ دھو کر بیٹھا تو اپنی بی بی سے کہ وہ
خوبصورت تھی اور اس کو نہایت پیار کرتا تھا کہنے لگا آج میں تمہارے تماشا سننے
کے لئے اس شخص کو کہ خوب گاتا بجاتا ہے لایا ہوں کھانا لاؤ اس کی بی بی نے فوراً

بچھا کر کھانا لا کر رکھا اور میاں بی بی باہم بیٹھ کر کھانے لگے اور اس کبڑے کو بھی شریک کیا
اتفاقاً اس دن درزی کے گھر مچھلی پکی تھی کبڑے کو بھی دی وہ بہت لذیذ تھی کبڑے نے
اس بے احتیاطی سے کھائی کہ ایک کانٹا اس کے حلق میں پھنس گیا بظاہر اس کا دم بند ہو گیا
پھر تو درزی اور اس کی بیوی نے بہت تدبیریں کیں مگر کوئی نہ بن پڑی آخر درزی ڈرا اور
گھبرا گیا کہ اگر کوتوال شہر کو خبر ہوگی تو مجھے گرفتار کرے گا کبڑے کو حکیم یہودی کے پاس جو اس
کے گھر کے نزدیک تھا اٹھا کر لے گیا اور دروازہ حکیم کا بند پایا کبڑے کو لٹا سیڑھی کی راہ
سے اوپر چڑھ گیا اور دروازے پر دستک دی لونڈی حکیم کی باہر نکلی درزی نے پانچ
روپیہ اسے دے کر کہا کہ تو جلد جا کر اپنے آقا سے خبر کر تا بیمار کو آکر دیکھے اور اس کی
تدبیر کرے جب لونڈی اندر گھر کے حکیم کو کہ بالا خانے پر رہتا تھا خبر کرنے گئی درزی کبڑے
کو مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ گیا اور دروازے کے سہارے کھڑا کر کے آپ چپکے سے چل دیا حکیم
خوشی کے مارے اسی وقت بے روشنی دروازے کی طرف دوڑا اور کنڈی کھول کر
چاہتا تھا کہ نیچے اترے اور بیمار کو دیکھے بجز کھولنے دروازہ کے وہ کبڑا زینے سے
ڈھلکتا ہوا نیچے آپڑا حکیم حیران ہوا کہ یہ کیا چیز تھی جو نیچے گر پڑی پھر جب روشنی منگا کر
دیکھا تو کبڑا کو مرا ہوا دیکھ واویلا کرنے لگا اور یہ سوچا اگر کوئی اس لاش کو دیکھ کر حاکم
سے کہے تو بڑی مصیبت میں پڑوں گا غرض حکیم اس کبڑے کو اندر گھر کے لے گیا۔
اور میاں بی بی نے آپس میں مشورہ کر کے کبڑے کے دونوں بازوؤں میں رسی باندھ
آتشدان میں ایک مسلمان کے جو پچھواڑے رہتا تھا ڈال دیا وہ مسلمان مودی بادشاہ کا
اکثر روغن و غلہ وغیرہ اپنے گھر میں رکھا کرتا چوہے بلیاں اس کی کھایا کرتے اتفاقاً مودی
آدھی رات کو جب اپنے گھر آیا لالٹین کی روشنی سے کبڑے کو بخاری میں کھڑا دیکھ کر چور
سمجھا کہنے لگا تو ہی میری جنس چرا کر لے جایا کرتا ہے میں اب تک جانتا تھا کہ چوہے
کھایا کرتے ہیں اس کو مارنے لگا دو چار لاٹھی کے پڑنے سے کبڑا زمین پر گر پڑا مودی
نے نزدیک جا کر اس کو مردہ پایا بہت نادم ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ تو نے
ناحق غضب کیا کہ چور کا خون کیا اب تو اس کے عوض جان سے مارا جائے گا اس

اندیشے سے ایسا بیخود ہوا کہ ہوش نہ رہا جب ہوش میں آیا اس کو کندھے پر رکھ اندھیرے میں لے
گیا اور اندھیرے میں ایک دوکان سے لگا کر کھڑا کر دیا اور اپنے گھر آکر سو رہا تھوڑی دیر میں
ایک فرنگی سوداگر کہ بڑا آدمی اور داروغہ مکانات بادشاہی کا تھا کسی زن فاحشہ کے گھر
سے نکل واسطے غسل کے حمام میں جانے لگا جب قریب اس دوکان کے پہونچا اس کی پیٹھ
سے جسم کبڑے کا لگ گیا فرنگی چور سمجھ کر خوب اسے لات مکی سے مار چور چور کر کے پکارا روند
کے سپاہی دوڑے اور فرنگی سے کہا تو کیوں اس مسلمان کو مارتا ہے فرنگی بولا یہ چور ہے
چاہتا تھا کہ میرا گلا دبائے غرض ایک سپاہی نے فرنگی کا ہاتھ پکڑ کر کبڑے سے جدا کیا
بمجرد ہاتھ لگانے کے اسے مردہ پایا سپاہی روند کے فرنگی کو گرفتار کر کوتوال شہر کے
پاس لے گئے کوتوال اس فرنگی کو کبڑے کی لاش سمیت قاضی کے حضور میں لے گیا قاضی
نے مجرم کو مع لاش بادشاہ کے حضور میں لے جا کر عرض کیا کہ اس سوداگر نے اس کو چور
سمجھ کر اس قدر مارا کہ مر گیا بادشاہ نے فرمایا موافق حکم شرع شریف کے تو حکم کر قاضی
نے فتویٰ دیا کہ فرنگی کو پھانسی دو بمجرد حکم قاضی کے ڈگڈگی پھانسی کی چوراہے پر بجائی
ہوئی اور تمام شہر میں ڈھنڈھورا پیٹا گیا کہ بعوض خون ایک کبڑے کے فلانا سوداگر
پھانسی دیا جاتا ہے جب مجرم کو جلاد نے چاہا کہ اس کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچے تو ہی
بادشاہ کا متفنل میں پہونچا اور پکار کر کہا کہ اے جلاد قاتل اس کبڑے کا میں ہوں اور
سارا حال اپنا اور کبڑے کے مارنے کا ظاہر کیا قاضی نے جلاد سے کہا سوداگر کو چھوڑ
دے اور یہودی کو پھانسی دے جلاد یہودی کے گلے میں رسی ڈال کر چاہتا تھا کہ کھینچے آواز
حکیم یہودی کی سنی کہ کہتا ہے اے جلاد ٹھہر اس کو قتل نہ کر میں نے اس کو مارا ہے پھر
اس حکیم نے سب ماجرا ظاہر کیا قاضی نے جلاد سے کہا یہودی کو چھوڑ دے اور حکیم کو پھانسی
دے جلاد نے جب رسی گلے میں حکیم کے باندھی درزی نے پہونچ کر جلاد سے کہا کہ خون
اس کا میرے سبب سے ہوا حکیم بے قصور ہے قاضی اور خلق کلام یہودی اور حکیم اور
درزی کا سن کر نہایت متعجب ہوئے آخر قاضی نے جلاد سے کہا کہ حکیم کو چھوڑ دے
اور اس درزی کو پھانسی دے جلاد حکیم کو چھوڑ کر چاہتا تھا کہ درزی کو قتل

کرتے اتنے میں پہرہ پادشاہی وہاں آیا اور قاضی کو مع فرنگی اور یہودی اور حکیم اور درزی اور
لاش کبڑے کی بادشاہ کے پاس لے گیا اور سبب یہ ہوا کہ کبڑا خاص مسخرہ بادشاہ کا تھا ہر روز مجرا
کو حاضر ہو کر بادشاہ کو خوش کیا کرتا اس روز بادشاہ نے اس کو حاضر نہ پا کر پوچھا کہ کیا سبب
ہے کہ آج کبڑا اب تک حاضر نہیں ہوا حشم دولت نے کل حال اس کا عرض کیا بادشاہ نے
اس حال عجیب و غریب کو سن کر حکم کیا کہ جلد جاؤ اور قاضی سے کہو کہ چاروں شخصوں کو کبڑے
کی لاش سمیت میرے پاس حاضر کر الغرض قاضی نے ان سب کو لا کر بادشاہ کے حضور میں
حاضر کیا اور چاروں کے اقرار و اظہار بھی مفصّل عرض کیے بادشاہ نے اس کا تفصیل لکھوا کر
چاروں شخصوں سے کہا تم نے اس قصے سے کوئی قصہ عجیب تر اگر دیکھا سنا ہو تو میرے حضور
میں ظاہر کرو اگر اس سے تمہارے قصے عجیب ہوں گے تو تم کو چھوڑ دوں گا ورنہ تم چاروں
کی گردن مار دوں گا پہلے سب کے فرنگی سوداگر نے آداب بجا لا کر عرض کیا کہ غلام ایک
عجیب تر قصہ جانتا ہے اگر جان بخشی ہو تو اس کو عرض کر دوں بادشاہ نے قبول کیا۔
سوداگر نے عرض کیا فدوی باشندہ کبیر دار السلطنت مصر کا ہے باپ میرا پیشہ دلالی
کیا کرتا تھا اور اسی پیشہ میں اس نے بہت دولت پیدا کی تھی جب وہ مر گیا بہت مال و اسباب
اس کا میرے ہاتھ لگا میں نے بھی یہی پیشہ اختیار کیا ایک دن بازار میں غلہ فروشوں کی گیا تھا
وہاں ایک جوان خوبصورت پوشاک عمدہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار آیا اور مجھ سے صاحب
سلامت کر کے نمونہ تل کا مجھے دکھلایا اور پوچھا کہ ایسے تل کتنے من بکتے ہیں میں بولا کہ
فی من سو درہم جوان نے کہا کہ اگر کوئی خریدار اس کا ہو تو اس کو میرے پاس کہ فتح دروازے
سے متصل ایک سرا میں رہتا ہوں لے آنا اور اس قیمت کو سب تل تلوا دینا یہ کہہ کر وہ چلا گیا
میں نے وہ نمونہ اور سوداگروں کو دکھلایا وہ سب فی من ایک سو دس درہم دینے پر راضی
ہوئے میں بہت خوش ہوا کہ فی من دس درہم میرا حق ہے غرض سودا اس کا پکا کر کے جوان
کے گھر گیا اس نے مجھے اپنے گودام میں لے جا کر بورا تل کا دکھایا میں نے ان سب کو تلوایا
ایک سو پچاس من نکلے ان کو گدھوں پر لدوا قیمت اس کی سولہ ہزار پانچ سو درہم اس
جوان کے حوالہ کیے جوان نے کہا اپنے پاس امانت رکھو جب مجھے درکار ہوں گے لے لوں گا

یہ کہہ کر اپنے گھر کو چلا گیا بعد ایک مہینے کے اس جوان نے آکر مجھ سے پوچھا کہ ہماری امانت تمہارے پاس ہے میں نے کہا ہے اگر کہو تو لا دوں اور آپ گھوڑے سے اتر کر کچھ کھانا بھی تناول فرمائیں جوان نے کہا میں بسبب ایک کام ضروری کے ٹھہر نہیں سکتا مگر جب پھر دوں گا تو لے لونگا تم تیار رکھنا میں منتظر رہا مگر وہ اس دن نہ آیا بلکہ ایک مہینے تک میں نے اس کو نہ دیکھا بعد تین مہینے کے پھر ایک دن وہ جوان مجھے نظر پڑا میں نے کہا کہ آپ اپنی امانت لیں اس نے کچھ خیال نہ کیا اور کہا صاحب اتنی جلدی کیوں کرتے ہو جب درکار ہوں گے میں آکر لے لونگا اور خدا حافظ کہہ کر چلا گیا غرض بعد ایک سال کے وہ سوداگر امیرانہ پوشاک پہنے ہوئے میرے گھر آیا میں نے کہا آپ اتر کر میرے گھر قدم رنجہ فرمائیں اس نے کہا بہت اچھا لیکن اس شرط سے کہ کچھ تکلف میرے واسطے نہ کرنا میں نے کہا بہتر غرض وہ جوان میرے گھر آیا میں نے ماحضر حاضر کیا جب سب کھانا دسترخوان پر رکھا گیا جوان نے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا میں بہت متعجب ہوا اور جب کھانا کھا چکے تو ہم اور وہ جوان دوسرے دالان میں جا بیٹھے اور جو کچھ قسم پان اور الائچی سے اس کو دیا تو وہ اس کو بائیں ہاتھ سے لیتا آخر میں نے کہا اگر تم ناخوش نہ ہو تو میں کچھ پوچھوں جوان نے کہا پوچھئے میں نے کہا یہ کیا سبب ہے کہ آپ سب کام بائیں ہاتھ سے کرتے ہیں یہاں تک کہ کھانا بھی آپ بائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں جوان نے ایک آہ سرد کھینچی اور داہنا بازو اپنی قبا کے نیچے سے جس کو ہمیشہ چھپا رکھتا تھا نکال کر دکھلایا معلوم ہوا کہ داہنا ہاتھ اس کا بالکل کٹا ہوا ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیونکر کٹا جوان بے اختیار رو دیا اور اپنی سرگزشت کو اس طرح کہنا شروع کیا کہ میں باشندہ بغداد کا ہوں باپ میرا بڑا آدمی اور وہاں کے اشراف سے تھا میں تعریف مصر کی تاجروں سے سن کر نہایت مشتاق ہوا خصوصاً اشتیاق قاہرہ کا کہ دارالسلطنت مصر کی ہے زیادہ دل میں سمایا اور بارہا ارادہ وہاں جانے کا کیا لیکن باپ نے اپنی زندگی تک مجھے وہاں سے جانے نہ دیا جب وہ مر گیا میں نے قصد قاہرہ جانے کا کیا اور بہت سی تحفہ عجائب بغداد اور موصل کی خرید کر کے اُدھر کو روانہ ہوا جب قاہرہ پہنچا ایک سرا میں کہ جو مشہور خان مسرور تھی اترا بعدہ ایک گھر کرایہ کا لیا اور ایک گودام میں بھی ٹھہرایا

کپڑے اور اسباب تجارت رکھنے کو گیا اور پھر مکان میں گیا اور آدمیوں سے کہا کہ بازار سے
کچھ کھانا مول لاؤ انہوں نے لا دیا میں کھا کر واسطے دیکھنے قلعہ اور مسجد وغیرہ مکانوں کے
جو مشہور تھے گیا اور خوب ان کی سیر کی پھر دوسرے دن میں نفیس کپڑے پہن کر اپنی گٹھریوں
سے دو دو تین تین تھان قیمتی لے کر چوک کی طرف چلا جب چوک میں پہونچا دلالوں نے
آکر مجھے گھیر لیا اور میں نے نمونے ہر ایک جنس کے ان کو دیئے انہوں نے وہ نمونے چوک
کہ بہت دور تھا کرایہ دینے سے مزدوروں اور گاڑی والوں کو بہت تنگ آیا دلالوں
نے مجھ سے کہا اپنا مال یہاں کے سوداگروں کو بیچنے کے واسطے تقسیم کر دو وہ جلد تم کو بھیجدیں
گے اور ہفتے میں پیر اور جمعرات کو فقط یہاں آیا کرو اس عرصہ میں جس قدر مال تمہارا بکے
قیمت اس کی لے لینا اس میں تم کو فائدہ ہوگا اور کرایے سے بچو گے یہ سوداگر بھی کچھ
فائدہ اٹھائیں گے اور تم اس فرصت میں سیر شہر اور مکانات خصوصاً دریائے نیل کی
تجویز کیا کیجیو میں ان کو اپنے گھر لے گیا سب جنس چوک میں لے جا کر وہاں کے دکانداروں
کو کہ معتبر تھے بانٹ دی انہوں نے موافق دستور کے رسید مال کی دستخط اور گواہوں
سمیت لکھ دی اور میں نے بھی لکھ دیا کہ ایک مہینے تک قیمت تم سے طلب نہ کروں گا
میں یہ بند و بست کر کے نہایت خوش ہوا اور میں نے کتنے ایک شخصوں سے جو میرے
ہم عمر تھے دوستی پیدا کی اور بعد گزرنے ایک مہینے کے ان سوداگروں سے تقاضہ شروع
کیا اور ہفتے میں دو روز چوک جا کر قیمت اپنے اسباب کی ان سے وصول کرتا تھوڑے
عرصہ میں بہت روپے مجھے وصول ہوئے اور میں نے ان کو باحتیاط تمام چند دکانوں میں جمع
کر کے رکھا اور اکثر صبح کو ہمراہ دوستوں کے سیر کو جایا کرتا اور اہل شہر کو چوک میں جمع دیکھ
اور ان کی گفتگو سن کر نہایت خوش ہوتا میں ایک دن بدرالدین نامی سوداگر کی دکان پر بیٹھا
ہوا تھا کہ ایک بی بی زیور اور لباس فاخرہ پہنے ہوئے کئی لونڈیوں کے ساتھ کہ وہ بھی
حسین اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھیں اس دکان پر آ کر نزدیک میرے بیٹھ گئی میں نہایت
خوش ہوا اور چاہا کہ اس کی صورت دیکھوں اس نے میرے اشتیاق کو سمجھ کر
جالی برقع کی اپنے ناز و انداز سے اٹھا لی کہ میں اس کی صورت دیکھتے ہی

جانی دولت سے عاشق زار ہو گیا اس بی بی نے بدر الدین سوداگر سے خیر و عافیت پوچھی اور تھان زر باف کا مانگا بدر الدین نے ایک تھان تین ہزار سو درہم کا نکال کر دکھایا بی بی نے اسے پسند کیا اور کہا اگر مہلت ہو تو میں اس تھان کو آج اپنے گھر لے جاؤں اور قیمت کل بھیجدوں بدر الدین نے کہا آپ بے تامل لے جائیے اور قیمت جب چاہے بھیجدیجیے لیکن یہ تھان اس جوان کا ہے جس کو تم دوکان پر بیٹھے دیکھتی ہو اس بی بی نے کہا کل ضرور تمہارے درہم بھیجدوں گی سوداگر نے کہا بی بی آج ہی ہم کو درکار ہیں یہ سنتے ہی وہ بی بی خفا ہوئی اور تھان اپنی بغل سے نکال کر بدر الدین کے آگے پھینک دیا اور کہا تم سب سوداگر بڑے بے مروت ہوا پنے سوا کسی کو معتبر نہیں سمجھتے یہ کہکر روانہ ہوئی جب میں نے دیکھا کہ وہ نکل گئی پکارا کہ او دختر آؤ بی بی پھر آئی اور تامل کی کہ وہ مال میرا ہے میں نے اس تھان کو بی بی کے حوالے کر کے سوداگر سے کہا ایک سو درہم اپنے نفع میں مجھ سے ٹھہرالو اور ہزار درہم کی رسید میں تمہیں لکھے دیتا ہوں چنانچہ رسید اپنی دستخطی میں نے اسے لکھدی اور بی بی سے کہا اس کو آپ لے جائیں قیمت دیجیے یا نہ دیجیے آپ کی نذر ہے غرض اس نے وہ تھان لے لیا اور مجھ سے بہت خوش ہوئی اور دعا دی کہ خدا تمہیں صاحب مقدور کرے اور سلامت رکھے میں نے کہا ذری اپنی صورت مجھے دکھاتی جاؤ اس بی بی نے میری طرف پھر کر جالی کا ٹکڑا چہرۂ ناز نین سے اٹھا لیا میں اس کی صورت دیکھ کر آگے سے زیادہ فریفتہ ہوا اور ایک ٹکٹکی سی لگ گئی اور اس نے جلد پھر منھ اپنا نقاب سے چھپا لیا اور تھان لے کر اپنے گھر کو روانہ ہوئی میں وہیں تڑپا کیا جب ہوش آیا تو میں نے اس سوداگر سے پوچھا کہ یہ بی بی کون ہے اس نے کہا ایک امیر کی بیٹی ہے اس کا باپ بہت دولت چھوڑ کر مر گیا تھا پھر میں اسی حال سے سرائے خان مسرور میں گیا اور بے کھائے پیئے سو گیا رات بھر اس کے تصور میں رہا دوسرے دن سویرے بدر الدین کی دوکان پر گیا ایک ساعت نہ گزری تھی کہ وہی بی بی اپنی لونڈیوں کے حلقے میں پھر وہاں پہونچی اور میری طرف متوجہ ہو کر کہا دیکھو میں کیسی سچی ہوں میں نے کہا صاحب میری خاطر جمع تھی آپ نے کیوں تکلیف فرمائی اس نے کہا خوش معاملگی اسی

کا نام ہے یہ کہہ کے تھیلی گیارہ سو درہم کی میرے آگے رکھ دی پاس میرے بیٹھ گئی میں نے
تھوڑا سا حال اپنے عشق اور بے قراری کا اس گفتگو کے ظاہر کیا وہ سن کے جلد اٹھ
کر روانہ ہوئی میں نے جانا کہ اسے ملال ہوا میں بھی سوداگر سے رخصت ہو کر ایک سمت
کو بے پوچھے روانہ ہوا تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک شخص نے پیچھے سے آ کر میری پیٹھ
پر ہاتھ رکھا میں نے پھر کر پہچانا کہ وہ ایک جوان لونڈی اس بی بی کی ہے جس پر میں
فریفتہ ہو گیا ہوں اس کنیز نے آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ میری بی بی بلاتی ہے میں جلد
اس کے ساتھ ہو لیا اور تھوڑی دور جا کر بی بی کو پایا کہ صراف کی دوکان پر بیٹھی ہوئی
راہ دیکھتی ہے اس نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا بہت بیقرار نہ ہو میرا بھی تیری
محبت میں یہی حال ہے لیکن دانائی سے بعید تھا کہ میں اس سوداگر کے روبرو کچھ بیان
کرتی غرض بی بی نے کہا تم میرے گھر چلو یا میں تمہارے گھر چلوں میں نے کہا میں اس
شہر میں مسافر ہوں سرا میں اترا ہوں وہ جگہ آپ کے لائق نہیں اگر آپ کے گھر کا پتہ
معلوم ہو تو میں حاضر ہوں اس بی بی نے کہا بہت اچھا کل بدھ کے دن بعد نماز ظہر
کے میرے گھر کہ فلاں گلی میں ہے آنا اور پوچھنا کہ فلانے امیر کا محل کہاں ہے اسی
جگہ تم مجھے پاؤ گے میں رخصت ہوا اور دوسرے دن میں نے بہت سویرے اٹھ کر
اچھے کپڑے پہنے اور ایک تھیلی پچاس اشرفی کی جیب میں رکھ کر ایک مالک سواری کے
سوار ہوا جب اس گلی میں پہونچا اس امیر کا گھر آدمیوں سے پوچھا ایک نے ٹھیک بتا دیا
میں اپنی سواری سے اترا اور کرایہ سواری کا دے وہاں سے اس کو رخصت کیا
اور کہہ دیا دوسرے دن فجر کو سواری سمیت آئیو اور مجھے سرائے مسرور میں لے جائیو
پھر میں نے اس گھر کے دروازہ پر دستک دی دو غلاموں نے کہ چھوٹے چھوٹے
تھے آ کر دروازہ کھولا اور کہنے لگے اندر آئیے ہماری بی بی دو دن سے تمہارے
انتظار میں بے قرار ہے میں اندر گیا وہاں ایک بارہ دری دیکھی کہ بلند مقدار
سات زینے کی تھی اور چاروں طرف اس کے جالی کا کام بنا ہوا تھا اور آگے
اس کے بہت اچھا ایک پائین باغ اور درخت موزوں نشاندار اور

بہت درخت میوہ دار میووں سے پھلے اور لدے ہوئے اور ان پر طرح طرح کی چڑیاں خوش آوازیں بول رہی تھیں اور ساتھ ان کی آواز کے پانی کی آواز کہ بلند چشموں سے درمیان چمن کے گرتا تھا نہایت خوش آیند تھی اور وہ چشمہ نہایت خوبصورت تراش اور چاروں طرف اس کے چار منہ اژدھے کی صورت کے بنے ہوئے جن کی راہ سے پانی نہایت صاف جاری تھا غرض وہ دونوں غلام مجھے ایک مکان میں لے گئے کہ نہایت پر تکلّف اور طرح طرح کے اسباب سے آراستہ تھا وہاں ایک چھوکرا آگے دوڑتا ہوا میری خبر کرنے کے واسطے اپنی بی بی کے پاس گیا اور دوسرا میرے پاس رہا تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ بی بی خراماں خراماں میرے پاس آئی سراپا زیور اور جواہر قیمتی سے آراستہ تھی میں اس وقت کی خوشی کا حال بیان نہیں کر سکتا القصّہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور ایک دالان میں ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اتنے میں کھانا تیار ہوا ہم دونوں بعد کھانے کے باتوں میں مشغول ہوئے پھر انہوں نے شراب لطیف اور میوے خشک و تر حاضر کیئے کچھ کنیزیں بہت خوش آواز سے گانے لگیں اور کچھ اپنی اپنی خدمتوں میں کھڑی رہیں اور بی بی بھی گا کے اور کبھی ناز و ادا سے مجھے اور زیادہ فریفتہ کرتی قصّہ کوتاہ تمام رات اسی لطف میں گزری صبح کو میں نے چپکے سے وہ تھیلی اشرفیوں کی اس کے تکیئے کے غلاف میں رکھ دی اور اٹھ کر کہا میں اب رخصت ہوتا ہوں خدا حافظ اس بی بی نے مجھ سے پوچھا اب کب آؤ گے میں نے کہا شام کو وہ بہت خوش ہو کے مجھے دروازے تک پہونچا گئی اور قسم دی کہ ضرور اپنے وعدے کو وفا کرنا میں سوار ہو کر سرائے مسرور میں آیا اور ساربان سے کہا تو شام کو پھر اونٹ لے کر حاضر ہونا اور طرح طرح کی روٹی مع حلوان فربہ کے بی بی کی خدمت میں بھیجی اور وقت معین پر اونٹ آیا میں دوسری تھیلی پچاس اشرفیوں کی کمر میں رکھ بی بی کے مکان پر گیا اور شب باش ہوا اور فجر کو چلتے وقت تھیلی اشرفیوں کی تکیے میں رکھ آیا اور اسی طرح ایک مدّت تک وہاں جاتا اور چلتے وقت ایک تھیلی

پچاس اشرفیوں کی وہاں دھر آتا یہاں تک کہ تھوڑے عرصہ میں جو کچھ نقد و جنس میرے
پاس تھا سب صرف ہو گیا جب کچھ نہ رہا جانا بی بی کے گھر کا موقوف کیا اور ایک دن صبح
کو واسطے سیر کے طرف قلعہ شاہی کے گیا وہاں دیکھا کہ ایک جگہ بہت آدمی جمع ہیں
میں بھیڑ میں گھس گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان گھوڑے پر سوار اور ایک تھیلی اشرفیوں
کی اس کے زین میں لٹکی ہے اتفاقاً ایک شخص لکڑیوں کا بوجھ لیے ہوئے اس سوار
کے نزدیک گذرا سوار نے اپنے گھوڑے کو بھیڑ کی طرف سے پھرایا ناگہاں وہ تھیلی
میرے ہاتھ میں آ پڑی میں نے اسے کھینچ کر تھیلی اپنی کمر میں رکھ لی سوار نے جو تھیلی کو زین
میں لٹکا ہوا نہ پایا میرے ایسا ایک ہاتھ تلوار کا مارا کہ میں گر پڑا لوگ سوار کو ملامت
کرنے لگے کہ تو نے اس جوان کو بے قصور کیوں مارا اور چاہتے تھے کہ اس سے مواخذہ
کریں سوار نے کہا یہ چور ہے میری اشرفیوں کی تھیلی اس نے چرائی ہے اسی گفتگو میں
رونڈ پولیس کی آ پہونچی اور سردار رونڈ نے پوچھا کیا ماجرا ہے سوار نے حال ظاہر
کیا افسر پولیس نے پوچھا تمہارا گمان کس پر ہے اس نے مجھے بتا دیا پولیسدار نے
مجھ سے پوچھا میں نے انکار کیا تب پولیسدار نے اپنے آدمیوں کو کہا اس جوان کا
جھاڑا لو جب میرا جھاڑا لیا تو وہ تھیلی کمر سے نکلی پولیسدار نے سوار سے پوچھا تا کہ
اس میں کتنی اشرفیاں ہیں اور کیا سکہ ہے اس نے کہا بیس اشرفی فلاں سکے کی
ہیں پولیسدار نے اسے کھول کر گنا تو بیس اشرفیاں اسی سکے کی پائیں جیسا کہ سوار
نے کہا تھا پولیسدار وہ تھیلی اشرفیوں کی سوار کو دے کر مجھے قاضی کے پاس لے گیا
قاضی نے حکم دیا کہ داہنا ہاتھ اس کا کاٹ ڈالو فوراً ہاتھ میرا کاٹا گیا پھر قاضی نے
کہا یہ سزا اس کی چوری کی تھی اب اس کے جھوٹ بولنے کے لیے ایک پاؤں بھی اس کا
کاٹو تب میں بہت گھبرایا اور اسی سوار کو اپنا شفیع لایا سوار نے قاضی سے کہہ سن
کر پاؤں میرا کٹنے سے بچایا اور براہ جوانمردی وہ تھیلی مجھے دے کر کہا میں جانتا ہوں کہ
تو چور نہیں ایسی ہی کوئی ضرورت تجھے پیش آئی ہے کہ مرتکب ایسے جرم کا
ہوا یہ کہہ کر سوار تو چلا گیا اور وہ لوگ جو وہاں جمع تھے ترس کھا کر مجھے اپنے

گھر سے گئے اور شراب پلائی اور زخم میرا پٹی سے باندھا جب میں سرائے مسرور کو گیا تو کوٹھری سے کسی کو نہ پایا خیال کیا کہ اس بی بی کے گھر جاؤں پھر سوچا کہ اگر میرے اس حال سے خبردار ہو گی تو وہ بھی نہایت بے قرار ہو گی لیکن ناچار وہیں کا قصد کیا جب بھیڑ چھٹ گئی میں نے اپنے تئیں اور راہ سے اس کے گھر تک پہونچایا بسبب شدت درد کے نہایت بیتاب تھا اس کے گھر میں جاکے پلنگ پر لیٹ گیا اور داہنا بازو اپنی قبا کے دامن میں چھپا لیا بی بی کو میرے آنے کی خبر ہوئی دوڑی آئی اور مجھے بیقرار دیکھ کر بولی اے میری جان تمہارا کیا حال ہے میں نے کہا درد سر سے نہایت بے چین ہوں یہ سن کر نہایت مغموم ہو نیچے پلنگ کے بیٹھ گئی اور کہنے لگی مجھ سے بہانہ نہ کرو سچ کہو کہ تم پر کیا مصیبت گزری میں رونے لگا تب اس نے کہا اگر تم اپنا حال نہیں بتلاتے میں جانتی ہوں کہ تمہارا پیار میرے ساتھ جھوٹا تھا میں نے کہا بی بی میں اپنی مصیبت کیا بیان کروں مجھ سے کہی نہیں جاتی غرض جب شام کو دسترخوان کھانے کا آراستہ کیا گیا اور اس نے مجھے کھانے کے لئے طلب کیا میں نے دیکھا کہ سوا بائیں ہاتھ کے کھانا دشوار ہے میں نے عذر کیا کہ میرا جی اس وقت نہیں چاہتا تب اس نے ایک گلاس شراب کا مجھے دیا کہ اسے میں نے بائیں ہاتھ سے کر پی گیا اور ایک ٹھنڈی سانس بھری بی بی نے پوچھا میرے صاحب تم کیوں ٹھنڈی سانسیں بھرتے اور زار زار روتے ہو میں نے کہا میرے داہنے ہاتھ میں ورم ہے اور شدت سے درد کرتا ہے اس نے کہا مجھے دکھاؤ میں چپ ہو رہا اور شراب جو باقی گلاس میں تھی پی غفلت معلوم ہوئی میں سو گیا جب اس بی بی نے مجھے غافل پایا دامن قبا کا اٹھایا اور میرے ہاتھ کو کٹا ہوا دیکھ کر تعجب کیا اور پھر دامن سے چھپا دیا اور نہایت غمگین ہوئی جب میں جاگا تو اس کو نہایت مغموم پایا پھر اس نے اپنے آدمیوں سے چند مرغ کے چوزوں کا گاڑھا شوربا تیار کر اکے مجھے پلوایا جب میں شوربا پی چکا تو اس سے رخصت ہو کر چلا اس نے میرا دامن پکڑ لیا اور مجھے جانے سے باز رکھا میں تم کو اس حال میں نہ جانے دوں گی تم اگرچہ کچھ مجھ سے اپنا حال نہیں کہتے ہو لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سبب اس مصیبت کا میں ہی کمبخت ہوں اور مجھے معلوم

ہوا کہ اس غم سے جلد مروں گی یہ کہہ کر اپنے آدمیوں سے اس محلے کے پولیسدار اور کئی
گواہوں کو بلوایا اور روبرو ان کے اپنی ساری دولت اور املاک مجھے ہبہ کردی اور ان کو
دے لے کر رخصت کیا اور پھر ایک بڑا صندوق کھولا جس میں سب وہ تھیلیاں جن کو میں
اول روز سے آخر دن تک دے گیا تھا بجنسہ امانت رکھی ہوئی تھیں کہا یہ سب تھیلیاں
تمہاری لائی ہوئی ہیں میں نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا یہ کہہ کر صندوق کو بند کر کے
کنجی اس کی میرے حوالے کی پھر وہ بی بی اسی دن سے بیمار ہوئی اور دو تین ہفتہ کے
بعد مر گئی میں اس کی ماتم داری کے بعد سب اسباب بغداد میں کہ میرا وطن ہے آیا وہ
تل جو تمہاری معرفت ابھی بکے اسی کے مال سے تھے جب اس جوان بغدادی نے اس
قصہ کو کہہ کر مجھ سے کہا کہ اب تم کو عذر میرے بائیں ہاتھ سے کھانے کا معلوم ہوا اور
میں بہت ممنون ہوا کہ تم نے اس قصے کے سننے کے واسطے اتنی تکلیف اٹھائی تمہاری
خوش خلقی سے بہت مجھے خوشی حاصل ہوئی اور یہ درہم بابت قیمت کنجد کے جو تمہارے
پاس امانت ہیں میں نے تم کو دیئے اور میں نے خرید و فروخت اور آنا جانا شہروں کا
بالکل موقوف کر دیا ہے لیکن اگر تم شریک ہو تو پھر میں تجارت کروں اور جو کچھ سال
میں پیدا ہوگا حساب کر کے ہم تم آدھوں آدھ بانٹ لیں گے سوداگر نصرانی کہتا
ہے کہ میں نے اس جوان سے کہا کہ میں بہت شکرگزار تمہاری اس عنایت سے ہوا کہ تم
نے یہ درہم سب مجھے دے ڈالے اور مجھے اپنا شریک کرتے ہو میں تجارت میں اتنی
کوشش کروں گا جیسا اپنے کام میں کرتا غرض ایک تاریخ اچھی واسطے روانگی کے ہم
نے مقرر کی جب وہ روز آیا ہم نے بغداد سے کوچ کیا شہر بصرہ اور میسوپوٹیمیہ میں آئے
اور وہاں سے پارس کو گئے اور اسی طرح شہروں میں سیر کرتے ہوئے آپ کی دارالسلطنت
میں پہونچے تھوڑے دنوں کے بعد اس جوان نے مجھ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ پھر
پارس کو جاؤں اور وہاں بیٹھ رہوں ہم نے حساب و کتاب اصل و منافع تجارت کا کیا
منافع نصف نصف آپس میں بانٹ لیا اور وہ جوان پارس کو گیا اور میں نے
اپنے گھر میں بود و باش اختیار کی اور آپ کی سرکار میں خدمت بجا لایا یہ

قصہ کیا قصہ سے اس کبڑے کے عجیب نہیں بادشاہ کا شعر سوداگر نصرانی پر بہت غصہ ہوا اور کہا اے بے حیا تو کیا کہتا ہے کہ تو نے قصہ اپنا مثل قصہ ہمارے کبڑے کے عجیب سنایا میں تم چاروں کو عوض اس کبڑے کے پھانسی دوں گا یہ سن کر موودی نے اپنے تئیں بادشاہ کے قدموں پر ڈال کے عرض کیا حضور غصہ نہ فرمائیں اور میرا قصہ سنیں اور اگر اس کبڑے کے قصے سے عجیب ہو تو حضور چاروں کا قصور معاف فرمائیں بادشاہ نے فرمایا اچھا بیان کر۔

خداوند میں کل ایک بڑے آدمی کی لڑکی کے کاج میں تھا اور اس کی محفل میں بہت لوگ شہر کے جمع تھے جب سب رسوم شادی ہو چکیں اور سامان ضیافت دستر خوان پر ایک بڑے مکان میں چنا گیا اور ہم سب دستر خوان پر جا کر بیٹھے اور ہر ایک نے اپنی اپنی پسند کا کھانا کھانا شروع کیا ان سب کھانوں میں ایک قاب لہسن کے دم پخت کی بہت اچھی مزیدار رکھی تھی ہر شخص اس میں سے تھوڑا لے کر چکھتا مگر ایک شخص کہ نزدیک اس قاب کے بیٹھا تھا اس نے ہرگز اس کی طرف التفات نہ کی ہم نے اس سے کہا تم کیوں نہیں کھاتے میں نے آگے اسے ایک بار کھایا تھا اس کے سبب سے ایسی مصیبت میں پڑا کہ اب تک اس کو نہیں بھولا تب سب مہمانوں نے اس جوان سے باصرار پوچھا کہ تم کیوں پرہیز کرتے ہو اس نے کچھ جواب نہ دیا پھر صاحب خانہ نے کہا صاحب یہ دم پخت بہت تکلف سے پکا ہے اور سب برغبت کھاتے ہیں تم کیوں نہیں کھاتے اس جوان نے کہ باشندہ بغداد کا تھا صاحب خانہ سے کہا مجھے انکار نہیں لیکن بعد کھانے اس دم پخت کے چالیس بار میرا ہاتھ اشنان اور چالیس بار فلانی گھاس کی راکھ سے اور بہت دفعہ صابون سے دھلوانا اور میں نے اس طعام خاص کے نہ کھانے کے واسطے بڑی قسم کھائی ہے جسے توڑ نہیں سکتا صاحب خانہ نے کہا ہم سب کی خاطر تم کو کرنا ضرور ہے پھر اس نے

ایک طشتری میں دم پخت      تھوڑا نکالکر اس جوان کے آگے رکھا اور اپنے آدمیوں
کو حکم دیا کہ کئی لوٹوں میں جیسا ہندوستان کا اور رکھو فلانی گھاس کی اور جہت صابون
تیار رکھیں یہ کہہ کر اس جوان سے کہا کھائیے اس سوداگر نے مجبور ہو کر ڈرتے ڈرتے
ایک لقمہ اس دم پخت سے اٹھایا اور نہایت نفرت سے منہ میں رکھو کھانے لگا ہم
کو کمال تعجب ہوا اور زیادہ تر اس امر سے کہ سوا انگوٹھے کے اس نے فقط چار
انگلیوں سے کھایا صاحب خانہ نے کہا شاید تم اپنے ہاتھ کا انگوٹھا نہیں رکھتے
ہو جوان نے کہا ہاں آگے ایسی ایک واردات بندے پر گذری تھی کہ جس کے سبب
سے چاروں انگوٹھے ہاتھ اور پاؤں کے میرے کاٹے گئے اگر تم سب صاحب سنوگے
تو نہایت متعجب ہوگے یہ کہہ کر اٹھا اور اپنے ہاتھوں کو دھو کے پھر آ بیٹھا اور اپنا
قصہ کہنا شروع کیا۔

"صاحبو میرا باپ رہنے والا بغداد کا تھا خلیفہ ہارون رشید کے عہد سلطنت
میں میں بھی وہیں پیدا ہوا اور وہ منجملہ سوداگران الدار کے گنا جاتا تھا مگر چونکہ مسرت
اور عیش پسند      تھا اس واسطے اکثر اس کے امور غیر منتظم تھے اور بعد وفات کے
بہت قرض لوگوں کا چھوڑا کہ مجھے اس کے ادا کرنے میں بہت دقت ہوئی غرض رفتہ
رفتہ میں نے سب قرض اپنے باپ کا ادا کیا اس کے بعد خدا کے فضل سے اس قدر
مقدور ہوا کہ بفراغت تمام دوکان میں بیٹھ کے سادا کپڑا بیچا کرتا اتفاقاً ایک دن
میں اپنی دوکان صبح کو کھول کر بیٹھا تھا کہ ایک بی بی خچر      پر سوار ایک خواجہ
سرا آئے اور دو کنیز پیچھے میری دوکان پر آکھڑی ہوئی اور خواجہ سرا نے ہاتھ
تھام سواری سے اتارا اور چاروں طرف دیکھ کر کہا بی بی آپ بہت سویرے آئیں
ابھی کوئی دوکان بھی نہیں کھلی وہ بی بی چاروں طرف دیکھ کر میری
دوکان پر آئی اور مجھ سے صاحب سلامت کر کے اجازت بیٹھنے

کی چاہی میں نے جواب صاحب سلامت کا دے کر کہا آیئے بیٹھئے غرض وہ بیٹھ گئی اور دیکھا کہ چوک میں سوا خواجہ سرا اور بندے کے کوئی نہیں ہوا کھانے کو اپنے چہرے سے ذرا نقاب کو اٹھایا میں نے کہ عمر بھر ایسی صورت دلفریب نہ دیکھی تھی دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا پھر تو اس نے اچھی طرح نقاب اٹھا کر اپنے تئیں دکھایا یہاں تک کہ لوگ اور دوکاندار وہاں جمع ہوئے اس وقت اس نے اپنا چہرہ پھر چھپا لیا اور مجھ سے کہا مجھے تھان زرباف کے بہت بھاری درکار ہیں اگر ہوں تو دکھلایئے میں نے کہا میری دوکان میں نہیں ہیں مگر آپ کی خاطر میں اور دوکاندار کے پاس سے لا دوں گا اور قیمت بھی مناسب ہوگی وہ بی بی اس بات پر راضی ہوئی اور اسی امر میں دیر تک میرے اور اس کے بات چیت رہی اور میں سوا حسن کے اس کی خوش کلامی پر زیادہ تر مفتون ہوا غرض میں ان تھانوں کو اور دوکان سے ڈھونڈھ کر لے آیا اس نے کہا بہتر پھر وہ بی بی مجھ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئی میں نے کہ اس کی محبت میں از خود رفتہ تھا نہ ان تھانوں کی قیمت مانگی اور نہ پوچھا کہ وہ بی بی کہاں رہتی ہے چلے جانے کے بعد مجھے بڑی تشویش ہوئی کہ میں زر کہاں سے لا کر بزازوں کو دوں گا بہر کیف میں ان کے پاس گیا اور ان کی تسلی کر کے اپنے گھر آیا رات بھر اس کی محبت اور فکر میں زر کے مجھے نیند نہ پڑی فجر کو ہر ایک دوکاندار کے گھر جا کر مہلت ایک ہفتہ کی مانگی انہوں نے منظور کی آٹھویں دن ہر ایک نے تقاضا شروع کیا پھر میں نے منت کر کے ان سے تھوڑی مہلت چاہی انہوں نے اپنی نیک ذاتی سے تقاضا موقوف کیا پھر اس کے دوسرے دن علی الصباح وہی بی بی اسی خچر پر اپنے نوکروں کے ساتھ میری دوکان پر آ کر کہنے لگی کہ میں نے تمہارا بڑا انتظار کیا کہ آ کر روپے تھانوں کے لے جاؤ گے آخر میں آپ لے کر آئی اس کو صراف سے پرکھوا لو خواجہ سرا مجھے لئے ہوئے صراف کی پاس گیا اور ان درہموں کو پرکھوایا سب اچھے تھے اور میں وہاں سے اپنی دوکان پر آ کے اس بی بی سے باتیں کرتا رہا اس بی بی کے اندر گفتگو سے معلوم ہوا کہ نہایت عقلمند ہے پھر جب دوکانداروں نے آ کر اپنی دوکانیں کھولیں میں نے ہر ایک کے دام چکا دیئے وہ سب بہت راضی ہوئے اور آگے سے زیادہ معتبر مجھے سمجھا پھر اس بی بی نے ہزار تھان زرباف کے طلب کئے میں نے وہ بھی لا کر

دیئے وہ سب کو لے کر چلی گئی پھر بھی میں نے نہ دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے
آتی اور جانے کے بعد مجھے پھر تردد ہوا کہ دیکھیے اب اس کا انجام کیا ہوتا ہے جب ایک مہینا
گزرا اور کچھ اس بی بی کا پتہ نہ لگا اور سوداگروں کو اپنے مال کے واسطے بیقراری شروع ہوئی
میں جو کچھ کہ میری دوکان میں تھا جلد جلد بیچا اور کچھ کچھ ان کو پہونچانا یہاں تک کہ ایک
دن صبح کو وہی بی بی اسی سواری پر اور انہیں خادموں کے ساتھ پھر میری دوکان پر
آ کے بیٹھی اور اشرفیاں مقدار قیمت اس مال کے دے کر کئی ایک سوال مجھ سے کیے منجملہ
ان کے ایک یہ تھا کہ تمہاری شادی ہوئی ہے میں نے کہا ابھی نہیں پھر اس بی بی نے اپنے
خواجہ سرا سے کچھ اشارہ کیا وہ مسکرا کر مجھے الگ لے گیا اور میرے کان میں کہا کہ تم میری بی بی
پر عاشق ہو مگر تعجب ہے کہ تم نے اب تک کچھ درخواست کسی امر کی نہیں کی اور وہ بھی
تمہاری محبت کا دم بھرتی ہے یہ نہ جانو کہ یہاں فقط تھانوں کے واسطے آیا کرتی ہے
تمہاری محبت کی کشش اسے یہاں لے آتی ہے میں نے خواجہ سرا سے کہا فی الحقیقت
تمہاری بی بی پر مرتا ہوں میں یہ احسان تمہارا کبھی نہ بھولوں گا اس کام میں میری مدد
کرو گے خواجہ سرا وہاں سے اٹھ کر بی بی کے پاس گیا اور کہا میں نے سب طرح خاطر جمع
کر لی تب وہ بی بی اپنی دونوں کنیزوں کو کچھ اشارہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور مجھ سے
کہا میں اس خواجہ سرا کو تمہارے پاس بھیجوں گی جو وہ کہے تم عمل کیجیو میں نے بعد اس کے
جانے کے سوداگروں کے پاس جا کر ہر ایک کو قیمت تھانوں کی دیدی اور منتظر خواجہ سرا
کا رہا وہ کئی دن کے بعد آیا میں نے بڑے اشتیاق سے خیر و عافیت اس بی بی کی پوچھی اس
نے کہا تم بڑے خوش قسمت ہو وہ تم کو دل سے چاہتی ہے تب میں نے کہا وہ بی بی بڑی ذی رتبہ
معلوم ہوتی ہے خواجہ سرا نے کہا اس کو زبیدہ خاتون زوجہ خلیفہ ہارون رشید نے اپنا
مصاحب کیا ہے اور اسے بہت پیار کرتی ہے اور بچپن سے اس کو پالا اور سب کاروبار
کی وہاں بی بی مختار ہے زبیدہ خاتون نے کئی بار شادی کے لیے اس کو فرمایا اب
اس نے تمہارا ذکر کیا کہ وہ سوداگر مجھے پسند آیا ہے بشرطیکہ آپ کی رضا ہو زبیدہ
خاتون نے بھی قبول کیا لیکن وہ تم کو دیکھنا چاہتی ہیں اب تم اس کے محل

میں چلو میں خاص تم کو لینے آیا ہوں میں نے کہا میں حاضر ہوں اس نے کہا بہت اچھا لیکن کوئی مرد خلیفہ کے محل میں نہیں جا سکتا مگر کسی تدبیر سے تمہیں وہاں ہم لے جائیں گے آج شام کو تم اس مسجد میں جو زبیدہ خاتون نے کنارے فلاں ندی کے تعمیر کی ہے جا کر میرے آنے کے منتظر رہنا غرض شام کو میں اس مسجد میں جا کر خواجہ سرا کا منتظر رہا بعد نماز مغرب میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی کشتی جس کے ملاح خواجہ سرا ہیں اس دریا سے کنارے کی طرف آتی ہے جب وہ مسجد کے نیچے پہونچی وہ سب اترے بہت سے صندوق اس پر لدے تھے اس میں سے ایک لمبا چوڑا صندوق اپنے ساتھ لائے اور مسجد میں رکھ کر چلے گئے مگر ایک خواجہ سرا وہاں رہ گیا اتنے میں وہ بی بی آئی اور مجھ سے کہا اس کے اندر جا کر لیٹ رہو میں اس کے کہنے کے موافق اس صندوق میں لیٹ رہا اس نے جلد صندوق کو مقفل کر دیا تب اس خواجہ سرا نے کہ اس کا محرم راز تھا ان خواجہ سراؤں کو بلا کر کہا اس صندوق کو اس کشتی پر رکھو وہ اس کو اٹھا کر کشتی پر لے گئے اور اس بی بی نے سوار ہو کر کشتی کو زبیدہ خاتون کے محل کی طرف روانہ کیا کشتی ٹھیک خلیفہ ہارون رشید کے محل کے دروازے پر جا لگی صندوقوں کو کشتی سے اتار کر خواجہ سراؤں کے جمعدار کے گھر لے گئے جس کے پاس صندوقوں کی کنجیاں تھیں اور کوئی چیز بے تلاشی اور حکم جمعدار کے محل میں نہیں جانے پاتی تھی وہ جمعدار اس وقت سوتا تھا جب اس کو جگا دیا وہ نہایت خفا ہوا اور میان اس بی بی اور جمعدار کے بہت تکرار ہوئی وہ کہتا تھا کہ یہ سب صندوق بے میرے دیکھے محل کے اندر نہ جانے پائیں اور اس بی بی نے خواجہ سراؤں کو حکم دیا تھا کہ ان صندوقوں کو اٹھا لے جاؤ تلاشی اندر محل کے اسی وقت ہو جائے گی مگر خواجہ سراؤں نے کہ فرمانبردار جمعدار کے تھے صندوقوں کو اٹھا کے اس کے آگے رکھا میں کہ یہ سب گفتگو سنتا تھا بہت ڈرا کہ کھلتے ہی اس صندوق کے جان سے مارا جاؤں گا مگر اس بی بی نے غصہ ہو کر اس صندوق کی کنجی جمعدار کو دی اور نہ اسے ہاتھ لگانے دیا اور اس سے کہا کہ اس صندوق میں بہت اسباب قیمتی امانت رکھا ہوا سوداگروں کا ہے جو ابھی اس شہر میں پہونچے ہیں اور کسی کا تیرا بیچ آب زمزم کے اگر ایک شیشہ بھی ٹوٹ گیا تو سب چیزیں ناقص

اور خراب ہو جائیں گی اس کی جواب دہی تم کو دینا ہوگی اور زبیدہ خاتون تم کو قرار واقعی
سزا دیگی داروغہ سنتے ڈر کر مزاحمت نہ کی اور صندوق اٹھوا دیئے خواجہ سرا ہاتھوں
ہاتھ سب اس بی بی کے مکان میں لے گئے مگر عجب اتفاق ہوا کہ دفعتہً خلیفہ خود اس
بی بی کے مکان پر آ گیا اور بہت اصرار کیا کہ مجھے ان صندوقوں کو دکھلا کیا اسباب
ہے ہر چند اس بی بی نے حیلہ کیا مگر کوئی تدبیر پیش نہ گئی آخر مجبور ہو کر ایک ایک صندوق
کھول کر دکھانے لگی جب ایک کہ جس میں میں کمبخت تھا باقی رہ گیا تھا خلیفہ نے کہا اس
کو بھی دکھا جو اس وقت کا حال میرا نہ پوچھو کہ کیا مجھ پر گزرا اس بی بی چالاک نے عرض
کیا کہ آپ اس صندوق کے کھلوانے میں مصر نہ ہوں اس میں وہ اسباب ہے کہ سوا زبیدہ
خاتون کے میں نہیں دکھا سکتی۔ خلیفہ وہاں سے چلا گیا پھر خواجہ سراؤں کو حکم کیا کہ ان
صندوقوں کو جلد یہاں سے لے جاؤ خواجہ سرا جلد ان سب کو اس بی بی کے مکانوں میں
لے گئے جب مکان میں کوئی نہ رہا تب اس بی بی نے اس صندوق کو جس میں میں تھا
کھول کر کہا جلدی نکل میں نکل آیا پھر مجھے ایک زینہ دکھا کر کہا کہ اس پر چڑھ جا اوپر
اس کے ایک کمرہ ہے وہاں بیٹھ میں ابھی آتی ہوں جب میں اوپر چڑھ گیا اس نے دروازہ
اس کا مقفل کر دیا ایک گھڑی نہ گزری تھی کہ خلیفہ اس مکان میں پھر آ کر اسی صندوق
پر جس میں میں آگے بند تھا بیٹھ گیا اور اس بی بی سے حال شہر کا دیر تک پوچھا کیا اور
وہ بی بی دیر تک خلیفہ سے باتیں کرتی رہی پھر خلیفہ اپنی خوابگاہ میں گیا وہ بی بی بھی اس
مکان میں جہاں میں تھا آئی اور مجھ سے ہزاروں عذر کیئے کہ یہ صدمے میرے سبب
سے تم کو پہونچے لیکن خاطر جمع رکھو کہ اب کسی طرح کا خوف نہیں پھر میں نے اور اس نے
باہم بیٹھ کر کھانا کھایا اور دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر اس نے کہا اب تم آرام کرو
کل کسی وقت تمہاری ملاقات زبیدہ خاتون سے ہو جائے گی میں بڑے آرام سے اس مکان
پر تکلف میں سو رہا اور اپنے دل میں خوش ہوتا تھا کہ میں نے بہت اچھی بی بی پائی پھر فجر
کو وہ بی بی مجھے اپنے ساتھ واسطے ملاقات زبیدہ کے لے گئی اور سب مراتب مجھے
سکھائے الغرض زبیدہ کے گھر میں کہ نہایت وسیع تھا اور سامان شاہی سے

سجا ہوا تھا سے جا کے ایک جگہ کھڑا کر دیا اور آپ چلی گئی پہلے بیس عورتیں جوان کم سن نہایت حسین اچھی اچھی پوشاک اور زیور پہنے ہوئے آئیں اور سامنے تخت کے صف باندھ کر کھڑی ہوئیں بعد اس کے بیس عورتیں اور جو ان خوبصورت مثل جماعت پہلی کے نکلیں اور ان کے بیچ میں زبیدہ خاتون بڑے جاہ و حشمت سے برآمد ہوئی جواہرات ایسے پہنے تھی کہ آنکھ بشر کی اس پر نہ ٹھہرتی تھی اور بوجھ سے پوشاک اور زیورات کے آہستہ آہستہ چلتی جب وہ تخت مرصع پر آکر بیٹھی اور وہ مصاحبین اور خواصیں اپنے اپنے قرینے سے کھڑی ہوئیں وہ بی بی جو پروردہ زبیدہ کی اور میری معشوقہ تھی داہنی طرف زبیدہ کے نہایت نازو انداز سے کھڑی ہوئی ایک خواص نے مجھے اشارہ کیا میں آگے تخت کے جا کے واسطے بجالانے تسلیمات کے اتنا جھکا کہ سر میرا زمین پر لگ گیا اور دیر تک جھکا رہا یہاں تک کہ خود خاتون نے سر اٹھانے کے واسطے فرمایا اور میرا نام اور حسب و نسب پوچھا میں نے جو مناسب تھا عرض کیا مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئی فرمایا میں چاہتی ہوں کہ اپنی لڑکی کے ساتھ تیری شادی کروں آج کے دسویں دن تمہاری رسمیں نکاح کی کر دی جائیں گی اور اس عرصہ میں خلیفہ سے بھی اجازت لے لوں گی دس روز تک تم یہیں ہوشیاری سے رہو غرض میں دس دن تک وہاں رہا اس درمیان میں وہ بی بی اکثر میرے پاس آتی جاتی رہی میں وہاں بہت آرام سے رہا اس عرصہ میں زبیدہ نے اجازت خلیفہ سے بھی لی اور بہت نقد و جنس اس بی بی کو دیا اور ہر روز گانا اور ناچنا وہاں ہوتا تھا جب نو دن گزر گئے اور دسویں دن رسمیں شادی کی ہونے لگیں ہم دونوں دولہا دلہن نے حمام کر کے لباس فاخرہ پہنا شام کو خواصوں نے طرح طرح کے کھانے چنے ان سب کھانوں میں ایک قاب پلاؤ سیر کی بھی تھی جسے تم سب صاحبوں نے بزور کھلوایا میں نے اسے برغبت تمام کھایا مگر بدبختی سے منھ ہاتھ کو خوب اچھی طرح نہیں دھویا فقط رومال سے پوچھ ڈالا جب رات ہوئی وہاں پر بڑی روشنی کر کے خواصوں نے گانا بجانا شروع کیا ایک طرف گانا بجانا ایک طرف ناچ اور نقلیں ہو

رہی تھیں جب رسمیں نکاح کی ہو چکیں خواصیں ہم دونوں کو حجرۂ عروسی میں لے گئیں
میں نے ارادہ ہم آغوشی کا کیا دلہن دفعتاً مجھ سے کمال ناخوش ہوئی اور ایسا شور و غل
مچایا کہ سب خواصیں حجرے میں دوڑی آئیں میں نہایت متحیر ہوا آخر خواصوں نے دلہن
سے پوچھا کہ بی بی کیا صدمہ تم کو پہنچا جو تم ایسی مضطرب ہو کر چلائیں وہ بی بی کمال
غصہ سے بولی کہ اس نامعقول بے امتیاز کو ابھی میرے سامنے سے دور کرو میں نے ڈرتے
ڈرتے کہا بی بی مجھ سے کیا قصور ہوا اس نے نہایت خفگی سے کہا تو بڑا حرام زادہ ہے
کہ تو نے پلاؤ لہسن کا کھایا اور ہاتھ نہ دھوئے اب تک میرا اس کی بدبو سے دماغ پھٹا
جاتا ہے پھر اپنی خواصوں سے کہا اس کو زمین پر لٹا دو اور چابک مجھے دو انہوں نے
فی الفور مجھے زمین پر گرا کے بعضوں نے ہاتھ پکڑ لیے اور بعضوں نے پاؤں اور میری
دلہن نے اس بے رحمی سے مجھے مارا کہ تھک گئی بعد اس کے اپنی خواصوں سے کہا اس کو
پولیس میں لے جاؤ اور پھر پیادہ سے کہو کہ اس کے ہاتھ کو جس سے اس نے پلاؤ سیر
کھایا تھا کاٹ ڈالے غرض ایک خواص کو میرے حال زار پر بہت ترس آیا انہوں
نے ہاتھ باندھ کر اس سے کہا ہماری اچھی بی بی اب بہت غصہ نہ کرو واقعی اس آدمی
سے بڑا قصور ہوا اور نہایت بے امتیازی کی تمہارے رتبہ اور نفاست مزاج سے
واقف نہ تھا مگر یہ قصور اس کے در گزر کرو کہ وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا اس
نے کہا جب تک کوئی نشان سخت اس کو نہ دوں گی اس کو ہرگز یاد نہ رہے گا کہ پلاؤ
سیر کو کھاتا اور ہاتھ اچھی طرح سے نہ دھونا انہوں نے پھر میرے لئے شفاعت کی
اس وقت وہ چپ ہو رہی پھر اس مکان سے اٹھ کر چلی گئی سب خواصیں بھی پیچھے
اس کے ہو لیں اور مجھے تنہا وہیں چھوڑ دیا دس دن تک تنہا میں وہیں رہا ایک بوڑھی
لونڈی کبھی کبھی کچھ میرے کھانے کے واسطے لاتی ایک دن میں نے اس سے حال اپنی
دلہن کا پوچھا اس نے کہا وہ بہت بیمار ہے بسبب اس بدبو کے جو تیرے ہاتھ سے
اس کے دماغ میں پہنچی تھی پھر ایک دن اس کنیز نے کہا اب تیری بی بی
کو صحت ہوئی آج وہ واسطے غسل صحت کے حمام کو گئی ہے اور اس نے مجھ سے

تیرا نام لے کر کہا ہے کہ کل اسے دیکھنے آؤں گی غرض دوسرے دن وہ مجھے دیکھنے آئی اور
اپنی لونڈی سے مجھے بندھوا کر پچھڑوایا اور نہایت بے رحمی سے استرا ہاتھ میں پکڑ دونوں
انگوٹھے ہاتھ کے اور دونوں پاؤں کے کاٹ ڈالے ایک عورت نے دوڑ کر کسی درخت کی جڑ
پیس کر میرے زخموں پر لگا دی لیکن مجھے غش آگیا جب قدرے ہوش آیا انہوں نے مجھے
تھوڑی سی شراب پلائی جس سے مجھ میں کچھ طاقت آئی اپنی بی بی سے کہا آج کے دن سے
اگر پھر کبھی اس منحوس پلاؤ سیر کو کھاؤں گا تو قسم کھا کر تم سے عہد کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ
کو ایک سو بیس بار اشنان اور فلاں گھاس کی راکھ اور صابون سے دھوؤں گا یہ سن کر
میری بی بی نے کہا ہاں اس صورت میں میں تجھے اپنا خاوند جان کر تیرے ساتھ رہونگی
سوداگر بغدادی نے ان سب مہمانوں سے جو مجلس شادی میں جمع تھے کہا صاحبو اس
کمبخت پلاؤ سیر کے کھانے سے یہ سبب تھا انکار کرنے کا الغرض خواصوں نے روغن
بلساں میرے زخموں میں لگایا تھوڑے دنوں میں میں اچھا ہو گیا اس کے بعد میں اور
میری بی بی خوشی سے باہم رہنے لگے مگر جو اندر محل خلیفہ کے رہتا تھا اور اکثر چھپایا
اور بند کیا جاتا اس واسطے اداس ہوا لیکن بخوف ناخوشی اپنی بی بی کے اس بات کو زبان
پر نہ لا سکتا تھا آخر اس نے اس امر کو سمجھ بوجھ کر زبیدہ خاتون سے درخواست رہنے
کی علیحدہ مکان میں کی زبیدہ خاتون چپ ہو رہی جب ایک مہینا گزرا میں نے اپنی
بی بی کو دیکھا کہ اپنے مکان کی طرف چلی آتی ہے اور کئی خواجہ سرا توڑے اشرفیوں کے
لئے پیچھے اس کے ہیں جب وہ توڑوں کو رکھ کے چلے گئے میری بی بی نے کہا تمہاری
تکلیف کے سبب زبیدہ خاتون نے اجازت جدا رہنے کی دی اور پچاس ہزار اشرفیاں
عنایت فرمائیں تاکہ ہم عزت سے اس شہر میں رہیں دس ہزار اشرفیاں مجھے دے کر کہا
کہ کوئی مکان لائق ہمارے رہنے کے مول لو ہم نے جلد ایک مکان بہت اچھا خرید
کیا اور اسباب اور سامان سے سج سجا کر وہاں جا رہے اور بہت سے لونڈی غلام
مول لے کر نفیس پوشاکیں ہم دونوں نے پہنیں اور بہت عیش و عشرت سے
رہنے لگے مگر افسوس کہ ایک برس کے بعد میری بی بی مر گئی اور میں دوسری بی بی

کے ساتھ عقد کر کے بغداد میں اسی طرح رہنے لگا اتفاقاً اس بی بی نے بھی قضا کی پھر تیسری کا اتفاق ہوا پھر تیسری کے بعد چوتھی کا اور سب نے اسی طرح قضا کی تب اس مکان کو منحوس سمجھ کر بیچ ڈالا اور اسباب تجارت مول لے کر بارس کو گیا اور وہاں سے سمرقند کو پھر وہاں سے یہاں آکر بود و باش اختیار کی اس یہودی نے بادشاہ کاشغر سے عرض کی کہ خداوندیہ وہ قصہ ہے جو تاجر بغدادی نے روبرو جماعت کے جس میں کل کے دن تھا بیان کیا" بادشاہ نے فرمایا یہ حکایت البتہ تھوڑی سی عجیب ہے لیکن ہمارے کبڑے کے حال کو نہیں پہو نچتی اتنے میں حکیم یہودی نے عرض کیا کہ غلام کے قصے سے کو سن کر حضور بہت خوش ہوں گے۔

حکیم یہودی نے بادشاہ کی جناب میں عرض کیا" خداوند میں پیشہ طبابت دمشق میں کیا کرتا تھا اور بہ سبب ہمہ دانی کے وہاں میری بڑی عزت تھی ایک روز حاکم شہر نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ ایک بیمار کا علاج کر و پھر مجھے وہ حاکم ایک حجرے میں لے گیا وہاں ایک جوان حسین لیٹا ہوا درد سے بے قرار تھا میں نے صاحب سلامت کی اس نے جواب دیا لیکن آنکھوں سے اشارہ کیا کہ میں تمہارے آنے سے بہت ممنون ہوا میں نے کہا اپنا ہاتھ مجھے دو کہ نبض تمہاری دیکھوں اس جوان نے بایاں ہاتھ اپنا پیش کیا میں بہت متعجب ہوا اور اس کی نبض دیکھ کر نسخہ لکھا اور رخصت ہوا اور متواتر اس کے دیکھنے کو نو روز تک جایا کیا اور وہ ہر روز بائیں ہاتھ کی نبض دکھایا کیا دسویں دن میں نے اسے اچھا پاکر کہا اب آپ غسل صحت کیجیے پھر حاکم دمشق نے مجھے خلعت بھاری دے کر اپنے دارالشفا کا طبیب مقرر کیا اور اپنے محل کا علاج بھی مجھی سے متعلق رکھا وہ جوان جو میرے علاج سے اچھا ہوا تھا جب مجھ کو دیکھتا بڑی محبت سے پیش آتا چنانچہ حمام میں بھی مجھے اپنے ساتھ لے گیا وقت کپڑے اتارنے کے میں نے داہنا ہاتھ اس کا کٹا دیکھا اور اسی سبب سے اس کو بیماری تھی اور مجھ سے چھپاتا تھا مجھے بڑا افسوس ہوا اس نے مجھے متاسف دیکھ کر کہا فقط میرا داہنا ہاتھ کٹا دیکھ کر تعجب اور افسوس نہ کرو میری سرگزشت عجیب و غریب ہے بعد فراغت حمام میں تم سے

بیان کروں گا پھر مجھ سے پوچھا کہ اگر سیر باغ مضر نہ ہو تو میں سیر باغ کروں بلبل نے کہا بہت
مفید ہے اس جوان نے کہا اگر تمہاری بھی چاہتا ہو تو چلو کہ میں تم سے اثنائے سیر میں اپنا
حال کہوں گا میں نے کہا کیا مضائقہ ہے پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کھانا تیار رکھو
اور ہم دونوں اس باغ میں گئے دو تین بار اس باغیچے میں گشت کر کے قالین پر کہ نیچے ایک
درخت کے بچھا تھا بیٹھ گئے اس جوان نے اپنا قصہ اس طرح کہنا شروع کیا کہ میری پیدائش
شہر موصل کی ہے اور میں ایک اعلیٰ خاندان ہوں میرے دادا کے دس بیٹے تھے میرا باپ سب
سے بڑا تھا اور نو چچا میرے لاولد تھے میں فقط اپنے باپ کا اکیلا بیٹا تھا اور میرے
باپ نے میری تعلیم کے لئے بہت کوشش کی اور ہر علم و ہنر مجھے سکھلایا جب میں بڑا ہوا تو
ہر ایک صحبت میں بیٹھنے اٹھنے لگا ایک دن جمعہ کے روز میرا باپ اور سب چچا واسطے نماز
جمعہ کے جامع مسجد موصل میں گئے پھر جب سب نمازی نماز پڑھ کر رخصت ہوئے میرا باپ
اور سب چچا وہاں پر بیٹھ کر ذکر ہر ایک شہر کی خوبی اور آبادی کا ذکر کرنے لگے ایک نے میرے
چچاؤں سے کہا کوئی ملک مصر کی جو کنارے دریائے نیل کے واقع ہے برابری نہیں کرتا میں
تعریف مصر کی سن کر اتنا مشتاق ہوا کہ اگر میں اپنے بس میں ہوتا تو اسی دم مصر کو چلا جاتا اگرچہ
میرے سب چچا ترجیح دیتے تھے بغداد اور اس کے دریا کو مگر میرے باپ نے تعریف
مصر کی بہت کر کے کہا جس نے مصر کو نہیں دیکھا عجائب و غرائب دنیا سے وہ محض بے خبر
ہے اور مصر اور گرد اس کے دار السلطنت کے عجائبات اور وہاں کی خوبیوں کی
تفصیل و تعریف اس طرح کی کہ میرے چچاؤں نے بھی سن کر اقرار کیا اور میں تو اس
وقت سے ایسا مشتاق مصر کے دیکھنے کا ہوا کہ دن رات بے قرار رہا کرتا تھا اور خدا سے
دعا مانگتا کہ کوئی سبب میرے جانے کا پیدا فرما ناگاہ میرے چچاؤں کو بھی اشتیاق مصر
دیکھنے کا ہوا اور سب نے متفق ہو کر میرے باپ سے درخواست کی کہ ہم مل کے چلیں
اور وہاں کی کیفیتیں دیکھیں اور خوب سیر کریں میرے باپ نے ان کی درخواست کو منظور
کیا میرے چچاؤں نے کہ سوداگر اور بہت دولت مند تھے وہ اسباب جو مصر
میں بہت نفع سے بکتا تھا بہت سا خرید کیا جب میں نے یہ حال سنا اپنے باپ

کے پاس روتا ہوا گیا اور کہا کہ میرے تئیں بھی اجازت جانے کی ان کے ساتھ دو تاہیں بھی
مال تجارت اپنے واسطے خرید کر دوں میرے باپ نے کہا ابھی تم خردسال ہو تمہارا جانا مصر
میں صلاح نہیں تب میں نے اپنے چچاؤں سے کہا کہ تم میرے باپ سے سفارش کرو غرض
ان کے کہنے سے میرا باپ راضی ہوا کہ خیر دمشق تک ہمارے ساتھ چلے وہاں سے جب ہم
قصد مصر کے جانے کا کریں گے اسے رخصت موصل کی طرف کر دیں گے میرے والد نے کہا
دمشق بھی بہت اچھا شہر ہے میں راضی ہوا کہ وہیں مجھے لے چلیے غرض موصل سے اپنے
باپ اور چچاؤں کے ساتھ موس بٹہ بار کو روانہ ہوا اور وہاں سے اپرنش کو گیا وہاں
سے حلب کو وہاں سے ہم سب دمشق کو پہونچے دیکھنے سے اس شہر کے میں نہایت خوش
ہوا اور ہم سب ایک سرا میں اترے اور اس شہر کو نہایت وسیع اور آباد پایا رہنے
والے سب مہذب اور خلیق تھے کئی روز تک سیر و گلگشت کی وہاں کے باغات کی کہ
ہر ایک مانند فردوس کے تھا کی اور شہر کی شہر پناہ نہایت مستحکم اور دلچسپ تھی اور
میرے چچاؤں نے بعد چند روز کے قصد آگے جانے کا مصمم کر میرا اسباب بڑے
نفع سے بیچا کہ مجھے فی صد پانچ روپیہ فایدہ میں حاصل ہوئے غرض میں بہت متمتع
ہوا آخر میرے باپ اور چچا مجھے دمشق میں چھوڑ کر آگے کو روانہ ہوئے اور ان
کے بعد جانے کے میں نے اخراجات میں ایسی کفایت کی کہ بے فایدہ ایک حبہ صرف نہ کرتا
ایک بڑی حویلی اپنے رہنے کے واسطے کرائے کو لی وہ حویلی نہایت نفیس اور سنگ مرمر
کی تھی اور لعل و زرنگار سے اندر باہر اس کے نقش و نگار بنے ہوئے ایک پائیں
باغ میں تھا جس میں بہت فوارے جاری تھے میں نے اس کو شیشہ آلات وغیرہ سے
تھوڑے سے خرچ میں سجا مالک اس گھر کے پہلے عبدالرحیم نام ایک شخص شرفائے
دمشق سے تھے اب اس کو کوئی جوہری مالدار مول لے کر کرایہ پر چلاتا تھا میں نے اس
کو دو اشرفی کرایہ کو لیا اور میں امیرانہ اس میں رہتا اور کبھی کبھی وہاں کے شرفا کی
جن سے شناسائی ہو گئی تھی دعوت کرتا اور کبھی وہ میری ضیافت کرتے اسی
طرح میں غیبت میں باپ اور چچاؤں کے شہر دمشق میں مصروف آسایش رہا

کرتا اور لوگ میرے پاس آتے جاتے اور میرا کاروبار کیا کرتے ایک دن میں دروازے
پر اپنے ہوا کھانے کے لئے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بی بی بہت اچھی پوشاک پہنے نہایت خوبصورت
میرے پاس آئی اور کہا کیا تم کپڑا بیچتے ہو یہ کہہ کر اندر گھر کے چلی گئی جب وہ اندر حویلی
کے جا چکی میں وہاں سے اٹھا اور اندر جا کر دروازہ بند کر لیا اور اس بی بی کو ایک دالان
میں لے گیا اور بٹھا کے کہا بی بی صاحب اچھے اچھے تھان آپ کی پسند کے لائق میرے
پاس ہیں مگر افسوس کہ اس وقت موجود نہیں اس بی بی نے نقاب کو اپنے چہرے سے
الٹ دیا میں اس کی صورت کہ از بس حسین تھی دیکھتے ہی حواس باختہ ہو گیا وہ بی بی
بولی کہ میں فقط تیری ملاقات چاہتی ہوں کہ شام تک رہوں اور اس وقت کچھ کھایا
چاہتی ہوں میں نے جلد سب طرح کے میوے اور کچھ شیشے شراب نفیس کے منگا کے
پھر ہم دونوں سو رہے جب فجر ہوئی میں نے دس اشرفیاں نکال کر اس بی بی کو دیں
اس نے ان کو پھیر کر کہا میں اشرفیاں لینے نہیں آئی تھی اور الٹی دس اشرفیاں اپنی
تھیلی سے نکال کے بزور مجھے دیں اور کہا کہ بعد تین دن کے پھر شام کے وقت آؤنگی
یہ کہہ کر رخصت ہوئی میں اس کی جدائی میں کمال بیتاب رہا تھا کہ بعد تین روز کے
وہ آئی میں بڑے اشتیاق سے اس کو گھر میں لے گیا اور وہ تمام رات ہماری اسی لطف
میں گذری جیسی کہ پہلی رات گذری تھی دوسرے دن وقت رخصت پھر اقرار کیا کہ
تیسرے دن پھر آؤں گی اور دس اشرفیاں پھر مجھے دیکر چلی گئی غرض تیسری ملاقات
میں بحالت نشہ مجھ سے کہنے لگی کہ میری جان میں خوبصورت ہوں یا نہیں میں
نے کہا میں جان و دل سے تم پر فدا ہوں تم میری شاہزادی اور ملکہ ہو وہ بولی جب
دوسری بی بی کو جو مجھ سے جان و دل رکھتی ہے دیکھو گے تو یہ باتیں بھول
جاؤ گے وہ مجھ سے سن میں چھوٹی اور نہایت نازنین ہے میں اس کو اپنے ساتھ
لاؤں گی تمہارے دیکھنے کا اسے بڑا اشتیاق ہے میں نے کہا بی بی جب چاہو ان
کو لے آؤ لیکن مجھے اس سے کیا غرض میں تو تم پر فدا ہوں اس بی بی
نے کہا خبردار اسی قول پر رہنا جب یہ گفتگو ہو چکی تب وہ بی بی مجھ سے

رخصت ہوئی اور اس روز پچاس اشرفیاں مجھے دیں اور چلتے وقت مجھ سے کہنے لگی دو روز
کے بعد ایک نیا مہمان تمہارے گھر آئے گا اس کی ضیافت کی تیاری کر رکھنا میں نے حسب
دل اس نے وعدہ اس کے آنے کا کیا تھا اس مکان کو جھڑوا اور فرش و فروش
سے تیار رکھا اور طرح طرح کے کھانے اور میوے وغیرہ مہیا کیئے آخر قریب شام وہ دونوں
بیبیاں آئیں اور دونوں نے نقاب کو منہ سے اٹھالیا فی الحقیقت دوسری دس حصہ
پہلی سے ہر امر میں زیادہ تھی اگر ایک نظر میری پہلی پر پڑتی تو کئی بار دوسری پر اور
خواہ مخواہ دل اس کی طرف کھنچتا تھا غرض میں نے دونوں کی شکر گذاری کی اور
دونوں کو کھانے پر بٹھا کے آپ بھی سامنے نئے مہمان کے جا بیٹھا اور وہ خوف
سے پہلی بی بی کے نظر میری طرف نہ کر سکتی تھی مگر اس نے شیریں حرکتوں سے میرے
دل کو اپنے اوپر فریفتہ کیا اور جب اس نے جانا کہ میں دل سے اس کی طرف مائل
ہوں تب اس نے اشاروں سے بہت باتیں پیار کی مجھ سے کیں پہلی بی بی اس
حال کو جان گئی پہلے ہنس کے کہنے لگی کہ تم میری دستدار بی بی پر آنکھ ڈالتے ہو
اپنی قسم کو بھول گئے میں نے بھی ہنس کر کہا کہ تم ناحق متہم کرتی ہو مجھے کیا مناسب
ہے کہ تمہارے خلاف اس بی بی کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھوں جب ہم سب خوب
شراب کے نشے میں چور ہوئے نئی بی بی اور میں چوری سے ایک دوسرے کو دیکھتے
اور اشارے کرتے پہلی بی بی کو ایسا حسد ہوا کہ نہایت غصہ میں آکر اٹھ کھڑی ہوئی
اور یہ کہہ کے کہ میں ابھی آتی ہوں میرے گھر سے چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد دوسری بی بی
کہ میرے پاس بیٹھی تھی رنگ اس کے چہرے کا بدل گیا اور حالت نزع کی سی ہو گئی میں
نے اسے سنبھالا کہ کرسی سے گر نہ پڑے اتنے میں وہ جان بحق تسلیم ہو گئی میں نے گھبرا کر
اپنے آدمیوں کو پکارا کہ اس کو تھامیں اور باہر نکل کے پوچھا کہ وہ پہلی بی بی
کدھر گئی میرے آدمیوں نے کہا کہ فلانی گلی سے چلی گئی ہے تب مجھ کو معلوم ہوا کہ
مقرر اسی کی بد ذاتی سے یہ امر ہوا پہلے گلاس میں کچھ زہر قاتل ملا کر اس کو
پلا گئی ہیں اس واردات ناگہانی سے نہایت ڈرا اور کہا کہ دیکھیے کیا

مصیبت مجھ پر پڑے پھر یہ سوچا کہ جو کچھ ہو سو ہو اب اس بی بی کی لاش کو دفن کر دیا چاہیے
تب میں نے صحن میں اس حویلی کے قبر کھدوا کر اس بی بی کی لاش کو دفن کر دیا پھر میں نے
لباس سفر کا پہن اور زر نقد کو اپنے ساتھ لے باقی اسباب حجروں میں مقفل کیا اور مہر
اپنی ان پر لگا کے باہر کے دروازے پر بھی قفل لگا دیا اور اس جوہری کے پاس جو مالک
اس حویلی کا تھا گیا اور ایک برس کا کرایہ پیشگی اسے دے کر کہا کہ یہ کنجی اس حویلی کی اپنے
پاس امانت رکھنا میں اپنے چچاؤں کے پاس شہر کیرو کو چند مدت کے واسطے جاتا
ہوں یہ کہہ کر اس سے رخصت ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کیرو کی طرف چلا چند
روز کے بعد شہر کیرو میں پہونچ کر اپنے چچاؤں سے ملاقات کی وہ دیکھ کر مجھے حیران
ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کیونکر آئے میں نے کہا کہ تمہاری انتظاری میں گھبرا کر چلا آیا
انہوں نے بہت مہربانی فرما کر اقرار کیا کہ ہم سب تمہاری سفارش تمہارے باپ
سے کریں گے وہ تمہارے آنے سے یہاں بہت ناخوش ہوگا کہ بے اجازت کیوں آئے
پھر اسی سرائے میں جہاں وہ سب تھے میں بھی شب باش ہوا اور شہر کیرو کے عجائب
وغرائب اچھی طرح سے دیکھے پھر جب میرے باپ اور چچاؤں نے سب اپنا اسباب
بیچ کر شہر موصل کے جانے کی تیاری کی میں کہ ہنوز خوب کیرو دیکھ نہیں چکا تھا
ان سے چھپ کے اور جگہ جا رہا اور جب تک کہ وہ وہاں سے نہ گئے میں اپنے مکان
سے نہ نکلا انہوں نے مجھے بہت ڈھونڈا لیکن نہ پایا سب سمجھے کہ شاید وہ اس شرمندگی
سے کہ بے اجازت اپنے باپ کے یہاں آیا تھا پھر دمشق کو پھر گیا ہم وہاں پہونچ کر
اس کو اپنے ساتھ گھر لے جاویں گے یہ سوچ کر وہ وہاں سے چلے میں ان کے جانے کے
بعد شہر کیرو میں تین برس تک رہا اور ہر برس کرایہ حویلی کا دمشق میں اس جوہری کے
پاس بھیجدیتا تھا کہ اسباب بہت حفاظت سے رکھنا میں کئی برس اور وہاں پر رہا
مگر کوئی واردات مجھ پر ایسی نہیں ہوئی جیسی مصیبت دمشق میں مجھ میں پڑی غرض
جب میں شہر کیرو سے پھر دمشق میں آیا تو پہلے اسی جوہری کے پاس گیا وہ مجھے
دیکھ کر بہت خوش ہوا اور میرے ساتھ اس حویلی تک آیا اور میں نے قفل

اندر مہر کو بدستور پایا اور بعد چلے جانے جوہری کے جھاڑنے میں اس مکان کے خدمتگار نے
ایک مالا طلائی زنجیر کی صورت جس میں دس دانے گول موتیوں کے پروئے ہوئے تھے پایا وہ
اس کو میرے پاس لایا میں نے پہچانا کہ یہی مالا ہے جس کو اس بی بی کے گلے میں لپیٹ کر گلے
میں ڈال لیا پھر بدستور دمشق میں رہنے لگا یہاں تک کہ نقد سب خرچ ہو گیا اور اسباب
بیچنے کی نوبت پہنچی تب میں نے پہلے قصد مالا بیچنے کا کیا اور اس کو چوک میں لے گیا اور
ایک دلال کے ہاتھ میں اس مالے کو دے کر کہا اس کو بیچتا ہوں اس دلال نے کہا اس
کا ہر ایک موتی نایاب ہے پھر وہ دلال مجھے جوہری کی دوکان پر بٹھا گیا کہ ذرا آپ یہاں
ٹھہریے میں اس رقم کو بازار میں دکھلا اور اس کے خریدار کو بہم پہنچا حال قیمت
کا جو کچھ ہوگا ابھی آپ سے آ کر کہتا ہوں تھوڑی دیر کے بعد اس دلال نے آ کر مجھ
سے چپکے سے کہا صاحب قیمت اس مالے کی دو ہزار اشرفی ہے مگر اب کوئی سوا سو اشرفی
سے زیادہ نہیں دیتا میں نے کہا جس قیمت پر بکے مجھے لا دے وہ دلال سوداگر کے پاس
گیا اور کہا مالک اس قیمت پر راضی ہے سوداگر دلال کو پکڑ کر کوتوال کے پاس لے گیا
اور اس مالے کو دکھلا کر کہا یہ مالا چوری گیا تھا اب چوک میں موجود ہے دو ہزار اشرفی
کا مالا سوا سو اشرفی پر بیچتا اس کا دلیل چوری کی صریح ہے کوتوال نے مجھے پکڑ بلوا کر
پوچھا کہ یہ مالا تیرا ہے میں نے کہا ہاں آخر کو توال ظالم نے مجھے اس قدر مارا کہ خوف سے
میں نے اقرار چوری کا کیا پھر اقرار کے داہنا ہاتھ میرا کاٹ ڈالا اور مالا مجھ سے
چھین لیا تین دن تک میں اسی گھر میں پڑا رہا کیا آدمی میرے حاکم کے خوف سے
مجھے چھوڑ کر چلے گئے بعد تین دن کے کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمی پولیس کے میرے
گھر میں گھس آئے اور ان کے ساتھ میرا گھر والا اور وہ سوداگر جس نے مجھ پر مالے کی
چوری لگائی تھی انہوں نے مجھے ایک رسی میں باندھ دیا اور بہت سی گالیاں
دے کر کہنے لگے یہ مالا اس شہر کے حاکم کا ہے تین برس ہوئے ہیں کہ وہ کھو گیا تھا اور
اسی وقت سے اس کی صاحبزادی بھی غائب ہے میں یہ سن کر سہارا اور دکھ بھول
گیا تھا کیونکہ یہ مصیبت پہلے سے زیادہ تھی پھر اپنے دل کو تسلی دی کہ خیر

ہر چہ بادا باد حاکم یا تو میرا قصور معاف کرے گا یا مار ڈالے گا بہرکیف انہوں نے مجھے حاکم کے سامنے لے جاکر حاضر کیا حاکم نے مجھے نظر رحمت سے دیکھ کر چھڑوا دیا اور لوگوں سے سے پوچھا کہ یہ وہی ہے جس نے مالا بیچا تھا سب نے کہا ہاں وہی ہے حاکم نے کہا یہ جوان چور نہیں ناحق اس پر ظلم ہوا اور حکم کیا کہ جس سوداگر نے اس جوان پر چوری کی تہمت کی تھی اس کو قتل کرو چنانچہ وہ فوراً قتل کیا گیا اس کے بعد حاکم نے تنہائی میں مجھ سے فرمایا کہ اے فرزند بخوف وخطر بیان کر کہ یہ مالا تیرے ہاتھ کیونکر لگا میں نے ان دونوں بیبیوں کا حال مفصل بیان کیا حاکم نے سن کر فرمایا مشیت ایزدی سے کسی کو چارہ نہیں ہے پھر مجھ سے متوجہ ہو کر کہا اے فرزند تیری مصیبت سے مجھے بڑا رنج ہوا اب میں اپنا حال بیان کرتا ہوں وہ دونوں بیبیاں میری بیٹیاں تھیں پہلی بی بی کہ تمہارے گھر گئی بڑی بیٹی اور دوسری چھوٹی بیٹی میں نے بڑی کی شادی شہر کیر دیس اپنے بھائی کے بیٹے کے ساتھ کی تھی اتفاقاً اس کا شوہر مر گیا اور وہ لڑکی مصر میں کئی برس رہی اور سیکڑوں شرارتیں وہاں سے سیکھ کر میرے گھر آئی اور وہ دوسری بی بی ذی شعور اور نیک بخت تھی بڑی بہن اس کو بھی بدراہ کر اپنے ساتھ باہر لے جایا کرتی تھی اس کے مرنے کو ایک دن گذرا تھا کہ میں نے کھاتے وقت اس کو پوچھا کہ وہ کہاں ہے بڑی بہن اس کی رونے لگی میں سمجھ گیا کہ کچھ مصیبت اس پر پڑی تب میں نے اس سے اصرار کیا کہ اس کا حال کہہ اس نے ایک آہ ٹھنڈی بھر کے کہا کہ میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتی کہ میری بہن کل اچھی پوشاک اور موتیوں کا مالا پہن کر باہر کہیں گئی تھی جب سے غائب ہے میں نے بہت تلاش کیا مگر کچھ اس کی خبر نہ پائی بعد کتنی مدت کے اس کی بڑی بہن اس کام سے جو اس کے ساتھ کیا تھا پشیمان ہوئی اور دن رات رویا کرتی اور کھانا پینا چھوڑ دیا اور یہاں تک کہ بیمار ہو کے مر گئی پھر اس حاکم نے فرمایا کہ اے فرزند میں تیسری لڑکی سے تیری شادی کر دوں گا وہ لڑکی ان دونوں سے چھوٹی اور خوبصورت ہے تم میرے گھر کو اپنا گھر سمجھو میرے بعد وہ اور تم میرے وارث ہو میں نے کہا میں حضور کا فرمانبردار ہوں اور آپ کی عنایت کا کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا

اس نے گواہ بلوا کر شرعی طور پر اپنی لڑکی کو میرے ساتھ بیاہ دیا اور جو اس اس مفتری کذاب کے قتل کرنے سے اس کی تسلی خاطر واقعی ہوئی تھی اس کی دولت مجھے دلوادی تم نے وقت ملاقات کے حال عنایت اس حاکم کا نسبت میرے دریافت کیا ہوگا کل ایک آدمی میرے چچاؤں کے پاس سے مجھے تلاش کرنے یہاں آیا اور خط ان کا مجھے دیا جس میں حال میرے باپ کے مرنے اور مجھے بلا بھیجنے کا تھا کہ اپنے باپ کے مال و دولت کا آکر وارث ہو مگر میری شادی یہاں کے حاکم کی لڑکی سے ہوئی تھی اور جانا وہاں سے موصل کو دشوار تھا اس واسطے اپنے چچاؤں کو میں نے لکھ دیا کہ میرا آنا کسی طور سے نہیں ہو سکتا اور میں یہاں آپ کی دعا سے بہت خوش ہوں اپنے باپ کا سب متروکہ میں نے اپنی طرف سے تم کو دیا اس جوان نے حکیم سے یہاں تک اپنے حال کو کہہ کر کہا اب یقین ہے کہ بعد سننے اس حال کے تم کو عذر میرے داہنے ہاتھ نہ دینے کا نبض دکھانے کے وقت بخوبی معلوم ہوا ہوگا جب یہ قصہ تمام ہوا حکیم یہودی نے بادشاہ کاشغر سے کہا یہ قصہ جو ان سوداگر موصلی کا ہے جس کو آپ کے حضور میں ظاہر کیا اور میں اس وقت دمشق میں تھا اور اس حاکم کی زندگی تک دمشق میں اس کے پاس رہا کیا جب اس نے قضا کی میں وہاں سے ملک فارس میں گیا اور سب فارس کے شہروں کی سیر کرکے ہندوستان میں آیا اور وہاں سے آپ کی دارالریاست میں پہونچا اور طبابت کو کہ میرا پیشہ قدیم تھا اختیار کیا۔"

اس کے بعد درزی نے ایک حیرت انگیز قصہ سنایا اور پھر حجام اپنا اور اپنے پانچ بھائیوں کے قصے سنائے اور اپنے کمال سے ایک موچنے کے ذریعہ مچھلی کا کانٹا اس کبڑے کے تالو سے نکالا اور سب حاضرین کو دکھلا دیا تھوڑی دیر بعد کبڑا چھینکا اور ہاتھ پاؤں پھیلائے آنکھیں کھولیں بادشاہ کاشغر اور سب آدمی نہایت متحیر اور مسرور ہوئے اور اس حجام کی دانائی اور حکمت کے قائل پھر بادشاہ نے فرمایا کہ سب حال کبڑے کا اور سادی حکایتیں لکھ کر خزانے میں رکھ دی جائیں۔
شہریار اس قصہ سے بھی بہت خوش ہوا۔ شہزادے نے اپنی بہن دنیا زاد

سے کہا کہ اگر بادشاہ میری جان بخشی کریگا تو میں کل اس سے بھی زیادہ دلچسپ اور عجیب و غریب قصہ کہ وہ داستان عشق ابوالحسن بن بکار اور شمس النہار معشوقہ خلیفہ ہارون رشید کی ہے سناؤنگی بادشاہ نے دوسرے روز بھی جان بخشی کی اور شہرزاد نے حسب وعدہ اس کو قصہ کو اس طرح آغاز کیا۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں بیچ شہر بغداد کے ابوالحسن بن طاہر نامے ایک عطار تھا صاحب دولت عمدہ سیرت صورت پسندیدہ وہاں کے سب سردار اور اشراف اس کو بہت اچھا جانتے تھے یہاں تک کہ خلیفہ کے نزدیک بھی وہ معتمد تھا اور اکثر عمدہ خواصیں خلیفہ کی اسی سے ہر ایک امر میں معاملہ اور سرکار رکھتی تھیں اور وہ بھی خاطر خواہ ان کی فرمایشوں کو جلد بہم پہنچاتا تھا چنانچہ ان بیبیوں کی پوشاک اور زیور و جواہرات وغیرہ ضروریات سب اس کی معرفت خرید و فروخت ہوا کرتے تھے بسبب خوش اخلاقی اور توجہ خلیفہ کے جتنے سردارزادے اس شہر کے تھے سب کی آمد و رفت اس کی دوکان پر رہتی اور ہر ایک اس سے محبت بھی رکھتا چنانچہ ان سبھوں میں سے ایک جوان ابوالحسن بن بکار نامی کہ نسل سلاطین پارس سے تھا بمرتبہ کمال خصوصیت اور الفت ابن طاہر سے رکھتا اور ہر دن اس کے پاس بیٹھا رہتا اور عطار بھی نہایت تعظیم اور خاطرداری اس شہزادے کی کیا کرتا اور وہ شہزادہ نہایت حسین تھا جو کوئی اس کو عورت مرد دیکھتا عاشق اس کا ہوتا سوائے حسن ظاہری کے اور بہت سے کمال قسم علم موسیقی اور شاعری وغیرہ سے اس میں تھے اور اگر وہ کبھی کوئی ساز بجاتا یا کچھ گاتا ایک خلقت جمع ہو کے وجد میں آتی ایک دن وہ ابن طاہر کی دوکان پر بیٹھا کہ ایک بی بی جوان اور بیٹھا خچر ابلق پر سوار اور دس لونڈیاں حسین جوان آگے پیچھے اس کی چلی آتی ہیں اور اس بی بی کی کمر میں ایک گلابی رنگ کا پٹکا پر تکلف بندھا تھا جس کے گرد چار انگشت کی چوڑی لیس ٹنکی ہوئی اور اس پر ہیرے اور بڑے بڑے موتی جڑے ہوئے اور اس بی بی کے حسن و جمال کا ذکر اس کی لونڈیاں حسن و جمال میں ماہ چہاردہم سے سبقت لے گئی

تھیں الغرض اس بی بی نے اس عطار کی دوکان پر قدم رنجہ فرمایا ابن طاہر اس کو دیکھ کر دوڑا
اور استقبال کر کے اپنی دکان پر بٹھلایا اور شہزادے پاس سے ایک نہالی کمخواب سے
منڈھی ہوئی لیجا کر اس کے پاؤں کے نیچے رکھی اور بڑے لحاظ سے سلام کر کے قالین
کو کہ پانداز اس بی بی کے تھا بوسہ دیا پھر جب اس بی بی نے نقاب چہرے سے اٹھائی
دیکھتے ہی اس کی صورت تیر عشق کا شہزادے کے دل میں پار ہو گیا اور ادھر وہ بی بی
بھی شہزادے پر فریفتہ ہوئی غرض دونوں عشق میں گرفتار ہوئے اس بی بی نے شہزادے
کو بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا شہزادہ بیٹھ گیا مانند تصویر کے اسے دیکھنے لگا۔ وہ بی بی
اس کی بیقراری کو سمجھ جلد اٹھ کھڑی ہوئی اور ابن طاہر سے سرگوشی کر کے اول مطلب
اپنے آنے کا ظاہر کیا بعد اس کے نام و نشان اس جوان کا پوچھا ابن طاہر نے کہا
اس جوان کا نام ابوالحسن یکتا ہے اور نسل سے سلاطین پارس کے ہے بادشاہ اخیر اسی
کا باپ دادا تھا اور کئی شہزادیاں ان بادشاہوں کی اس خلیفہ کے خاندان میں بیاہی
گئی ہیں وہ بی بی اس کی عالی خاندانی کا حال سن کر نہایت خوش ہوئی اور ابن طاہر
سے کہا میں تمہاری نہایت ممنون ہوں گی اگر تمہارے سبب سے درمیان میرے اور اس
شہزادے کے جان پہچان ہو جائے میں اپنے گھر جاتی ہوں فلانی خواص کو تمہارے پاس
بھیجوں گی تم اس جوان کو ضرور اپنے ساتھ لانا میں چاہتی ہوں کہ یہ جوان میرے مکان
اور باغ کی سیر کرے چلتے وقت پھر شہزادے کے آنے کے لئے تاکید کی اور قسم دلائی
ابن طاہر نے کہا میں ضرور اس کو لاؤں گا پھر جب وہ بی بی رخصت ہوئی شہزادہ عالم
تحیر میں اس کو دیکھتا رہا جب نظر سے وہ غائب ہوئی اس راہ کو دیوانوں کی طرح تکتا
رہ گیا ابن طاہر نے شہزادے کو بہت سمجھایا کہ صاحب لوگ تم کو اس حال میں دیکھ کر
ہنسیں گے ان خیالات سے باز آؤ شہزادے نے کہا مجھ کو معذور سمجھو میں اس بی بی
کے عشق میں از خود رفتہ ہوں بتلاؤ تو کہ یہ بی بی کون ہے اور مکان اس کا کہاں ہے
ابن طاہر نے کہا یہ بی بی شمس النہار محبوبہ اول خلیفہ کی ہے شہزادے نے کہا
[illegible] آفتاب کے ہے ابن طاہر

نے کہا خلیفہ اس کو نہایت پیار کرتا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ تمام امر کی یہ بی بی تم سے فرمائش کرے فی الفور سرانجام اس کا کرو اور ہر امر میں اس کی خوشنودی مقدم جانو پھر ابن طاہر شہزادے کو بہت نشیب و فراز دکھلا کر چاہتا تھا کہ اس کو شمس النہار کے عشق سے باز رکھے مگر وہ ایسا بیدل نہ ہوا تھا کہ نصیحت کسی کی اس پر اثر کرتی غرض وہ دونوں اسی گفتگو میں تھے کہ شمس النہار کی کنیز نے ابن طاہر کے کان میں آکر کہا کہ جلد چلو ہماری بی بی نے تمہیں اور شہزادے کو بلایا ہے ابن طاہر مع شہزادہ کے روانہ ہوا خواص دونوں کو خلیفہ کے محل میں لے گئی اور اس محل کے ایک طرف کو مکان خاص شمس النہار کے رہنے کا تھا اس نے دونوں کو ایک جگہ بٹھایا تھوڑی دیر کے بعد ایک حبشی نے آکر دسترخوان بچھایا اور اس پر طرح طرح کے کھانے چنے جن کی خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا خواص ان دونوں کو دسترخوان پر لے گئی بعد فراغت طعام ایک خواص نے گلاس شراب کے باری باری سے دونوں کو پلائے پھر ان کے ہاتھ دھلوائے اس کے بعد شیشیاں عطر کی حاضر کیں انہوں نے خوب سا عطر اپنے کپڑوں میں لگایا پھر اس کنیز معتمد نے ان کو وہاں سے لے جاکر ایک بارہ دری میں کہ نہایت آراستہ تھی بٹھایا اور وہ بارہ دری مثل ایک گنبد کے تھی جس کے ایک طرف ستون سنگ مرمر سفید کے تھے اور بیچ ستونوں کے طرح طرح کی شکلیں حیوانات کی خوش اسلوبی سے بنی ہوئی تھیں اور فرش اس کا ٹکڑے قالین رنگا رنگ سے تھا کہ جس پر بیل اور بوٹے رنگ برنگ کے کڑھے تھے اور درمیان دو ستونوں کے نیچے کی طرف چھوٹی چھوٹی الماریاں خوبصورت بنی تھیں جنمیں ظروف چینی - بلور سنگ موسیٰ سنگ سماق وغیرہ کے رکھے تھے اور ان سب ظروف پر تمام سونے کی تحریر اور نقش و نگار کھنچے ہوئے اور اوپر کی طرف درمیان دو ستونوں کے دروازے ان پر خوبصورت برآمدے اور ان دروازوں سے چاروں طرف باغ نظر آتا تھا اور باغ کی روشوں پر رنگین پتھر کا فرش بنا ہوا کہ مانند قالین گلزار کے دکھائی دیتا اور دونوں طرف بارہ دری کے دو چشمے تھے جن سے سینکڑوں فوارے چھوٹتے اور اس باغ میں درخت میوہ دار

پر ہزاروں طیور خوش آواز چہک رہے تھے شہزادہ پارس اور ابن طاہر تماشا اس مکان فرح
افزا کا بیٹھے دیکھتے تھے خصوصاً شہزادہ کمال متحیر ہوا اتنے میں ایک گروہ زنان پری تمثال
حور تمثال کا کہ نہایت حسین اور پرتکلف لباس پہنے ہوئے تھا آکر بارہ دری کی چوکیوں
طلائی و نقرئی پر بیٹھ گیا اور وہ عورتیں اپنے سازوں کو نکالکر منتظر حکم تھیں اشارہ پاتے
ہی بجانے اور گانے لگیں پھر وہ دونوں بھی ایک برآمدے کے نیچے بیٹھ گئے پھر اپنے
داہنی طرف ایک تخت جواہر نگار بڑا پرتکلف بچھا ہوا دیکھ کر حیران ہوئے اور ڈرے۔
ابن طاہر نے بعد دریافت شہزادے سے کہا کہ یہ جگہ بیٹھنے شمس النہار کی ہے اور جو
محبت بادشاہ کو بہ نسبت اور خواصوں کے اس کے ساتھ ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی
اسکو اجازت ہے کہ جس وقت جہاں چاہے بے پوچھے چلی جائے اور بادشاہ بدون
خبر کیے اس کے پاس نہیں آتا تم اندیشہ نہ کرو یقین ہے کہ شمس النہار اب جلد آئے
اور تمہیں گانا اپنی خواصوں کا سنا کر بہت خوش کرے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک خواص
نے آکر اس گروہ کو واسطے بجانے سازوں کے حکم پہونچایا وہ سب اپنے اپنے ساز بجانے
لگیں کبھی خالی ساز بجاتیں اور کبھی بانسلی کی آواز سے اپنی آوازیں ملا کر گاتیں شہزادہ
ان کا گانا بجانا سن کر بیہوش ہو گیا اتنے میں خبر آمد شمس النہار کی ہوئی شہزادہ بھی ہوش
میں آکر بیٹھا اول وہ دس خواص دس کہاریاں جنھیں اپنے ساتھ لائی انہوں نے اس
تخت جواہر نگار کو اٹھا نزدیک ابن طاہر اور شہزادے کے لاکر بچھایا اس کے بعد
کچھ اور حبشنیں آکر صف باندھ کر کھڑی ہوئیں پھر بیس گانے والیاں آگے تخت کے
کھڑی ہو کر گانے بجانے لگیں اور دس خواصیں ہمسن اور حسین اس دروازے میں
جہاں سے وہ دس حبشنیں کہاریاں آئی تھیں جاکر کھڑی ہوئیں پھر اتنے میں وہ معشوقہ
ان کے بیچ میں ہو کر ادھر متوجہ ہوئی اگرچہ وہ سب ہم رنگ تھیں مگر اس نازنین کا
حسن و تجمل سب سے زیادہ تھا وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دو خواصوں کے کندھوں پر
رکھے اور جواہرات سر سے پاؤں تک بانکپن سے پہنے ہوئے خراماں خراماں چلی آتی
تھی اور شہزادہ اسی کی طرف دیکھتا اور ابن طاہر سے اپنی بیتابی کو بیان

کرنا تھا ابن طاہر کو اتنی فرصت نہ ملی کہ اس کو جواب دے کہ وہ نازنین آکر اس تخت پر بیٹھ گئی اور اشارے سے ان دونوں کو سلام کیا ان دونوں نے بھی جواب سلام اشارہ سے دیا پھر شمس النہار نے گانے والیوں کو حکم دیا کہ آگے آئیں وہ سب آئیں اتنے میں جبشیوں نے ان کی چوکیاں اٹھا لا کر برآمدے کے پاس جہاں شہزادہ اور ابن طاہر بیٹھے تھے بچھا دیں وہ سب آئیں اور صف باندھ کر بیٹھ گئیں پھر شمس النہار نے ایک کو ان میں سے اشعار عاشقانہ گانے کی فرمایش کی چنانچہ اس نے چند اشعار عاشقانہ بسوز و گداز گائے۔

جب وہ گا چکی تب شمس النہار اسی طرح بانسلی کی آواز پر گائی اور سوز عشق شہزادے کا ایک سے سو حصے زیادہ کیا شہزادے نے دوسری بار گانا شروع کیا اس بار پہلی دفعہ سے خوب گایا غرض شعلہ عشق کا راگ کی ہوا سے ایسا ان دونوں کے دل میں بھڑکا کہ دونوں بے اختیار ہو گئے شمس النہار اٹھ کر بارہ دری کی طرف اور شہزادہ بھی اسی کے پاس پہونچا اور دونوں بے اختیاری سے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے اور فرط سرور سے بیہوش ہو کر قریب تھا کہ زمین پر گریں لیکن خواصوں نے سنبھالا اور بارہ دری میں لے جا کر دونوں پر بید مشک چھڑکا شمس النہار نے ہوش میں آتے ہی ابن طاہر کو پوچھا ابن طاہر نہایت متفکر تھا کہ دیکھئے انجام اس کا کیا ہو اگر خلیفہ اس کو سن پائے تو ہم تینوں کو ہلاک کر ڈالے ناگاہ شہزادے نے کہا شمس النہار یاد کرتی ہے وہ فوراً اس کے پاس حاضر ہوا شمس النہار نے کہا میں تیری کمال ممنون ہوئی اور ایک خواص کو اشارے سے فرمایا اس نے خاصہ قرینے سے دسترخوان پر چنا شمس النہار اور شہزادے نے ابن طاہر سمیت کھانا تناول کیا بعد فراغت طعام شمس النہار ایک گلاس شراب کا لے کر خوب گائی اور پھر اس کو پیا اور دوسرا گلاس شہزادے کو دیا اس نے بھی گا کر نوش کیا عین اس حالت میں خواص نے شمس النہار سے آہستہ کہا کہ بی بی مسرور افسر خواجہ سراؤں کا دروازے پر حاضر ہے شہزادہ اور ابن طاہر دونوں یہ سنتے ہی کانپنے لگے اور شمس النہار نے ان کو مطمئن کیا اور اس لونڈی سے کہا تو جا کر مسرور کو باتوں

ہیں رنگا جب تک تخلیہ کر کے اس کو بلاؤں وہ لونڈی ادھر گئی ادھر شمس النہار نے حکم کیا
کہ سب دروازے بارہ دری کے بند کرواور پردے سائبان کے چھوڑ دو شہزادے اور ابن
طاہر کو ایک طرف بارہ دری کے بٹھلا دیا اور اس طرف کے دروازے کو بند کر دیا پھر فرمایا
کہ گانے والیاں گائیں بجائیں اور آپ تخت پر بیٹھی اور لونڈی سے کہا کہ سرود کو اور مسرور
اور بیس حبشی خواجہ سرا جو مسلح تھے اس کے ساتھ آئے اور دور سے شمس النہار کو آداب بجا لائے
شمس النہار نے پوچھا کیا خبر ہے اس نے کہا خلیفہ فرماتے ہیں بے دیکھے تمہارے نہیں
رہ سکتا تمہارے محل میں آیا چاہتا ہوں شمس النہار نے کہا میری طرف سے خلیفہ کے حضور
میں عرض کیجیو کہ لونڈی حاضر ہے جس وقت حضرت کا جی چاہے قدم رنجہ فرمائیں یہ کہہ کر
اپنے خادموں کو حکم دیا کہ جلد فرش فروش اور سب تیاری کر دو یہ کہہ کر مسرور اور اس
کے ہمراہیوں کو رخصت کیا اور آپ با چشم پرنم شہزادے کے نزدیک گئی ابن طاہر ڈرا کہ
شاید افشائے راز ہوا جو یہ روتی ہے اور ادھر شہزادہ مضطر ہو کے رونے لگا اتنے
میں اس کنیز معتمد نے آ کر کہا بی بی ایک گروہ خواجہ سراؤں کا چلا آتا ہے اور خلیفہ بھی
تشریف لایا چاہتے ہیں شمس النہار نے ایک آہ کھینچ کر کہا اے سپہر بے مہر کیسا تو سنگدل
ہے کیسی جلدی تو نے ہم کو ایک دوسرے سے جدا کیا پھر اس لونڈی سے کہا ان دونوں
کو اس مکان میں جو باغ کے کونے میں ملحق دریائے دجلہ کے ہے لے جا کر بٹھلا اور باہر
سے قفل لگا اور قابو پا کر دوسرے دروازے سے ان کو پوشیدہ باہر کر دیجیو پھر شہزادے
کو گلے لگا کر رخصت کیا اور آپ طرف استقبال خلیفہ کے متوجہ ہوئی وہ لونڈی دونوں
کو اس مکان میں لے جا کر چھوڑ آئی اور ان کی بہت تسلی کی اور چلی گئی وہ دونوں نہایت
ہراساں ہو کے چاروں طرف اس مکان کے پھرے مگر کسی طرف راہ نکلنے کی نہ پائی اور
دفعتاً سوار اور پیادوں کو جو آگے آگے خلیفہ کے چلے آتے تھے دیکھ کر نہایت بدحواس
ہوئے پھر بہت روشنی دیکھی گھبرا کر اس کو دونوں دیکھنے لگے کہ سو خواجہ سرا مردم سن
سپید لباس شمعیں روشن موم سفید کی ہاتھوں میں لئے آتے ہیں اور ان کے پیچھے
سو سے زیادہ خواجہ سرا جوان مسلح برابر صف باندھے ہوئے ہیں اور ان کا معمول

تھا کہ جب خلیفہ کسی بی بی کے گھر رات کو جاتا تو وہ اس کے ساتھ رہتے پھر دیکھا کہ ان سب
کے بعد خلیفہ اور داہنی طرف اس کے مسرور اور بائیں طرف وصیف نامی سردار خواجہ
سراؤں کا چلا آتا ہے شمس النہار خلیفہ کی پیشوائی کو اخیر روش پہ جا کر کھڑی ہوئی اور
بیس خواصیں صاحب جمال جن کے گلوں میں مروارید کے مالے اور کانوں میں بالے جن میں
بڑے بڑے ہیرے جڑے ہوئے اور طرح طرح کے زیورات و جواہرات پہنے ہوئے پیچھے
شمس النہار کے نہایت ادب سے کھڑی باجے بجا کر گا رہی تھیں اور جب خلیفہ قریب
ہو پہنچا شمس النہار نے اپنے تئیں اس کے قدموں پر ڈالا خلیفہ خوش ہوا اور کہا بی بی
میں تمہارے دیکھنے کا نہایت مشتاق تھا شمس النہار مؤدب خلیفہ کے حضور میں بیٹھی اور
ایک گانے والی کو گانے کے لیے اشارہ کیا اس نے بموجب ارشاد ایک غزل عاشقانہ گائی۔
خلیفہ سمجھا کہ یہ سب سوز و گداز میرے ہی واسطے ہے اور حقیقت میں وہ سوز و گداز شہزادے
کے واسطے تھا کنیز وہ ضبط نہ کر سکی قریب تھا کہ گر پڑے تو انہوں نے دوڑ کر تھاما اور بارہ
دری کے اندر لے گئیں ادھر ابن طاہر نے شہزادے کا حال متغیر پایا یہاں تک کہ وہ بھی
غش میں آ گئے گر پڑا ابن طاہر نے اس کو سنبھالا اتنے میں وہی معتمد خواص آئی اور شہزادے
کو بیہوش دیکھ کر دوڑی گئی اور پانی لا کر اس پر چھڑکا جب وہ ہوش میں آیا ابن طاہر نے
کہا اب یہاں سے نکل چلنا بہتر ہے چنانچہ کنیز اور ابن طاہر شہزادے کو دروازے تک
لے گئے وہاں اس کنیز نے دستک دی بمجرد دستک کے ایک کشتی کو ایک آدمی کھیتا ہوا
لایا دونوں اس میں سوار ہوئے اور ملاح کشتی کو جلد کھے کر دریا پار لے گیا ابن طاہر شہزادے
کو نہایت سست دیکھ کر بہت گھبرایا کہ اب کیا کیا چاہیے اتنے میں اسے یاد آیا کہ یہاں
میرا ایک دوست رہتا ہے اس کے گھر تک شہزادے کو کھینچ کھانچ کے لے گیا اس دوست
نے اپنے گھر کے اندر دونوں کو لے جا کر بٹھلایا اور پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو ابن طاہر نے
کہا ایک قرضدار میرا اس شہر سے روپوش ہوا چاہتا تھا میں اس کی تلاش کو نکلا اس بزرگ
سے جیسے تم میرے ساتھ دیکھتے ہو راہ میں ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ یہ بزرگ
اس میرے قرضدار سے بخوبی واقف ہے اور میرے ساتھ ہوا اگرچہ اس

بزرگ کی رہنمائی میں شک نہیں مگر بسبب بعض وجوہ کے قرضدار ہاتھ نہ لگا آخر ہم وہاں سے پھر کر
ہوئے آتے تھے اتفاقاً یہ شہزادہ راہ میں علیل ہو گیا مجبور ہو کر تمہارے گھر آئے اور چاہتے ہیں کہ
فجر تک یہاں رہیں ابن طاہر کے دوست نے بہت تاسف کیا اور باوجود عدم تعارف کے شہزادہ
کی بہت سی غمخواری کی اور درپے علاج کے ہوا ابن طاہر نے کہا دوا کی حاجت نہیں یہ عارضہ
ان کو اکثر ہو جایا کرتا ہے اور خود بخود اچھے ہو جاتے ہیں تب اس کے دوست نے ایک مکان
وسیع ہوادار میں دونوں کو لے جا کر سلایا شہزادے نے خواب میں دیکھا کہ شمس النہار خلیفہ
کے آگے بیہوش پڑی ہے یہ جاگا اور بہت بیقرار ہوا ابن طاہر اس خیال میں تھا کہ جلد رات
کٹے اور بخیر و عافیت سے اپنے گھر پہونچیں آخر صبح ہوتے ہی اپنے دوست سے رخصت ہوا
شہزادے کو لئے ہوئے اپنے گھر پہونچا اور وقت فرصت وہ سب حال اپنے متعلقوں سے کہا
دو تین روز تک شہزادہ ابن طاہر کے گھر میں رہا بعد اس کے اقربا اس کے اس کو وہاں سے
لے گئے شہزادے نے وقت رخصت کے ابن طاہر سے کہا میری طرف سے غافل نہ رہنا
شمس النہار کے حال سے مجھ کو اطلاع کرنا جب سے اس کو خواب میں بیہوش دیکھا ہے میں
بے چین ہوں اس نے کہا صبر کرو وہ کنیز ابھی آ کے سب حال ظاہر کرے گی ابن طاہر دو
روز کے بعد شہزادے کے دیکھنے کو گیا اور بدستور آہ و زاری میں پایا اور اس کو بیہوشی
تھی مگر ابن طاہر کی آواز سن کر اس نے آنکھیں کھولیں اور اس کو دیکھ کر مسکرایا پھر سب
اپنے دوستوں اور طبیبوں کو جو اس کے معالج تھے رخصت کر دیا اور فقط ابن طاہر کو نزدیک
اپنے بلا کر کہا عشق دن بدن ترقی پر ہے اور جدائی شمس النہار کی مجھ کو مارے ڈالتی
ہے سب اقربا میرے میری حالت پر روتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں تم مجھ سے کوئی
امر چھپاؤ نہیں کیا خبر شمس النہار کی لائے ہو اور ابن طاہر نے کہا اب تک کچھ احوال
وہاں کا معلوم نہ ہوا یہ سن کر شہزادہ رونے لگا ابن طاہر نے کہا للہ رونا موقوف کرو
مبادا یہ راز اگر فاش ہو جاوے تو پھر بڑی قباحت ہو شہزادے نے کہا کیا کروں مجبور
ہوں ابن طاہر نے اس کی بہت تسلی کی اور رخصت ہوا اور جب اپنے گھر
میں پہونچا شمس النہار کی کنیز کو اپنے گھر پر بیٹھا پایا بعد صاحب سلامت

کے اس نے اس کی بی بی کی خیر و عافیت پوچھی کنیز نے کہا پہلے تم اپنا حال اور شہزادے کی کیفیت بیان کرو ابن طاہر نے سب راہ کا حال اور شہزادے کی بیقراری کا اس سے ظاہر کیا کنیز نے کہا یہی حال میری بی بی کا ہے جب میں تم کو رخصت کر کے محل میں گئی میں نے ان کو غش میں پایا اور کسی تدبیر سے افاقہ میں نہ آئیں اور خلیفہ بھی ان کے پاس بیٹھا ہوا حیران تھا اور پھر ایک خواص سے خصوصاً مجھ سے پوچھتا تھا کہ تم کو کچھ سبب اس بیماری کا معلوم ہے ہم سب نے راز کو چھپایا اور کہا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں پھر ہم سب روتے دھوتے رہے آخر آدھی رات کو وہ ہوش میں آئیں اس وقت خلیفہ نے پوچھا کہ شمس النہار تیرا یہ حال کیوں ہو گیا تھا اس نے کہا خداوند آپ نے لونڈی کو اس وقت سرفراز فرمایا مگر میں عجب بد قسمت ہوں کہ میری یہ حالت ہو گئی کچھ خدمت حضور کی نہ کر سکی بلکہ حضور کو بے چینی ہوئی بادشاہ نے کہا آج کی رات تو اسی جگہ رہیو اور محل میں نہ جائیو غرض جب خلیفہ وہاں سے گیا میری بی بی نے مجھ سے تمہاری حال پوچھا میں نے اس کی دل جمعی کی کہ وہ یہاں سے بخوبی گئے اور حال شہزادے کے غش آنے کا اس سے نہ کہا اس نے رو کے کہا اے شہزادے مجھ کو تیرا حال نہیں معلوم کہ کیا گذری ہے یہ کہہ کر پھر غش میں آ کر میری گود میں لپٹ گئی میری ہمراہیوں نے دوڑ کر اس پر بید مشک چھڑکا جب ہوش میں آئی میں نے کہا بی بی کیا تم اپنی جان دو گی اور ہم سب کو بھی اپنے ساتھ مارو گی ذرا اپنی جان پر رحم کرو بی بی نے آنکھ کھول کر مجھ سے کہا کیا کروں میں اپنے اختیار میں نہیں پھر تمام رات شہزادے کا نام لے کر رو یا کی اور خلیفہ کے مخل ہونے کی شکایت کرتی رہی صبح کے وقت میں اسے گود میں اٹھا کر اس کے خاص رہنے کے مکان میں لے گئی وہاں ہو جب حکم خلیفہ حکیم معالجہ کرنے کے لئے حاضر تھے تھوڑی دیر بعد آپ بھی خلیفہ آیا اور دوا اور تدبیر اس کی شروع ہوئی مگر کسی نے فائدہ نہ بخشا بلکہ ع "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" تمام رات بیقرار رہی صبح کو مجھ سے فرمایا کہ شہزادے کی خبر لا ابن طاہر نے کہا تو جلد جا کے اس سے کہہ کہ شہزادہ اچھی طرح ہے لیکن تمہاری بیتابی سن کر نہایت بیقرار ہے

ابن طاہر اس کنیز کو رخصت کر کے شہزادے کے پاس گیا اور اس سے کہا شمس النہار نے
اپنی کنیز کو تمہاری خیر و عافیت کے واسطے بھیجا تھا اور سب حال مفصل شہزادے سے بیان
کیا یہاں تک کہ شام ہوگئی شہزادے نے ابن طاہر کو تمام رات وہیں رکھا صبح کو ابن
طاہر اپنے گھر آیا تھوڑی دیر میں وہ کنیز آئی اور بعد صاحب سلامت کہا کہ میری بی بی نے
یہ خط شہزادے کو لکھا ہے ابن طاہر نے اس کنیز اور خط کو شہزادے کے پاس لے جا کر کہا
کہ شمس النہار نے تم کو خط لکھا ہے اور لونڈی کو خیریت پوچھنے کے لئے بھیجا شہزادہ اٹھ
بیٹھا اور لونڈی کو سامنے بلایا خط کو آنکھوں سے لگایا اور چوما پھر اس کو پڑھا اس خط
کا مضمون اول سے آخر تک سوز و گداز عاشقانہ سے پر تھا شہزادے نے کئی مرتبہ اس کو پڑھا
اور جواب کنیز کو دے کر رخصت کیا ابن طاہر بھی اپنے گھر آیا اور سوچا کہ روز بروز ان
دونوں کا حال ابتر ہوتا جاتا ہے اور ہر روز کا آنا اور پیغام کا لانا اور میرا شہزادے
کے پاس جانا خوب نہیں اگر یہ راز خلیفہ کے کان میں پہنچے تو میں جان سے مارا جاؤں گا
اور میرے اہل و عیال پر بڑی مصیبت آئے گی اور عزت میری خاک میں مل جائے گی اس
سے بہتر ہے کہ اس شہر کو چھوڑ کر اور شہر میں جا رہوں ایک روز ابن طاہر اسی اندیشہ
میں اپنی دوکان پر بیٹھا تھا کہ ایک جوہری دوست دلی اس کا اس کے دیکھنے کو آیا اور
وہ جوہری اکثر کنیز شمس النہار کو اس کے پاس آتے جاتے دیکھ کر چونکا تھا خصوصاً
ابن طاہر کو متفکر پا کر تصور کیا کہ کوئی امر عظیم ہے آخر جوہری نے ابن طاہر
سے پوچھا کہ شمس النہار کی کنیز تمہارے پاس کیوں آیا جایا کرتی ہے ابن طاہر نے تامل
ہو کر کہا کسی کام کے لئے آتی ہے جوہری نے کہا وہ کام کیا ہے تب ابن طاہر نے جانا
کہ وہ بیان واقعی کا خواہاں ہے چنانچہ ابن طاہر نے قول و قرار لے کر اس سے
کہا شمس النہار ابو الحسن بن بکار پر اور شہزادہ اس پر عاشق ہے اور دونوں جلیل القدر
ہیں اور پیغام ہر ایک کا میری معرفت پہنچتا ہے مبادا اگر یہ راز خلیفہ کو معلوم
ہو جائے تو خدا جانے میرا کیا حال ہو سو میں اب قصد بصرے کے جانے
کا رکھتا ہوں تاکہ اس آفت سے محفوظ رہوں کہ ان دونوں کی عزت بچے

جوہری نے یہ حال سن کر بہت تعجب کیا اور چلا گیا پھر بعد دو روز کے وہ جوہری ابن طاہر
کی دوکان کی طرف سے نکلا اس نے دوکان کو بند پاکے جانا کہ شاید وہ بغداد سے کو گیا
جوہری نے بہت افسوس کیا اور اپنے دل میں کہا اس شہر میں بھی فقط اس کا ایک غمخوار
اور محرم راز تھا سو وہ کہیں چلا گیا اب دو چند مصیبت اس پر گذرے گی بہتر یہ کہ اب
تو اس کی اعانت اور غمخواری کر القصہ جوہری شہزادے سے ملا اس نے جوہری کو پہچانا
اور بعد خاطر داری خیر و عافیت پوچھ کر کہا کچھ کہنے آئے ہو یا کچھ کام ہے جوہری
نے کہا اے شہزادے میں چاہتا ہوں کہ آپ کے حضور میں حاضر رہ کے خدمت حضور
کی بجا لاؤں بالفعل ایک امر عظیم عرض کیا چاہتا ہوں شہزادے نے کہا کہو تب جوہری
نے کہا مجھ کو اپنا خادم خاص سمجھو اور کسی طرح کا مجھ سے اندیشہ نہ فرماؤ ابن طاہر سے
زیادہ خیر خواہ اور رازدار مجھ کو پاؤ گے اور جو خدمتگذاری ابن طاہر سے وقوع
میں آئی اس کی اطلاع کرنے سے غلام کو خوب معلوم ہے ابھی میں اس کی دوکان کی
طرف سے آتا ہوں دوکان اس کی بند ہے معلوم ہوا کہ وہ بصرے کو گیا مگر یہ نہ معلوم
ہوا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا شہزادہ یہ باتیں سن کر زرد ہو گیا اور کہا کیا سچ ہے
کہ ابن طاہر اس شہر سے چلا گیا اور وہ جس وجہ سے چلا گیا فقط وہ میرا باعث
تھا اور اس نے میرے لئے بہت تکلیفیں اٹھائیں غرض شہزادہ نے بڑا تاسف کیا
پھر اپنے آدمی کو کہا کہ ابن طاہر کے گھر جا اور اس کی خبر لا کہ وہ کہاں ہے آدمی نے
اس کے گھر جا کر سنا کہ وہ دو روز سے بصرے چلا گیا پھر اس نے شہزادے سے
آکر یہ خبر کہی اور یہ بھی اس کے کان میں کہا کہ ایک خادمہ کسی کی آپ کے پاس کچھ کہنے
کو آیا چاہتی ہے شہزادے نے کہا جلد اس کو لا اور دل میں سمجھا کہ بیشک وہ کنیز
شمس النہار کی ہے الغرض وہ شہزادے کے حضور میں آئی اور وہ جوہری اس کو
دیکھ کر اٹھ گیا پھر وہ کنیز شہزادے سے بات چیت کر کے رخصت ہوئی اور اس نے
شہزادے کو اچھا پایا جب وہ کنیز جا چکی وہ جوہری شہزادے کے پاس آیا اور
مسکرا کر پوچھنے لگا کہ شہزادے تم کو بڑی راہ و رسم خلیفہ کے محل سے معلوم ہوتی

ہے وہ جھنجھلا کر بولا کہ تجھ کو کیا معلوم جوہری نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ یہ کنیز شمس النہار معشوقہ خلیفہ کی ہے اور میں اسکی بی بی سے خوب واقف ہوں وہ اکثر جواہرات خرید نے میری دوکان پر تشریف لاتی ہیں اور یہ کنیز ان کی محرم راز ہے اور اکثر میں نے اس کو ابن طاہر کے پاس آتے جاتے دیکھا یہ سنتے ہی شہزادے کو یقین ہوا کہ جوہری بھی اس راز سے واقف ہے نہایت حیران ہوا ایک ساعت ساکت رہا پھر جوہری سے کہا کہ جو کچھ تم اس بھید سے واقف ہو مجھ سے کہو جوہری نے اول سے آخر تک سب حال مفصل بیان کیا اور کہا کہ صرف میرا سبب آنے کا آپ کے حضور میں یہی ہے کہ اس خاص امر میں آپ کی خدمت گزاری اور غمخواری جیسی کہ ابن طاہر سے عمل میں آتی بجالاؤں اور تمہارے کام میں اپنی عزت بلکہ جان سے بھی دریغ نہ کروں اور بخدا مجھ ایسا رفیق آپ کو نہ ملے گا شہزادے کو بہت تسلی ہوئی اور اپنے دل کی باتیں اس سے کہنے لگا مگر یہ بھی کہا کہ کنیز شمس النہار کی تم کو دیکھ کر کہتی تھی کہ اس شخص کے کہنے سے ابن طاہر بصرے کو گیا اور تم سے کنیز بہت بدگمان ہے اس صورت میں کیونکر تمہیں واسطہ اس امر خاص میں کیا جائے جوہری نے کہا میں نے ابن طاہر کو نہیں ورغلایا اس بات کی کچھ اصل نہیں کنیز محض غلط کہتی ہے تب شہزادے نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کنیز نے حسد کی راہ سے تمہیں متہم کیا تمہیں لازم ہے کہ اس کنیز کو بھی ملالو پھر دیر تک دونوں صلاح کرتے رہے کہ کوئی تدبیر شمس النہار سے ملنے کی نکالنی چاہیئے بعد اس کے جوہری اپنے گھر کو گیا شہزادے نے وقت رخصت کرنے اس کنیز کے کہا تھا کہ اب کی بار کوئی خط اپنی بی بی کا دستخطی میرے پاس لاؤ سو کنیز نے جاکر اپنی بی بی سے حال چلے جانے ابن طاہر کا اور طلب کرنے خط کو شہزادے کا بدستخط خاص سے بیان کیا شمس النہار نے ایک خط شوقیہ اور مشتمل تاسف کا ابن طاہر کے جانے سے لکھ لونڈی کو فرمایا کہ جلد شہزادے کو پہونچا وہ خط لیکر شہزادے کے گھر دوڑی جاتی تھی اتفاقاً خط راہ میں گر پڑا اور جوہری نے اس کو پایا اور یہی امر سبب آشتی کا درمیان جوہری اور اس کنیز کے ہوا یعنی وہ کنیز خط ڈھونڈھتی ہوئی اس جگہ آئی جہاں جوہری اس کو پڑھ رہا تھا کنیز نے کہا صاحب یہ مجھ سے گر پڑا شاید تم نے پایا امیدوار ہوں

کہ مجھ کو دو وہ جوہری چپکا اپنے گھر چلا گیا کنیز بھی پیچھے اس کے گئی اور گھر میں جا کر اس سے کہا
کہ صاحب تم کو معلوم نہیں کہ اس کو کس نے لکھا کس کے نام پر ہے جوہری نے کہا مجھ کو معلوم
ہے یہ خط شمس النہار نے فلانے شہزادے کو لکھا ہے کنیز ڈر گئی جوہری نے کہا سچ کہہ تو
نے شہزادے سے کہا ہے کہ میں نے ابن طاہر کو صلاح بغداد جانے کی دی اور میں چاہتا ہوں
کہ بجائے ابن طاہر کے شہزادے کی ہمرازی اور غمخواری کروں تو غلط سمجھی صحیح یہ کہ پہلے
میں نے ہی خبر ابن طاہر کے جانے کی شہزادے سے کہی تھی اور وہ اول میں مجھ کو بیگانہ
سمجھ کر کچھ بھید کی بات نہ کہتا تھا آخر خیر خواہی دیکھ کر سب اپنا حال مجھ سے کہا
اور راضی ہوا کہ میں اس امر میں اس کو مشورہ دوں اور میں تجھ سے بھی چاہتا ہوں
کہ تو بھی بجائے ابن طاہر کے مجھ کو سمجھ اور اپنی بی بی کو راضی کر کہ وہ بھی مجھے معتمد جانے
اگر جان بھی میری شہزادے اور شمس النہار کے کام آئے تو دریغ نہ کروں گا کنیز نے
کہا کہ میں راضی ہوں تم شہزادے کے کام میں بجائے ابن طاہر کے رہو اور جو کچھ مجھ
سے تمہاری نسبت قصور ہوا معاف کرو اور حقیقت میں شہزادہ اور شمس النہار بہت
خوش قسمت ہیں کہ بعد ابن طاہر کے تم ایسا رفیق ملے اور میں اپنی بی بی کو بھی راضی
کر لوں گی تب جوہری نے خط اس کو دیا اور کہا کہ جلد جا کر شہزادے کو دے
اور جو جواب دے مجھے بھی دکھلاتی جائیو اور جو ہمارے تیرے عہد ہوا ہے اس کو شہزادے
سے کہنا پھر وہ کنیز خط شہزادے کے پاس لے گئی اس نے پڑھ کے فوراً جواب لکھا اور
کنیز کو دیا کنیز پہلے جوہری کے پاس گئی اس نے پڑھ کے واپس دیا کنیز فوراً شمس النہار
کے پاس گئی اور جواب خط کا دیا اور جوہری کی سفارش کی دوسرے دن جوہری کے
پاس آئی اور کہا میں نے سب ماجرا تمہاری طرف سے ذہن نشین اپنی بی بی کے کیے
وہ بہت خوش ہوئی تم بجائے ابن طاہر کے ہو اور اب وہ یہ چاہتی ہے کہ تم کو پیچھے
تم میرے ساتھ محل میں چلو جوہری نے کہا تمہاری بی بی ابن طاہر کی طرح مجھ کو بلاتی
ہیں یہ نہ سمجھیں کہ ابن طاہر کو خلیفہ تک جانتے تھے اور سب چھوٹے بڑے محل
کے اسے پہچانتے تھے میں ابھی اجنبی ہوں کیونکر قصد محل میں جانے کا کروں اگر

تیدر سیج آنا جانا ہو تو مضائقہ نہیں کنیز نے جوہری کو بہت جرات دلائی مگر وہ محل میں چلنے کو
راضی نہ ہوا آخر کنیز شمس النہار کی پھر گئی اور حال جوہری کے ڈرنے کا اس سے کہا
شمس النہار نے سوچ کر کہا کہ وہ سچ کہتا ہے میں خود پوشیدہ اس کے گھر جا کر اس کو
دیکھونگی تو اس کو خبر کر کنیز پھر جوہری کے پاس آئی اور اپنی بی بی کے ارادے سے اس
کو آگاہ کیا اور کہا کہ میں ابھی ان کو لیے آتی ہوں غرض شمس النہار کنیز کے ساتھ جوہری کے
گھر گئی جوہری آداب بجا لا کر اس کو بڑی تعظیم و تکریم سے اندر گھر کے لے گیا شمس النہار
نے وہاں برقع اپنے منہ سے اٹھایا جوہری اس کے حسن کو دیکھ کر دنگ ہو گیا اور دل
میں کہنے لگا کہ کیونکر شہزادہ ایسی صورت پر جیسے حور اور پری دیکھ کر فریفتہ ہو جائیں
عاشق نہ ہو پھر شمس النہار سب مراتب کہہ سن کر بولی کہ خدا حافظ میں اب جاتی ہوں تم
میرے اور شہزادے کے بیچ میں ابن طاہر کی طرح واسطہ رہنا میں تم کو دیکھ کر خوش
اور مطمئن ہوئی یہ کہہ کر وہ محل میں چلی گئی اور میں شہزادے کے پاس آیا شہزادے نے
کہا میں تمہارا منتظر ہی تھا وہ کنیز اس روز خط اپنی بی بی کا لائی تھی مگر میری تسلی نہ
ہوئی اگر شمس النہار سے کوئی صورت ملاقات کی ٹھہرے تو البتہ میرا اطمینان ہو افسوس
اگر ابن طاہر ہوتا تو اب تک کوئی صورت نکلتی جوہری نے کہا میں نے آپ کے لیے ایک
راہ پیدا کی ہے اگر سنیے گا تو تشفی ہوگی شہزادہ جوہری کی طرف متوجہ ہوا جوہری نے
سب باتیں یعنی راضی کرنا کنیز کا اور آنا شمس النہار کا اس کے گھر اور جو جو باتیں کہ ان میں
ہوئی تھیں شہزادے سے بہ تفصیل کہیں اور کہا کہ گھبراؤ نہیں تمہاری ملاقات شمس النہار
سے ٹھہری جاتی ہے میں اس کو یہیں بلواؤں گا اور کوئی مکان محفوظ ٹھہرا کر تم دونوں
کی ملاقات ٹھہراؤں گا شہزادے نے نہایت خوش ہو کر کہا اب مجھ کو یقین ہے کہ تمہاری
بہ دولت اپنے مطلب کو پہونچوں گا جوہری اپنے گھر آیا دوسرے دن خادمہ شمس النہار
اس کے گھر موجود ہوئی جوہری نے کہا خوب ہوا جو تم آئیں میں تمہارا منتظر تھا شہزادہ
شمس النہار کے لیے نہایت بیقرار ہے جس طرح ہو سکے تو اپنی بی بی کو یہاں لا خادمہ
نے کہا بہت اچھا وہ بھی شہزادے کے لیے تڑپ رہی ہیں مگر تمہارا گھر بہت

چھوڑا ہے جوہری نے کہا ایک گھر میرا اور ہے نہایت وسیع قابل امیروں کے پھر وہ دونوں اس گھر میں گئے اور اس کو دیکھ کر خادمہ نے پسند کیا اور اپنی بی بی سے جا کر سب احوال کہا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ کنیز جوہری کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میری بی بی نے وعدہ شام کو اس مکان میں آنے کا کیا ہے اور ایک تھیلی اشرفیوں کی جوہری کو دے کر کہا کہ میری بی بی نے فرمایا ہے کہ اس کا کھانا اور شراب وغیرہ مہیا رکھنا یہ کہ کر وہ کنیز چلی گئی جوہری نے اپنے دوستوں سے ظروف طلائی اور نقرئی اور قالین ومسند تکیے زردوزی وغیرہ عاریت منگوائے اس مکان کو آراستہ کیا اور سب چیزیں کھانے پینے کی بھی مہیا کیں پھر شہزادے کے پاس گیا اور اس کو پوشاک فاخرہ پہنا کے پوشیدہ راہوں سے اس گھر میں لے گیا شہزادہ وہاں انتظار میں شمس النہار کے جوہری سے بات چیت کر رہا تھا کہ شمس النہار بھی شام کو مع اس کنیز معتمد اور دو اور کنیزوں کے وہاں پہونچی دونوں عاشق ایک دوسرے کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ بیان نہیں ہوسکتا پہلے دونوں تحیر میں رہے پھر دونوں نے ایک دوسرے سے اپنا حال اس درد سے بیان کیا کہ جوہری اور تینوں خادمہ سن کر بے اختیار رونے لگے آخر جوہری نے دونوں کے آنسو پونچھے اور دسترخوان پر بٹھلایا اور وہ دونوں کچھ تھوڑا تھوڑا کھا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر اسی مکان میں استراحت فرمائی شمس النہار نے جوہری سے پوچھا کہ میاں کوئی بانسلی بجانے کی ہے جوہری نے ایک بانسلی لادی وہ اس کو دیر تک بجایا کی پھر شہزادے نے بانسلی لے کر شمس النہار کے جوش میں لانے کو خوب سا بجایا اور عین اسی گانے بجانے میں آواز شور ہنگامے کی سنائی دی اور ساتھ ہی اس کے ایک غلام جوہری کا کہ باہر تھا بھاگ کے گھر میں آیا اور کہا بہت آدمی دروازے پر جمع ہیں اور قریب ہے کہ دروازہ توڑ کر اندر چلے آئیں میں نے پوچھا تم کون ہو اسکے جواب میں مجھ کو مارنا شروع کر دیا میں اندر بھاگ آیا جوہری نہایت متردد ہوا اور آپ دریافت حال کو باہر نکلا دیکھتا کیا ہے کہ ایک سو سوار تیغ بکف دروازے پر کھڑے ہیں یہ دیکھتے ہی ایک ہمسایہ کی دیوار پر چڑھ کے اس کی حویلی میں کود پڑا اور کہا بھائی یہ حال ہے مجھ کو بچاؤ اور آدھی رات تک آواز

دارو گیر کی اس حویلی سے سنا کیا جب دیکھا کہ اب آواز نہیں آتی اپنے ہمسائے سے تلوار
لے کر اس حویلی میں گیا اس کو آدمیوں اور اسباب سے خالی پا کر ایک آدمی کی آواز سنی کہ
وہ کہتا ہے تو کون ہے اس نے اپنے غلام کی آواز پہچانی اور پوچھا کہ تو کیونکر بچا اس
نے کہا میں ایک کونے میں چھپ رہا تھا بعد ہنگامے کے نکل آیا اور صاحب یہ لوگ ڈاکو
تھے کتنے روز گذرے ہیں کہ انہوں نے اس شہر کے فلانے محلے میں ڈاکا ڈالا تھا کتنے
گھروں کو لوٹ لے گئے ہیں جوہری اندر دالان کے گیا نہ تو اسباب دیکھا اور نہ شمس النہار
ملی نہ شہزادے کو پایا تب وہ بہت رویا پیٹا کہ اپنے ہمسایوں کو اسباب کے جانے کا
کیا جواب دوں گا شمس النہار اور شہزادے پر نہ معلوم کیا گذرا اس کے غلام نے کہا
شمس النہار کو شہزادے سمیت ڈاکو لے گئے ہیں وہ اپنے گھر گئی ہو اور شاید شہزادہ
بھی اپنے مکان پر پہونچا ہو اور جن دوستوں کا اسباب تم مانگ لائے تھے وہ اس خبر
کو سنکر معذور رکھیں گے کہ ان ڈاکوؤں کا حال سب جانتے ہیں پھر جوہری نے اپنے
دل میں کہا کہ ابن طاہر نے بڑی ہوشیاری کی کہ اپنا قدم اس مقدمے سے نکال کر
یہاں سے چلا گیا اور میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے تئیں بلا میں پھنسایا اب دیکھئے انجام
کیا ہو جان بچتی ہے یا نہیں اتنے میں فجر ہو گئی اور ڈاکے کی خبر تمام شہر میں مشتہر
ہوئی جوہری کے ہمسائے اور دوست جمع ہوئے اور اس حادثہ ناگہانی پر بہت متاسف
ہوئے اور اس کو سمجھا کے تسلی کی گو نہ اس کی خاطر جمع ہوئی مگر اندیشہ دونوں مہمانوں
کی طرف سے رہا کہ آیا وہ اپنے گھر پہونچے یا نہیں جب جوہری تنہا ہوا غلام نے کھانا
اس کے آگے رکھا مگر اس سے کچھ کھایا نہ گیا دو پہر کے وقت ایک غلام نے اس کے
آگے آ کر کہا کہ ایک آدمی آپ کو باہر کھڑا بلاتا ہے جوہری نے باہر نکل کر اس سے پوچھا
تو کون ہے اس نے کہا تم اپنے دوسرے گھر میں چلو میں کچھ تم سے کہا چاہتا ہوں جوہری
اس کے ساتھ ہوا وہ انہی راہ سے اسے لے گیا کہ کوئی اس سے واقف نہ تھا اور
کہا کہ اسی راہ سے چور تیرا گھر لوٹنے کو آئے تھے غرض اتنی دور گئے کہ شام
ہو گئی جوہری بہت تھک گیا اور ڈرا یہاں تک کہ دونوں کنارے دریا کے

شہر میں کے پہونچے اور وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر اس پار ہو گئے وہ شخص جوہری کو ایک لمبی گلی میں جب کو اس نے کبھی نہ دیکھا تھا لے گیا اور اسی طرح کتنے کوچوں میں سے جا کر ایک دروازے پر کھڑا ہوا جب وہ دروازہ کھلا تو دونوں اس گھر کے اندر گئے وہ دروازہ اندر کی طرف سے بند کیا اور ایک بھاری قفل اس میں لگا دیا پھر وہ آدمی جوہری کو ایک کمرے میں لے گیا یہاں دس اور شخص اجنبی بیٹھے تھے انہوں نے جوہری کی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا اتنے میں ان کا سردار آیا اور کھانا منگایا ان سبھوں نے ہاتھ دھوئے اور جوہری کے بھی ہاتھ دھلوائے جب وہ سب کھا چکے تو انہوں نے جوہری سے پوچھا کہ کبھی تو نے آگے بھی ہم کو دیکھا تھا اس نے کہا نہیں تب انہوں نے کہا ہم سے سب کا ماجرا جو تجھ پر گذرا سچ سچ کہہ جوہری نے بہت متعجب ہو کر کہا صاحبو شاید تم نے کسی سے یہ بات سنی ہے انہوں نے کہا البتہ ہم سے اس جوان اور بی بی نے جو کل شام کو تمہارے گھر مہمان تھے اس حال کو ظاہر کیا تھا لیکن تیری زبان سے کہ ہم سنا چاہتے ہیں جوہری کو اس وقت یقین ہوا کہ فی الحقیقت یہ سب وہی ڈاکو ہیں جنہوں نے میرا گھر لوٹا تب اس نے کہا صاحبو اگر تم کو کچھ حال ان کا معلوم ہو تو کہو انہوں نے کہا تو ان دونوں کے واسطے کچھ اندیشہ نہ کر وہ دونوں خیر و عافیت سے ہیں یہ کہہ کر انہوں نے دو مکان اس کو باہر سے دکھلائے کہ ان میں وہ دونوں جدا جدا ہیں جب سب حال ہمیں معلوم ہوا تب ہم نے ان کو بہت اچھی طرح بعزت تمام رکھا اور کسی طرح کی ان کو تکلیف نہ دی اور تم بھی خاطر جمع رکھو کہ کسی طرح کی تم کو بھی تکلیف نہ ہو گی یہ سن کے جوہری نہایت خوش ہوا اور چوروں کی شکر گزاری کی اور سب حال تعشق شہزادے اور شمس النہار کا اول سے آخر تک بیان کیا وہ سب متعجب ہوئے اور کہا کہ یہ جوان ابوالحسن بن بکا شہزادہ پارس کا اور یہ بی بی معشوقہ خلیفہ کی ہے جوہری نے بجلدی کہا کہ ہاں ان کو یقین ہوا کہ یہ جوہری سچ کہتا ہے سب چور جا کے شہزادے اور شمس النہار کے قدموں پر گرے اور اپنا عفو تقصیرات چاہا اور کہنے لگے کہ اگر ہم تو آگے سے یہ حال معلوم ہوتا تو ہم ہرگز ایسی خطا نہ کرتے محض

نالائقی ہم سے یہ تقصیر ہوئی اور پھر جوہری سے کہنے لگے کہ ہم سب بکمال نادم ہیں سب
اسباب تمہارا جس کو ہم لوٹ لائے ہیں واپس کرنا غیر ممکن ہے کہ اس میں سے کچھ ہمارے
ہمراہی لے گئے ہیں مگر ظروف طلا و نقرہ وغیرہ اسباب قیمتی موجود ہے چنانچہ وہ سب
اسباب اس کے حوالے کیا اور پھر چوروں نے جوہری اور شہزادے اور شمس النہار سے
عہد و پیمان بحلف لیا کہ ہمارا حال کسی سے افشا نہ کیجیے گا پھر وہ چور ان تینوں کو اسباب
سمیت لے کر ٹگرس کے کنارے آئے اور ایک کشتی پر سوار کر کے اس پار دریا کے پہنچے
یہ تینوں آدمی جب زمین میں اترے انہوں نے آواز روند کے سواروں اور گھوڑوں
کی سنی یہاں تک کہ انہوں نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا اور ادھر چور اپنی کشتی کو
زور سے کھے کر دور نکل گئے روند کے سرداروں نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے
آتے ہو پہلے وہ تینوں ڈر کے مارے کچھ نہ کہہ سکے آخر جوہری نے کہا کہ ہم تینوں
آدمی معتمد دل ہیں اس شہر کے ہیں یہ آدمی جو کشتی میں سوار جاتے ہیں سب ڈاکو ہیں
کل رات کو ہمارے گھر ڈاکہ ڈال کر سب اسباب لوٹ لیا تھا اور ہم کو بھی پکڑ لے گئے
تھے اب ہم بہزار دقت ان سے خلاصی پا کے اپنے گھر کو جاتے تھے انہوں نے ہم کو یہاں
تک پہونچا دیا اور جو اسباب ہمارا لوٹ لے گئے تھے وہ ہم کو پھیر دیا وہ بھی ہمارے
ساتھ ہے پھر وہ سب گٹھریاں اسباب کی اس سردار کو دکھلائیں اس نے جوہری کو
چھوڑ دیا پھر شمس النہار اور شہزادے کی طرف متوجہ ہوا کہ بتاؤ تم کون ہو اور اس
بی بی کو کون لایا ہے شہزادہ تو کچھ نہ بولا مگر شمس النہار نے افسر کو علیحدہ لے جا کر
کچھ حال کہا وہ سنتے ہی گھوڑے پر سے اتر پڑا اور آداب بجا لایا اور دو کشتیاں
منگوائیں ایک کشتی پر شمس النہار کو سوار کیا اور دوسری پر جوہری اور شہزادے کو
اسباب سمیت اور دو دو آدمی اپنے کشتیوں پر بٹھا کر حکم کیا کہ ان کو اچھی طرح سے
ان کے گھر پہونچاؤ اور دونوں کشتیاں دو طرف کو روانہ ہوئیں اثنائے راہ
میں شہزادے نے ان پیادوں سے کہا تم ہم دونوں کو جوہری کے گھر پہونچاؤ
مگر پیادے شہزادے سے ناخوش تھے انہوں کشتی کو محل خانہ کی طرف

پہونچا پایا ہیں ارادہ کہ رات بھر ان کو قید میں رکھیں صبح کو خلیفہ کے حضور میں بھیجا ہیں۔
یہ حال شہزادے اور جوہری دریافت کر کے نہایت مضطرب ہوئے غرض جب ان
کو قیدخانہ میں لے گئے داروغہ محبس نے حال پوچھا جوہری نے سب حال کہا داروغہ
نے دو پیادے اپنے ان کے ساتھ کئے کہ جلد ان دونوں کو ان کے گھر پہونچا آؤ اور
پیادوں نے فوراً پہونچا دیا وہ دونوں خصوصاً شہزادہ نہایت ماندہ ہو گیا تھا طاقت
چلنے کی نہ تھی اس لئے شہزادے کے آدمی دونوں کو اسباب سمیت اتار لے گئے شہزادے
نے اپنے آدمیوں کو حکم کیا کہ جوہری کا اسباب اس کے گھر پہونچا دو جوہری اپنے گھر
آیا جوہری کے اہل وعیال کہ رو رہے تھے اس کو سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئے جوہر
تیسرے دن تفریحاً اپنے ایک دوست کی دوکان پر گیا وہاں سے پھر آتا تھا کہ ایک
عورت کو دیکھا کہ اسے اشارے سے بلاتی ہے بغور معلوم ہوا کہ وہی کنیز شمس النہار
کی ہے جو ہرکا روانہ ہوا اور وہ کنیز بھی پیچھے اس کے گئی یہاں تک کہ ایک مسجد ویران
میں وہ دونوں گئے لونڈی نے بعد سلام جوہری سے پوچھا کہو تم چوروں سے کیونکر
بچے اس نے کہا پہلے تم اپنا حال کہو کنیز نے کہا جس وقت چور تمہارے گھر میں گھس
پڑے تو ہم نے جانا خلیفہ کے پیادے تمہارے قتل کو آئے ہیں ہم کوٹھے پر چڑھ گئی
وہ دونوں کنیزیں بھی چھت پر چلی آئیں پھر تینوں کوٹھے کوٹھے ایک مکان میں پہونچے
کہ وہ صاحب مکان بہت با مروت تھا ہمیں ہراساں دیکھ کر اپنے گھر میں ٹھہرایا رات
بھر ہم وہاں رہے صبح کو اپنے گھر پہونچے خواصیں محل کی بی بی کو نہ دیکھ کر بہت پریشان
ہوئیں اور ہم سے پوچھنے لگیں ہم نے کہا کہ وہ اپنی کسی دوست بی بی کے گھر شب کو رہ گئی
ہیں وہ چپ ہو رہیں باقی رات ہم کو بڑی مصیبت سے کٹی اور تمام دن اندیشے میں گذرا
جب شام ہوئی میں نے گھبرا کر دروازے کو کہ دریا کی طرف تھا کھولا اور ملاح سے کہا
کہ تو کشتی پار لے جا کر ایک بی بی کو تلاش کر اگر ملے سوار کر کے جلد لے آ ملاح اسی وقت
کشتی پار لے گیا آدھی رات کو آواز کچھ اس دروازے سے میرے کان میں
پہونچی میں نے دوڑ کر دروازہ کھولا دیکھتی کیا ہوں کہ کشتی میں وہ جوان اور ایک

بی بی سوار ہے ہم نے اپنی بی بی کو پہچانا اور ہیں اور دو خادمہ اس کو کشتی سے اتار کر محل
میں لائی اور پلنگ پر لٹایا جب ذرا اپنے ہوش میں آئی مجھ کو اشارے سے بلا کے کان
میں کہا کہ جلد ایک تھیلی ہزار اشرفی کی ان دونوں کو دے کر رخصت کریں حکم بجا لائی
اب فضلِ الٰہی سے اچھی تھیں اور سب اپنی مصیبت کا جو چوروں سے ان کو پہونچی تھی
یہ تفصیل مجھ سے بیان کیا پھر جوہری نے اپنا تمام حال اور شہزادے کا جو کچھ گذرا
تھا کہا اس خادمہ نے دو تھیلیاں دو ہزار اشرفی کی جوہری کو دے کر کہا کہ میری بی بی
کو تمہارے اسباب کے ضایع ہونے سے نہایت تاسف ہوا اس لئے یہ دو توڑے تم
کو بھیجے ہیں اور بہت سی تم کو تسلی کہلا بھیجی ہے جوہری نے ان دو توڑوں کو دے کر شمس النہار
اور اس کی کنیز کی بہت شکر گزاری کی اور اس کو رخصت کر کے اپنے گھر آیا اور جب
زر کہ بیچ رہا تھا اس سے ایک مکان عالی شان بد لجمعی تمام لینا شروع کیا اور
وقت شام شہزادے کو دیکھنے گیا اس کے خادموں سے حال پوچھا انہوں نے کہا جب
سے تم ان کو یہاں لائے ہو تب سے انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں اور نہ کسی سے بات
کی پھر جوہری کو شہزادے کے پاس لے گئے اس نے دیکھا کہ بچھونے پر آنکھیں بند
کئے پڑا ہے جوہری کو نہایت قلق ہوا پھر اس نے سلام کر کے ہاتھ اس کا اپنے ہاتھ
میں لے کر بہت کچھ اس کی تسلی کی شہزادے نے آواز سن کر دریافت کیا کہ جوہری
ہے آنکھیں کھولیں اور ہاتھ جوہری کا پکڑ کے نہایت پیار سے دبایا اور آہستہ کہا کہ
تم نے مجھ کو بہت ممنون کیا کہ میرے دیکھنے کو آئے اور مجھ کو تمہاری تکلیف پر کہ ہمارے
لئے اٹھائی بڑا افسوس ہے جوہری نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں مجھ کو آپ کی خدمت گزاری
سے عین سعادت حاصل ہوئی اور آپ کا تو عجب حال ہو گیا ہے خدا کے لئے کچھ تھوڑا
بہت کھانا کھائیے پھر جوہری نے کھانا منگوایا شہزادے نے تھوڑا سا اس کی خاطر سے
کھایا اور تخلیہ میں شمس النہار کا حال پوچھا جوہری نے جو کچھ کنیز سے سنا تھا سب بیان
کیا پھر کئی بار جوہری نے چاہا کہ شہزادے سے رخصت ہو مگر شہزادے نے آدھی
رات تک اس کو نہ چھوڑا آخر بجبر رخصت ہوا اور پھر صبح کو آیا شہزادے کو

اس کے آنے سے نہایت تقویت اور خوشی ہوتی تھی اس کو دیکھ کر اٹھ بیٹھا پھر تھوڑی
دیر کے بعد چاہا کہ عوض جوہری کے نقصان کا دیوے مگر اس نے نہ لیا اور کہا شمس النہار
نے مجھے بہت کچھ بھیج دیا ہے جس سے میرا مطلب بخوبی حل ہو گیا جب قریب دو پہر کے
جوہری بدقت تمام شہزادے سے رخصت ہو کر اپنے گھر آیا تھوڑی دیر نہ گزری
تھی کہ وہ کنیز اس کے پاس روتی ہوئی آئی جوہری نے پوچھا خیر تو ہے اس نے کہا خیر
کیا ہے ہم اور تم اور شہزادہ سب کے سب مارے گئے اگر تم کو شہزادے کی اور اپنی
سلامتی درکار ہے تو جلد کسی شہر کو چلے جاؤ کل شب تو تمہارے پاس آئی ہوئی تھی کہ بی بی
میری ایک لونڈی پر ان دو سے جو اس کے ساتھ اس شب کو تمہارے گھر آئی تھیں
کسی قصور پر ناخوش ہوئیں اور اس کی تنبیہ کے لئے حکم دیا چنانچہ وہ لونڈی خوب
مار کھا کر محل سے بھاگ گئی اور خواجہ سراؤں کے سردار سے سب احوال اس رات کا
کہہ دیا دوسرے دن دوسری لونڈی بھی بی بی کے خوف سے بھاگ خلیفہ کے محل میں
گئی خدا جانے اس نے خلیفہ سے کیا کہا کہ اس نے بیس خواجہ سرا بھیج کر شمس النہار کو
پکڑ وا بلوایا اب معلوم نہیں اس کو مار ڈالا کیا کیا میں یہ حال دیکھ کر تمہارے پاس دوڑی
آئی جوہری نے جب یہ حال سنا ہوش حواس باختہ ہو گئے روتا ہوا شہزادے کے پاس گیا اور
جو کچھ کنیز سے سنا تھا شہزادے سے کہا شہزادہ پہلے تو غش میں آیا پھر بعد افاقہ کے جوہری
سے پوچھا کہ اب کیا صلاح ہے اس نے کہا صلاح یہ ہے کہ اب آپ سوار ہو کر شہر انبار
کی طرف روانہ ہوں نہیں تو کوئی گھڑی میں دوڑ خلیفہ کی آ کر مجھ کو اور تم کو گرفتار کر
لے جائے گی اور خلیفہ نہایت ذلت سے ہم کو قتل کریگا شہزادے نے فی الفور کئی گھوڑے
اصطبل سے منگوائے اور کئی خدمتگار اور سپاہی ساتھ لے اور توشک خانہ
سے کچھ اشرفیاں اور زیور جوہری کی کمر میں بندھوا اور اپنی ماں سے رخصت ہو انبار کی
طرف روانہ ہوا شام دن اور تمام رات چلا گیا دوسرے دن پہر دن چڑھے ستانے
کے واسطے گھوڑے سے اتر کر درختوں کے سایہ میں ٹھہر گیا ہنوز دم نہیں لیا
تھا کہ قزاقوں نے آ کر اس کو لوٹا اور سب ہمراہی شہزادے کے جان سے مارے

گئے اور شہزادہ اور جوہری سے بری طرح پیش آئے اور ڈاکو بعد لینے گھوڑوں اور سب نقد و جنس
کے ان دونوں کے ان دونوں کے بدن کے کپڑے بھی اتار کر چلتے پھرتے نظر آئے جب دور
نکل گئے شہزادے نے جوہری سے کہا کہ مجھ سا دنیا میں کوئی کمبخت نہ ہوگا ہر ساعت نئی
مصیبت میں گرفتار رہوں اگر ہمارے مذہب میں ہلاک کرنا منع نہ ہوتا تو میں اپنے تئیں ہلاک
کرتا جوہری نے کہا راضی رضائے الٰہی پر رہو اسی میں کچھ بہتری مخفی جو ظہور میں آیا اب یہاں
توقف کرنا مناسب نہیں شہزادے نے کہا میں تو یہاں سے اب نہیں اٹھتا شمس النہار کی
یاد میں اسی جگہ مر جاؤں گا جوہری بہت کہہ سن کر اس کو وہاں سے آگے لے چلا بعد
طے کرنے کئی فرسنگ کے ان کو ایک مسجد ملی دونوں اندر گئے اور بقیہ رات وہاں
کاٹی صبح ایک شخص مسجد میں آیا اور نماز پڑھ کے شہزادے اور جوہری کو ایک گوشے
میں مسجد کے بیٹھے ہوئے دیکھ کر ان کے نزدیک گیا اور بعد سلام علیک کے کہا تم اجنبی
ہو جوہری نے کہا ہاں ٹھیک ہے کل رات ہم بغداد سے آئے تھے راہ میں قزاقوں نے ہمیں
لوٹا اور کچھ ہمارے پاس نہ چھوڑا اس شخص نے کہا اگر تم دونوں میرے گھر چلو تو سب
طرح تمہاری خاطر کروں انہوں نے یہ سمجھ کر کہ شاید خلیفہ نے ہماری گرفتاری کے لئے
اشتہار دیا ہو اور یہ شخص ہم کو پہچان کر اس بہانے سے اپنے گھر لے جائے اس کے گھر جانے
میں تامل کیا اس نے کہا کیوں میرے ساتھ نہیں چلتے جوہری نے کہا ہم دونوں ننگے ہیں
شرم آتی ہے کہ دن کو برہنہ جائیں تب اس شخص نے اپنے گھر سے دو چادریں لا کر ان کو
دیں اور ان کو بہت بھوکا جان کر ایک کنیز کے ہاتھ کھانا بھیجا جوہری نے تو کچھ کھایا
لیکن شہزادہ کچھ نہ کھا سکا شہزادے کا متغیر حال دیکھ کر جوہری ڈرا اور اس کے جینے
سے مایوس ہوا ان کا میزبان دن کو دو تین بار ان کو دیکھ جایا کرتا آخر ایک روز جوہری
نے اس سے کہا کہ میرا ساتھی بہت علیل ہے اگر اس کا وقت آخر ہو جائے تو تم ہماری مدد کرنا
جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تب شہزادے نے جوہری سے کہا میرا آخری وقت
ہے اور تم میرے حال کے گواہ رہنا کہ میں شمس النہار کے عشق میں بہت ثابت
قدم ہوں جو صدمہ اس کی محبت میں مجھ پر گزرا میں اس کو عین راحت سمجھا

اب مجھ کو کچھ افسوس نہیں بجز اس کے کہ میں اپنی اور مہربان کی آغوش میں کہ وہ مجھ کو بہت
پیار کرتی ہے نہ مرا اب میری یہ وصیت ہے کہ جب میری آنکھ بند ہو جائے تو مجھے اس مہربان
کے گھر امانت چھوڑ کر بغداد میں میری ماں کے پاس جانا اور اسے اطلاع کرنا کہ تیرا فرزند فلانی
جگہ مر گیا اور یہ وصیت کر گیا کہ میری ماں یہاں آ کر میرا تابوت لے جائے اور بغداد میں اپنے
نزدیک دفن کرے اور میرے واسطے دعائے مغفرت مانگے یہ کہہ کر شہزادہ مر گیا جوہری بہت
رویا پیٹا دوسرے دن لاش اس کی اس مہربان کے گھر میں امانت رکھ ایک قافلہ کے ساتھ
بغداد میں پہونچا پہلے اپنے گھر جا کر کپڑے بدلے پھر شہزادے کے گھر جا کر حال قضا کرنے شہزادہ
کا اور وصیت کو اس کی ماں سے ظاہر کیا وہ نیک بخت بعد ماتم اور سننے اس کے حال کے
واسطے لانے تابوت کے روانہ ہوئی دوسرے روز جوہری کہ شہزادے کے غم میں اکثر رویا کرتا
تھا اپنے گھر کے دروازے پر ٹہل رہا تھا کہ ایک عورت سیاہ پوش اس کے نزدیک پہونچی
جوہری نے پہچانا کہ یہ وہی لونڈی ہے جو شمس النہار کے پاس سے آیا جایا کرتی تھی
اس کو اپنے گھر لے گیا اور حال قضا کرنے شہزادے کا عشق میں شمس النہار کے اور جانا
اس کی ماں کا لاش لانے کو اس سے کہا اور ہائے وائے کر کے رونے لگا وہ کنیز بھی بہت
روئی پھر اس لونڈی نے حال مرنے شمس النہار کا عشق میں شہزادے کے کہا پھر وہ دونو
شمس النہار کے واسطے رونے لگے جوہری نے پوچھا کہ خلیفہ نے شمس النہار کے ساتھ
کیا معاملہ کیا تھا کنیز نے کہا جب خلیفہ نے خواجہ سراؤں کو بھیج کر اس کو پکڑ بلوایا اس
کو روتے اور تڑپتے دیکھ کر غصہ اس کا جاتا رہا اور اس کو اپنے گلے سے لگا کر بہت پیار
کیا اور تسلی کی اور خلعت فاخرہ مع جواہرات بیش قیمت دے کر اس کو بڑی عزت سے
رخصت کیا پھر اس بی بی نے اپنے محل میں آ کر مجھ سے کہا کہ میں تیری نمک حلالی اور
رازداری سے بہت راضی ہوئی اور میں اب کوئی دم کی مہمان ہوں میں بہت روئی
اور کہا کہ بی بی خدا تم کو سلامت رکھے ہم سب تم پر سے صدقے اور قربان ہو کر مر جائیں
اسی روز شام کے وقت خلیفہ گانے والوں کو لے کر شمس النہار کے محل میں
آیا اور بموجب حکم خلیفہ گانا بجانا شروع ہوا خلیفہ شمس النہار کو اپنی بغل میں

لے کر بارہ دری میں بیٹھا وہ گانے کی تاثیر سے غش میں آئی پھر کتنی ساعت کے بعد خلیفہ
کی آغوش میں جان بحق تسلیم ہو گئی خلیفہ سمجھا کہ تاثیر سے غش میں ہے اس نے اور ہم سب
خواجوں نے بہت تدبیریں کیں مگر اس نے سانس نہ لی خلیفہ کو یقین ہوا کہ وہ تمام ہو گئی
بہت رویا اور حکم کیا کہ سب ساز گانے بجانے کے توڑ ڈالو وہ عشرت کدہ ایک دم
ماتم کدہ ہو گیا اور چاروں طرف سے صدا واویلا اور وامصیبتا کی بلند ہوئی خلیفہ
اپنے محل میں گیا اور میں تمام رات اپنی بی بی کی لاش کے پاس بیٹھی رہی پھر میں نے اپنے ہی
ہاتھوں سے اس کو نہلا کر کفنایا صبح کو خلیفہ نے حکم فرمایا کہ شمس النہار کو اس بڑے مقبرے
میں جو آگے اس نے مجھ سے مانگ لیا تھا دفن کرو چنانچہ تابوت اس کا بڑے تجمل سے
دفن کیا گیا اب میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ جس وقت تابوت شہزادے کا شہر بغداد
میں پہونچے وہ بھی شمس النہار کے پاس دفن کیا جائے اس لیئے کہ بعد مرنے کے وہ ایک
جا پر رہیں جوہری نے کہا کہ بدون اجازت خلیفہ کے اس کو اس مقبرہ میں کیونکر دفن
کر سکتے ہیں کنیز نے کہا کہ یہ مشکل نہیں خلیفہ نے شمس النہار کی سب خواجیں کا خرچ
مقرر کر کے اس مقبرے میں متعین کر کے فرمایا ہے کہ سب اس کی قبر پہ مجاور رہیں اور
مجھ کو سب پہ سردار کیا ہے اور اس مقبرے پہ اختیار دیا ہے اور سوا اس کے خلیفہ
کو بھی ان دونوں کی محبت سے بخوبی اطلاع ہے الغرض جب جنازہ شہزادے کی
ماں سے لے کر پہلو میں شمس النہار کے اس کو دفن کیا جب سے کیا اس شہر کے آدمی اور
کیا دور و نزدیک کے لوگ ان دونوں عاشق صادق کا حال سن کر
اس مقبرے میں آتے اور ان کے واسطے دعائے مغفرت مانگتے اور نذر و نیاز چڑھاتے
ہیں جب ملکہ شہرزاد نے یہ قصہ شمس النہار اور ابوالحسن بن بکار شہزادہ ایران کا تمام
کیا دنیازاد نے اس کی بہت تعریف کر کے کہا بہن کیا اچھا تم نے یہ قصہ کہا اب کوئی
اور قصہ کہو اس نے کہا اگر بادشاہ کل تک میری جان بخشی فرمائے گا میں کل فجر کو غانم
اور فتنہ کا کہنا شروع کروں گی وہ اس سے بھی نہایت عجیب و غریب ہے شہریار
نے اس کا قتل کرنا موقوف رکھا کہ اس داستان کو بھی سن لینا چاہیئے —

ملکہ شہرزاد نے شہریار سے عرض کیا کہ اگلے زمانہ میں ایک سوداگر ابوایوب نام رہنے
والا دمشق کا تھا دولت کثیر اس کے پاس تھی اور الکنسب نامے اس کی ایک لڑکی تھی حسین جو
کوئی اس کو دیکھتا بے اختیار عاشق زار ہو جاتا وہ سوداگر بہت دولت چھوڑ کے مر گیا۔
چنانچہ سو گٹھریاں مال نفیس کی اس کے گودام میں بندھی رکھی تھیں جن میں بھاری بھاری تھان
کمخواب اور گلبدن وغیرہ کے تھے اور ہر ایک بنڈے پر برائے بغداد جلی لکھا ہوا تھا اور اس زمانے
میں حاکم دمشق کا محمد زینبی بیٹا سلیمان کا تھا اور دمشق کو دارالملک مصر کا کہتے تھے اور زینبی
خراج گزار بنی عم ہارون رشید خلیفہ بغداد کا تھا بعد وفات سوداگر کے ایک دن غانم نے
اپنی ماں سے پوچھا کہ میں نے ہر ایک بستہ پر دستخط جلی لفظ برائے بغداد لکھی دیکھی ہے اس کے
کیا معنی ماں نے کہا کہ تمہارے باپ کا دستور تھا کہ جب مال کسی شہر میں لے جانے کا قصد
کرتا تو اس کو باندھ کے ہر گٹھری پر نام اس شہر کا لکھ دیتا کہ وقت پر شبہ نہ پڑے اور ان
دنوں یہ گٹھریاں باندھ کے وہ آمادہ سفر بغداد کا تھا کہ دفعتاً مر گیا یہ کہہ کے وہ بی بی
رونے لگی غانم مغموم اس وقت چپ ہو رہا دوسرے وقت اس کو خوش پا کر کہا افسوس
میرا باپ یہ اسباب بغداد میں لے جانے نہ پایا اب میں چاہتا ہوں کہ اس کو بغداد میں لے جا کے
بیچوں اور بہت فائدہ حاصل کروں اس کی ماں نے بہت رنج کیا کہ وہ اس کو بہت پیار
کرتی تھی کہا کہ بیٹا تم کم سن ہو کس طرح متحمل اتنے بڑے سفر کے ہو گے ایک تو میں تمہارے
باپ کے مرنے سے مبتلائے غم ہوں دوسرے اب تم بھی چاہتے ہو کہ اپنی جدائی سے مجھے
رنج دو مناسب یہ ہے کہ یہ اسباب دمشق کے تاجروں کو دے دو اور تھوڑے نفع پر اکتفا
کرو غانم نے بغداد جانے پر اصرار کیا اور کئی غلام حبشی بقدر حاجت خرید کر کے ایک سو
شتر کرایہ کے کئے اور سب اسباب سفر لے ہمراہ پانچ چھ سوداگروں کے کہ بغداد کو جاتے
تھے ہو لیا راہ میں بدوؤں کے ہاتھ سے محفوظ رہا مگر بوجہ سفر دور و دراز کے سب
ہمراہی اس کے ماندے ہو گئے تھے کہ دفعتاً شہر بغداد کو دور سے دیکھتے ہی نہایت خوش
ہوئے اور سب خستگی راہ کی بھول گئے اور بغداد میں داخل ہو کے ایک بڑی سرائے
آبادی میں سب اترے مگر غانم نے ایک بڑا عمدہ گھر اسباب نفیس سے سجا ہوا اور

اس میں پانچ باغ نہروں اور درختوں میوہ دار سے مرتب تھا آکر اُسکو لے کے چند روز تک
اس میں آرام کیا جب ماندگی سفر کی دور ہوئی اچھی پوشاک پہن کے تاجروں کی مجلس میں گیا اور
اور کئی تھان ابریشمی اور زربفتی بطور نمونہ غلاموں کے ہاتھ اپنے ساتھ لیتا گیا اور تاجروں
سے ملاقات کی وہ بڑی خاطرداری اور عزت سے پیش آئے اور نمونے دیکھ کر پسند کیئے اور
سب اسباب اس کا خرید لیا غرض غانم نے چند روز میں سب اسباب اپنا فایدہ کیکر بیچ
ڈالا فقط ایک گٹھری اپنے صرف کے لئے رہنے دی ایک دن بازار کی طرف گیا وہاں سب
دوکانوں کو بند پاکے بحیرت لوگوں سے سبب پوچھا انہوں نے کہا فلاں سوداگر آج مر گیا
اس کی تجہیز و تکفین کو سب گئے ہیں غانم نے پوچھا کہ اس میت کی نماز کس مسجد میں
پڑھیں گے اور اس کو کس گورستان میں لے جائیں گے لوگوں نے پتہ بتایا غانم غلام کو
رخصت کر کے آپ اس مسجد کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہونچ کر سنا کہ نماز پڑھ کے
میت کو دفنانے لئے جاتے ہیں غانم بھی جنازے کے ساتھ ہو لیا اور گورستان میں کہ شہر سے
بہت دور تھا جا پہونچا اس میت کی قبر سنگین بطور گنبد کے آگے سے تیار تھی اور جگہ کی
قلت سے گرد اگرد خیمے استادہ کئے تھے میت کو اندر گنبد کے لے گئے اور سب سوداگر وغیرہ
ان خیموں میں ٹھہرے قرآن خوان وہاں قرآن پڑھنے لگے بعد دفن کے اقربائے میت اور دوسرے
سوداگر حلقہ کرکے فاتحہ خوانی کے لئے بیٹھے حتی کہ رات ہو گئی غانم نے قصد گھر جانے کا
کیا اتنے میں موافق دستور بغداد کے کھانا حاضری کا حاضر کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ
سب لوگ شب کو ان خیموں میں رہیں گے دوسرے دن شہر میں جائیں گے غانم نے سوچا کہ میں
اجنبی ہوں اگر رات کو یہاں رہ جاؤں مبادا شب کو چور آکے میرے گھر میں چوری کریں
یا میرے غلام سب جمع نقد لے کسی طرف بھاگ جائیں تو میں کہاں ان کو ڈھونڈھ تا
اس لئے اس نے تھوڑا سا کھانا کھا لوگوں کی نظر بچا اپنے گھر کی راہ لی جلدی میں وہ
دوڑتا جاتا تھا اتفاقاً تاریکی میں راہ بھول کے اور ہی راہ میں ہو رہا گھومتے گھومتے
آدھی رات کو شہر کے دروازے پہ پہونچا دروازہ شہر کا بند پایا اب مجبور کیا کرے
آخر بعد تلاش پایا ایک گورستان شہر کے کنارے ملا چاروں طرف بلند دیوار دولی

سے گھرا ہوا بیچ میں ایک ناریل کا درخت اس نے اندر جا کے دروازے کو بند کر لیا اور ایک
ہموار جگہ گھاس پر لیٹ رہا مگر بسبب وحشت گورستان کے اسے نیند نہ آئی گھبرا کے اٹھ
کھڑا ہوا اور دروازے کے سامنے ٹہلنے لگا دور سے ایک روشنی نظر پڑی کہ چلی آتی تھی
خوف کے مارے اس درخت پر چڑھ گیا اور اس کے پتوں میں چھپ کے بیٹھ رہا اتنے
میں دیکھا کہ تین شخص لباس غلاموں کا پہنے گورستان کے پہونچے اور صندوق اتارا ایک
نے ان میں سے کہا کہ بھائیو اگر تم میری بات سنو تو اس صندوق کو اسی طرح چھوڑ کر
شہر کو چلو دوسرے نے کہا کہ ہماری بی بی نے ایسا نہیں فرمایا اگر ہم ایسا کریں گے تو
بہت پچھتائیں گے اس لئے کہ انہوں نے اس صندوق کے گاڑنے کی تاکید فرمائی ہے
تیسرے نے کہا سچ کہتا ہے پھر وہ غلام زمین میں گہرا گڈھا کھود صندوق کو اس میں
دفن کر کے چلے گئے نائم نے درخت پر سب باتیں ان کی سن کر قیاس کیا کہ شاید اس
صندوق میں دولت ہے کسی امیر نے یہاں گڑوائی ہے بعد جانے غلاموں کے درخت
سے اترا اور صندوق نکال کر دیکھا کہ اس میں قفل لگا ہوا ہے متحیر ہو کر قفل کو بحکمت عملی
کھولا اور صندوق کا پٹ جو اٹھایا تو بجائے زر کے ایک جوان بی بی کو دیکھا کہ اس
میں پڑی ہوئی ہے وہ نہایت خوبصورت تھی جانا سوتی ہے پھر خیال کیا کہ اگر سوتی تو ضرور
کھڑکھڑاہٹ سے جاگتی پھر بازوبند اور کان کے بالوں کو دیکھا کہ ہیرے کے ہیں
اور مالائے مروارید بڑے موتیوں کا اس کے گلے میں اور پوشاک شاہانہ پہنے ہے اس
سے جانا کہ یہ بی بی خلیفہ کے محل کی ہے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر عاشق ہو گیا اور
پہلے اس نے دروازہ قبرستان کا بند کیا پھر اس بی بی کو صندوق سے نکال کر ایک ہموار
زمین پر رکھا جب اس کو ہوا لگی اس میں طاقت آئی اور جنبش کرنے لگی اور آدھی آنکھ
کھول کر پکاری اری زہرہ بستان ہشفرم مرکاں کاسہ بوس نور النہار سوہی نزہت القلوب
تم سب کہاں ہو یہ سب نام اس کی خواصوں کے تھے جو اس کی خدمت میں دن رات
حاضر رہتی تھیں جب دیکھا کہ کوئی جواب نہیں دیتی حیران ہوئی اور اچھی طرح
آنکھ کھولی تو اپنے تئیں قبرستان میں پایا نہایت اندوہگیں ہو کے باواز بلند

ہوئی آیا یہ مردہ واسطے زندگی کے یہاں آیا ہے یا دن قیامت کا آپہونچا غانم نے سامنے آکر کہا کہ میں اجنبی ہوں اور قضا و قدر فقط تمہاری ہی زندگی کے لئے مجھے یہاں لائی ہے اب جو ارشاد ہو بجا لاؤں اس بی بی نے پوچھا کہ میں کیونکر اس گورستان میں آئی اور کون مجھے یہاں لایا غانم نے تینوں غلاموں کے صندوق کا لانا اور اس کو دفن کرنا بیان کیا اس بی بی نے غانم کو دیکھتے ہی اپنا منھ ڈھانپ لیا غانم اس کی اس ادا سے نہایت رنجیدہ ہوا بی بی نے کہا الحمد للہ کہ میری زندگی کے لئے ایسے نیک شخص کو یہاں بھیجا اب تو فجر ہوتے ہی شہر میں جا کر ایک خچر کرایہ کا کر لائیں اسی صندوق میں لیٹی ہوں تو اسے مقفل کر کے اپنے گھر مجھے لے چل اور میں تو پیادہ پا تیرے ساتھ چلتی مگر اس پوشاک سے چھپ نہ سکوں گی اور میں تیرے گھر پہونچ کر سب قصہ اپنا کہوں گی غانم صندوق کو گڑھے سے نکال مٹی سے صاف کر سامنے لایا وہ بی بی اس میں جا لیٹی غانم نے اس کو اس وضع سے بند کیا کہ ہوا نہ رکے گورستان سے شہر کی طرف روانہ ہوا اور شہر میں جا کر ایک خچر کرایہ کر پھر اس گورستان میں آیا اور خچر والے سے کہا کہ میں ایک اس صندوق کو گورستان تک لایا تھا اب تو اس صندوق کو شہر میں میرے گھر پہونچا پھر ان دونوں نے اس صندوق کو گورستان تک اٹھا کر خچر کی پیٹھ پر رکھا اور اسے چاروں طرف سے باندھ کر شہر کی طرف روانہ ہوئے غانم تمام راہ نہایت ہراساں جاتا تھا کہ مبادا اگر یہ راز کھلے تو خدا جانے کس مصیبت میں پڑوں جب وہ اپنے گھر خیر سے صندوق لے کر پہونچا خچر والے کو رخصت کیا اور اپنے ایک غلام سے کہا کہ دروازہ بند کر اس نے بند کر لیا پھر بی بی کو صندوق سے نکال کر کمرے میں لے گیا اور پوچھا کہ اب مزاج تمہارا خوش ہے بی بی نے کہا اچھی ہوں اور تمہاری نہایت ممنون پھر غانم ایک غلام کو ساتھ لے کے بازار گیا اور طرح طرح کے کھانے مول لیے پھر اچھے اچھے میوے خرید کیے اور بہت نفیس شراب مول لی پھر گھر کو آیا اور اپنے ہاتھ سے ان سب کو دسترخوان پر چن کر کہا کہ اب تم ان کو تناول کرو اس نے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ غانم بیٹھ گیا اور جب اس نے اپنے برقع کو اتار کر الگ رکھ دیا غانم نے ایک طرف برقع کے بڑے حرفوں میں ریشم سے کڑھا ہوا

دیکھا کہ اس پر لکھا تھا کہ میں تیری اور تو میرا ہے اے فرزند بنی عم کے اور فرزند بنی عم سے مراد
ہارون رشید ہے غانم گھبرا گیا اور کہا للہ بی بی تم اپنا نام و نشان بتاؤ کہ تم کون ہو اور کس
سے علاقہ رکھتی ہو اس نے کہا میرا نام فتنہ ہے اور کوئی بغداد میں نہیں ہے کہ مجھے نہ جانتا ہو
میں معشوقہ خلیفہ ہارون رشید کی ہوں بچپن سے اس کے محل میں آئی تھی اور سب باتوں کی
تعلیم میں نے محل میں خلیفہ کے پائی اور خلیفہ میری لیاقت اور حسن کو ملاحظہ فرما کے مجھے دل
سے پیار کرنے لگا اور ایک مکان خاص مجھے رہنے کو دیا اور بیس لونڈیاں اور بیس
خواجہ سرا میری خدمت اور محافظت کے لیے مقرر کیے اور اس قدر دولت دی کہ مثل
شہزادیوں کے اپنی گذر کرنے لگی زبیدہ خاتون کہ بیاہتا اور اقربائے خلیفہ سے ہے مجھ
سے حسد کرنے لگی اور در پے میری ہلاکت کے ہوئی مگر بسبب میرے ہوشیار رہنے کے قابو
اس کا نہیں چل سکتا تھا آخر رفتہ رفتہ میری کسی کنیز کو طمع سے بہکایا اس نے قابو پا کر غیبت
میں خلیفہ کے اسی لونڈی سے اول شب شربت میں کوئی دوا بیہوشی کی ملا کر مجھے پلوائی جس
کے پینے سے میں بیہوش ہو گئی تب اس نے مجھے صندوق میں بند کر زندہ دفن کر دیا
مگر رشتہ حیات باقی تھا کہ خدا نے تجھے اس گورستان میں پہونچایا کہ تو نے صندوق
کھولا اور مجھے اپنے گھر میں لایا اگر اس بات کو زبیدہ سنے تو جان سے تجھے مروا ڈالے اب
جب تک کہ خلیفہ باہر ہے میں تمہارے گھر میں رہوں اور وہ بعد داخل ہونے شہر کے
میرے لیے نہایت بے قرار ہوگا اور میری تلاش میں کوتاہی نہ کریگا اگر اسے خبر ہوگی کہ
میں تیرے گھر میں ہوں اسی وقت مجھے بلوائے گا اور تجھے قتل کریگا غانم یہ تقریر سن کر گھبرایا
اور کہا کہ بی بی تم تو بہر حال بچیں مگر میرا بچنا دشوار ہے فتنہ نے کہا کوئی کسی کے گھر
کی خبر نہیں جانتا جب تک کہ اس کے گھر والے خبر فاش نہ کریں غانم نے کہا سچ ہے مگر
میرے غلام یہاں کسی سے ربط نہیں رکھتے کہ جن سے کچھ بات چیت کریں اور اگر اتفاقاً کوئی
میرا غلام تم کو کبھی دیکھ لے گا تو گمان کرے گا کہ تم اسی قسم سے ہو اور تا مقدور فتنہ
کو کسی اپنے غلام کے روبرو نہیں کرتا یہی گفتگو تھی کہ کسی نے اس کے دروازے
کو کھڑکھڑایا غانم اٹھا کہ کون ہے اتنے میں اس کے ایک غلام نے آکر خبر دی کہ

نان بائی آپ کے لئے کھانا مقرری لایا ہے غانم خوان کھانے کا غلام کے ہاتھ آپ گھر میں لے گیا اور فتنہ کو کھلا کے کہا بی بی اب تم ذرا آرام کرو میں ابھی پھر آتا ہوں یہ کہہ کے وہ بازار کو گیا اور دو لونڈیاں نفیس خرید کر کے لایا اور دونوں کو فتنہ کی خدمت میں دیا فتنہ خوش ہوئی اور کہا تم نے مجھ پر زیادہ زیر بار احسان کیا اب میں خدا سے دعا مانگتی ہوں کہ پھر میرے دن پھیر دے اور مجھے میری دولت پر اختیار دے تو اس کا عوض تم سے کروں تم سبب میری دوبارہ زندگی کے ہوئے غانم اس تقریر سے نہایت مسرور اور ممنون ہوا اگرچہ محبت دونوں کو آپس میں کمال تھی مگر غانم جانتا تھا کہ جو چیز خاص آقا کے لئے ہو نوکر کے لئے حرام ہے جب شام کو اس نے شمعیں مکان میں روشن کر کے دستر خوان بچھایا میوے چنے اور شراب رکھی کہ وہاں کے لوگ دن کو روٹی وغیرہ کھاتے تھے اور رات کو فقط شراب اور میوؤں پر قناعت کرتے پھر دونوں نے میوے کھانے شروع کیئے اور دو تین گلاس شراب کے پی مزے میں آ گانے لگے جب رات بہت آئی غانم دوسرے مکان میں سو رہا اور فتنہ اسی جگہ کنیزیں نو خرید فتنہ کی پاچپی کو حاضر ہوئیں ایک مدّت تک دونوں اسی ڈھیرے پر رہے سوائے بات چیت کے اور کوئی امر پیش نہ آیا لیکن جس قدر غانم فتنہ پر فریفتہ تھا ویسی ہی فتنہ بھی اسے پیار کرتی اور غانم کے گھر میں رہا کرتی بغداد میں کوئی سوائے ایک لونڈی کے اس امر سے آگاہ نہ تھا اور وہ تینوں غلام بھی جو صندوق کو قبرستان میں گاڑ آئے تھے نہیں جانتے تھے کہ اس میں کیا ہے مگر زبیدہ خلیفہ کے ڈر سے ہر دم خائف اور اپنی اس حرکت بیجا پر ہمیشہ پشیمان ہو کر سوچتی تھی کہ خلیفہ فتنہ کو بہ نسبت اور خواصوں کے نہایت چاہتا ہے جب وہ سفر سے آ کے مجھ سے حال پوچھے گا میں کیا کہوں گی کوئی تدبیر ایسی سوجھتی تھی کہ ہاروں رشید مواخذے سے نجات پائے اسی فکر میں اس نے ایک بڑھیا کو کہ وہ اس کی دایہ تھی بلوا بھیجا اور اس سے کہا کہ اماں جان میں تم سے اپنا دکھ کہا کرتی ہوں اور تم اس میں مجھے صلاح اچھی بتا کے میری اعانت کیا کرتی ہو اب بھی تم کو ایک صلاح کے لئے کہ جس سے مجھے دن رات چین نہیں تکلیف رہتی ہے تم کچھ تدبیر بتاؤ پھر مفصل

حال فتنہ کا بیان کیا اس لئے کہ آفت روزگار اور استاد ابلیس مکاری کی تھی کہ بی بی تم خاطر جمع رکھو اور ذرا نہ ڈرو میں نے ایک تدبیر سوچی ہے تم عمل میں لاؤ زبیدہ نے پوچھا کیا اس نے کہا کہ تم ایک لکڑی کا پتلا بڑا سا بنوا دو میں اس پر پرانے کپڑے لپیٹ کر کفن پہنا دوں گی تم حکم دینا کہ اس لاش کو بادشاہی قبرستان میں دفن کرو اور جلد بڑا مقبرہ عالیشان بنواؤ اور ایک تصویر کو کالے کپڑے پہنا کے قبر پر رکھوا اور گرد قبر کے رات کو چراغ بہت سے جلانا اور تم خود فتنہ کی ماتم داری میں سیاہ پوش ہو کر مقبرے میں کبھی کبھی جانا اور اسی طرح تمہاری اور فتنہ کی خواصیں خواجہ سرا اور سب سردار دولت سیاہ پوش ہو کر ہر روز مقبرے میں جا کے ماتم کیا کریں خلیفہ آ کے جب یہ حال دیکھے گا تو سبب پوچھے گا اس وقت تم کہو کہ یہ سوگ فتنہ کا ہے کہ وہ پیچھے تمہارے دفعتاً مر گئی اور اس قبرستان میں مدفون ہوئی اس کا مقبرہ بھی بنوایا گیا خلیفہ کو رونا آئے گا اور فتنہ کے مرنے کا اسے یقین ہو جائے گا اور اگر نسبت تمہارے کسی طرح کا خیال کرے گا تو قبر کا کھودنا اور مردے کو نکالنا خلاف شرع ہے اور غیر ممکن ہے کہ ایک لونڈی کے لئے اتنا درد کرے اب تم اس کنیز سے جس نے فتنہ کو دوائے بیہوشی پلائی تھی چپکے سے بلا کے کہو کہ تو اپنے لوگوں میں مشہور کر کہ فتنہ کو میں نے بیچھے سے مرا پایا اور اس حجرے کو جس میں فتنہ ہے بند کر کے کسی کو جانے نہ دے جب تم کو خبر ہو مسرور خواجہ سرا کو حکم تجہیز و تکفین دینا زبیدہ یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوئی اور صندوقچہ کھول کر ایک انگشتری بے بہا اس کی دی اور گلے لگا کے کہا کہ میں تمہاری اس تدبیر سے کمال مطمئن ہوئی تم پتلا لکڑی کا جلد بنوا لاؤ اور باقی اسباب میں تیار کروا تی ہوں بڑھی بی لکڑی کا پتلا بنوا لائی اور اس پر پرانے کپڑے لپیٹ کر اسے کفن پہنایا اور مسرور کو حکم دیا کہ فتنہ کی لاش لے جا کر مقبرۂ شاہی میں دفن کر اس نے اس کی لاش کو بڑے جلوس سے دفن کیا پھر زبیدہ خواصوں سمیت سیاہ پوش ہو کے اس کا ماتم کرنے لگی دوسرے دن معماروں کو وہاں بھیج کر اس کا مقبرہ بہت بڑا گنبددار بنوایا صبح و شام خواصیں اور خواجہ سرا اس مقبرے میں جمع ہو کے ماتم فتنہ کا کیا کرتے چنانچہ تمام شہر میں مرنا فتنہ کا مشہور

ہوا قائم نے اس خبر کو سن کر فتنہ سے کہا کہ بی بی تمہارے مرنے کی خبر سارے بغداد میں مشہور
ہے فتنہ نے کہا الحمد للہ کہ میں زندہ اور آرام سے ہوں خدا نے چاہا تو وہ سب اس فکر
سے پشیمان ہوں گی اور ہم تم ایک دن اپنے مطلب کو پہونچیں گے اور عوض اس مشقت کا خلیفہ
تمہیں ایک دن دیگا اور خدا سے دور نہیں کہ مجھے تم کو بخشدے غانم نے کہا میں یوں ہی
تمہاری عنایت سے نہایت خوش ہوں اب اور کسی بات کی ہوس نہیں بزرگوں نے کہا ہے کہ
جو چیز آقا کی ہے نوکروں کو نہ چاہیے کہ اس پر نظر ڈالیں بعد تین مہینے کے خلیفہ بغداد میں
داخل ہوا سب سے پہلے فتنہ کو محل میں جا کے تلاش کیا پھر زبیدہ اور سب چھوٹے بڑوں
کو سیاہ پوش دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کا سوگ ہے زبیدہ نے آہ سرد جگر سے کھینچ کر کہا کہ یہ ماتم
فتنہ کا ہے کہ تمہارے پیچھے مر گئی خلیفہ بیہوش ہو کے چاہتا تھا کہ زمین پر گرے جعفر وزیر نے
سنبھال لیا جب ہوش میں آیا پوچھا میری پیاری فتنہ کو کہاں دفن کیا زبیدہ نے کہا
میں خود اس کے مراتب تعزیت مناسب بجا لائی جہاں اس کا مقبرہ بنوایا ہے اگر فرماؤ تو
آپ کے ہمراہ چلوں خلیفہ مسرور کو ہمراہ لے کر فتنہ کے مقبرے پر گیا دیکھا کہ ایک تصویر
سیاہ لباس پہنے ہوئے وہاں رکھی ہے اور گرد اس کے شمعیں جلتی ہیں اور ہر ایک چیز بڑے
تکلف سے رکھی دیکھ کر بہت حیران ہوا اور دل میں سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ فتنہ حقیقت میں
نہ مری ہو میری بی بی نے قابو پا کر محل سے نکالا ہو یا کسی جگہ دور بھجوا دیا ہو جہاں سے نیک و
بد کی خبر اس کی سنائی نہ دے پھر دیر تک اس امر میں متردد رہا آخر اس نے حکم کیا کہ اس
تصویر کو جو قبر پر رکھی ہے نیچے اتار کر اس کے کپڑے اتارو جب اس کو ننگا کیا تو دیکھا کہ
وہ ایک لکڑی ہے اس کو زیادہ فریب معلوم ہوا چاہا کہ قبر بھی کھدوائے عالموں نے منع
کیا غرض خلیفہ نے بہت حافظوں کو اس کی قبر پر معین کیا اور اکثر آپ بھی وہاں جاتا اور
روتا غرض ایک مہینے تک فتنہ کے ماتم میں وزیر جعفر اور سب ارکان دولت بادشاہ
کے شریک رہے اور کوئی دن نہ تھا کہ خلیفہ اس کو یاد نہ کرتا اور ہائے کر کے نہ روتا
چہلم تک اس کا یہی حال رہا بعد چہلم کے اس نے پوشاک سیاہ اتاری اور
لوگوں کو بھی حکم تبدیل لباس ہوا پھر پلنگ پر جا کر سو گیا اتفاقاً دو

دو خواصیں ایک سرہانے کی طرف اور دوسری پائینتی کی جانب بیٹھی ہوئی چکیں دوڑی کر رہی تھیں سرہانے والی نے کہ نام اس کا نورالنہار تھا خلیفہ کو سوتا جان کر اس دوسری سے کہ نام نکہت تھا کہا کہ ہم نے آج ایک خوشخبری سنی ہے ہمارے خداوند نعمت جب بیدار ہوں گے تو ان سے کہیں گے فتنہ نہیں مری وہ صحیح و سالم ہے نکہت نے کہا اللہ فتنہ اب تک جیتی ہے نکہت نے یہ ایسی آواز بلند سے کہا کہ خلیفہ جاگ اٹھا اور کہا کہ تم نے کیوں شور و غل کر کے مجھے بدخواب کیا اس نے عرض کیا حضور قصور معاف ہیں نے یہ بات سنی ہے کہ فتنہ جیتی ہے خلیفہ نے پوچھا کہاں ہے نورالنہار نے کہا میں نے آج شام کو ایک رقعہ لکھا ہوا فتنہ کے ہاتھ کا معرفت ایک اجنبی کے پایا ہے کہ جس میں اس نے اپنا حال لکھا ہے خلیفہ نے کہا کہ جلد وہ رقعہ لا نورالنہار نے رقعہ خلیفہ کو دیا اس نے بڑی بیقراری سے اسے پڑھا فتنہ نے سارا حال اپنی مصیبت کا اس میں لکھا تھا اور حال غانم کی جانفشانی کا بھی سب درج کیا تھا خلیفہ اسے پڑھ کر غانم کے نام پر از راہ غیرت نہایت ناخوش ہوا اور زبیدہ کے فریب سے نہایت حیرت میں آیا سمجھا کہ فتنہ سے غانم مرتکب امر قبیح کا ضرور ہوا ہوگا اے نمک حرام بدذات تو چار مہینے تک ایک سوداگر جوان کے گھر میں رہی اور مجھے خبر نہ کی میں نے کس طرح کا رنج تیری خبر مرگ سے اٹھایا غرض خلیفہ برہم ہو کر دربار عام میں تشریف لایا وہاں سب ارکان دولت حاضر تھے وزیر جعفر آ کے تخت کے سامنے زمین بوس ہو کر دست لبستہ کھڑا ہوا خلیفہ نے فرمایا میں ایک امر عظیم میں تیرا امتحان کرتا ہوں چار ہزار سپاہی اپنے ساتھ لے کے غانم نام سوداگر دمشقی کو کہ بیٹا ابوالیوب کا ہے گرفتار کر لا اور فتنہ نامے میری لونڈی کہ چار مہینے سے اس کے گھر میں رہتی ہے اس کو بھی لیتا آ اور اس کے گھر کو کھدوا ڈال میں دونوں کو سزا سخت دیا چاہتا ہوں وزیر جعفر فوج لے کے روانہ ہوا اور غانم کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بیلدار بھی گھر کھودنے کے لیے حاضر ہوئے سب برقندازوں کو حکم کیا کہ خبردار کسی طرف سے وہ سوداگر نکلنے نہ پائے اس وقت فتنہ اور غانم کھانا کھا کر بیٹھے تھے فتنہ نے ناگہاں گھر کے دروازے سے کہ سر راہ تھا دیکھا کہ

وزیر جعفر فوج لیئے ہوئے کھڑا ہے اُسے یقین ہوا کہ واسطے گرفتار کرنے غانم کے آیا ہے ۔
ہو بہو میرا خط خلیفہ کو پہونچا اس نے وزیر کو میرے لیئے کہہ بھیجا وہ اس فوج اور وزیر
کو دیکھ کر لرز گئی اور یقین ہوا کہ خلیفہ غانم کو جان سے مارے گا یہ سوچ کر اس نے غانم سے
کہا کہ باہر فوج تم کو گرفتار کرنے وزیر کے ساتھ کھڑی ہے اور کوتوال بھی ہے غانم ایسا
ڈر گیا کہ طاقت گفتار نہ رہی فتنہ نے کہا اے غانم اگر مجھے پیار کرتے ہو تو غلام کا لباس
پہنو اور اپنے منہ ہاتھوں میں خاک یا ورچی خانے کی ملو اور خوان خالی برتنوں کا سر پر رکھ کر
یہاں سے نکل جاؤ فوج کے لوگ تم کو مزدور نانبائی کا سمجھ کر کچھ نہ کہیں گے اور اگر مجھے پوچھیں
تو کہہ دینا کہ گھر میں ہے غانم نے کہا مجھے اپنی جان کا کچھ اندیشہ نہیں تمہارا خیال ہے
فتنہ نے کہا تم میرے واسطے کچھ تردد نہ کرو جب میرا سامنا خلیفہ سے ہوگا تیری طرف
سے بھی اعتذار کروں گی غانم نے غلامانہ کپڑے اور خاک اپنے بدن میں ملی اور ایک
خوانچہ خالی سر پر رکھ باہر نکلا سپاہیوں نے باورچی زادہ جان کر کچھ تعرض نہ کیا اور نہ
وزیر و رسالدار اور فوجی سپاہیوں نے بھی اس کو مطلق نہ پہچانا بہر حال غانم شہر کے
دروازے تک پہونچا وزیر اندر آیا دیکھا کہ مکان صندوقوں اسباب نفیس اور تھیلیوں
نقد روپیوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ نقد و جنس غانم کا تھا فتنہ وزیر کو دیکھ کر تھر تھر
کانپنے لگی اور عرض کیا کہ جو حکم خلیفہ ہے میں اس پر راضی ہوں وزیر نے کہا بی بی حکم خلیفہ
ہے کہ کوئی آپ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے مجھے فقط یہ حکم ہے کہ تمہیں یہاں سے محل میں لیجاؤں
اور اس سوداگر کو کہ جو اس گھر میں رہتا ہے حضور میں خلیفہ کے پہونچاؤں فتنہ نے کہا میں
حاضر ہوں مجھے لے چلو اور وہ سوداگر جس نے میری جان بچائی ہے وہ ایک مہینے سے بغرض تجارت
دمشق کو گیا ہے اور مجھے حفاظت کے لیئے یہاں چھوڑ گیا اب ان صندوقوں کو یہاں سے اٹھا
کے دولت پر بھجواؤ وزیر نے مزدوروں کے سر پر صندوقوں کو رکھ مسرور کے سپرد کیا
کہ خزانہ بادشاہی میں بھیجدے پھر وزیر کے حکم سے غانم کا مکان کھدنا شروع ہوا اور
وزیر فتنہ دونوں لونڈیوں کے ساتھ روانہ ہو کر دولت شاہی کے قریب پہونچا
بادشاہ نے فرمایا کیوں تو میرا حکم بجالایا اس نے عرض کیا غلام نے پہلے غانم

کو تلاش کیا معلوم ہوا کہ وہ ایک مہینے سے دمشق کو گیا ہے پھر اس کے گھر کو کھدوا ڈالا اور جو کچھ نقد و جنس سے ہاتھ لگا اس کو جمع کر کے سپرد مسرور کے کیا اور فتنہ در دولت پر حاضر ہے خلیفہ نہ گرفتار ہونے غانم سے زیادہ غصہ ہوا اور فتنہ کو بلوا کر نہ اس سے کچھ بات کی اور نہ اس کی طرف دیکھا پھر بکمال غیظ مسرور کو فرمایا کہ اس نمکحرام کو لے جا اور فلانے تہہ خانے تنگ و تاریک میں قید کر وہ تہخانہ محل کی دیوار سے ملحق تھا اور اکثر خواصیں تقصیر وار اسی تہخانے میں قید ہوا کرتیں مسرور نے فتنہ کو اس جائے تاریک میں قید کیا اور خلیفہ نے اسی غصہ میں محمد زبیبی حاکم سراہ اور دمشق کے نام یہ مضمون لکھا۔

بھائی تم جانو کہ غانم سوداگر بیٹا ابو ایوب کا ساکن دمشق میری لونڈی فتنہ کو کہ نہایت خوبصورت ہے ورغلا کے لے بھاگا تم پڑھتے ہی اس خط کے فرار واقعی اس کی تلاش میں رہنا اور جہاں پانا پاؤں میں بیڑی اور ہاتھ میں ہتھکڑی ڈال کر تین دن تک اسے تمام شہر میں تشہیر کرنا بلکہ پیادے کوتوالی کے ہر گلی کوچے میں کوڑے اس کو ماریں اور ایک شخص آگے اس کے پکارتا جائے کہ یہ سزا اس شخص کی ہے جو کوئی بادشاہ کی لونڈی کو بھگا لے جائے پھر سخت پہرے میں کر کے لے میرے پاس بھیج دینا اور اس کے گھر کو کھدوا کے ہل چلوانا اور اگر اس کے ماں باپ بیٹی بیٹا بہن بھائی یا جو کوئی اس کے عزیزوں میں ہو اس کو بھی اسی طرح سزا دینا اور جو کوئی اہل شہر سے ان کی حمایت کرے ان کی بھی یہی سزا ہے پھر خط پر اپنا نام لکھ اور بند کر قاصد کو دیا اور تاکید کی کہ جلد دمشق کے حاکم محمد زبیبی کو پہونچا اور ایک کبوتر کو اپنے ساتھ لیتا جا رسید زبیبی سے لے کر اس کے بازو میں باندھ بغداد کی طرف اڑا دیجیو اس وقت میں ایک قسم کے کبوتر ایسے تھے کہ ایک مہینے کی راہ چار روز میں طے کرتے الغرض قاصد دمشق میں پہونچا اور محمد زبیبی کے حضور میں حاضر ہو کر خط دیا اس نے تخت سے اتر خط کو بڑے اعزاز سے اپنے سر پر رکھا اور تین بار چوما پھر اسے پڑھ کر اپنے سرداروں اور کوتوال کو ساتھ لے غانم کے گھر گیا غانم جب سے بغداد گیا تھا کبھی ...

حال ماں کو نہ لکھا تھا فقط ان تاجروں سے کہ ساتھ غانم کے بغداد جا کر پھر دمشق میں
آئے تھے اس کی ماں کو کچھ حال معلوم ہوا تھا اس سبب سے اس کو یقین ہوا کہ غانم مر گیا
غرض بہت روئی پیٹی اور ایک مقبرہ غانم کا اپنے گھر میں بنوا کر اس کی تصویر قبر پر رکھی اور دن
رات اسی مقبرے پر رہا کرتی اور صبح و شام اسے یاد کر کے رویا کرتی اور الکلنب اس کی
بیٹی بھی اسی مقبرے میں اپنی ماں کے ساتھ شریک رونے پیٹنے کی رہتی اس محلے کے لوگ ان کا
رونا سنکر کبھی کبھی ان کے شریک حال ہوتے غرض محمد زینبی نے اس کے گھر پہونچ دروازے
پر دستک دی اندر ایک لونڈی آئی زینبی نے غانم کو پوچھا لونڈی نے کہا غانم مدت ہوئی
کہ مر گیا ماں بہن اس کی قبر پر رویا کرتی ہیں زینبی نے افسروں اور سپاہیوں سے کہا تم اس
کے گھر میں گھس کے تلاش کرو پھر آپ بھی اندر گھر کے جا کر دیکھا کہ غانم کی ماں اور بہن
دونوں قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں دونوں بیبیوں آفت رسیدہ نے اپنا منہ چھپا لیا
پھر غانم کی ماں دوڑ کر بادشاہ کے قدمبوس ہوئی بادشاہ نے کہا اے نیک بی بی ہم تیرے
بیٹے غانم کو ڈھونڈھتے ہیں اس نے کہا وہ تو مدت ہوئی کہ مر گیا یہ کہہ کر وہ اس قدر
روئی کہ دم اس کا بند ہو گیا زینبی کہ بہت رحم دل تھا بے اختیار رونے لگا اور اپنے دل
میں خیال کیا اگر تقصیر وار ہے تو غانم ہے اس کی ماں اور بہن کا کیا جرم ہارون رشید بڑا
سنگدل ہے مجھے واسطے ایذا رسانی ان بیگناہوں کے تاکید لکھتا ہے اتنے میں وہ لوگ
جو غانم کی تلاش کو چاروں طرف گئے تھے پھر آئے اور بادشاہ سے کہا کہ غانم کو ہم نے
نہیں پایا اور غانم کی ماں بہن کی گریہ وزاری سے یقین ہوا کہ غانم مر گیا محمد زینبی نے مجبور
ہو کر غانم کی ماں سے کہا بی بی تم اور تمہاری بیٹی اس گھر سے نکلو وہ دونوں مظلوم نکلیں
محمد زینبی نے اپنی قبا دونوں کو اڑھا کر اپنے نزدیک بٹھا لیا پھر اس نے شہریوں کو حکم
دیا کہ اس گھر کو لوٹ لو ہزاروں آدمی گھس پڑے جس قدر نقد اور اثاث البیت انہیں
ہاتھ آیا ایک گھڑی میں لوٹ کر لے گئے دونوں بیبیاں نہایت متحیر ہوئیں کچھ سبب
ان کو نہ معلوم ہوا زینبی نے بعد لٹوانے گھر کے گھر بھی ان بیچاریوں کا کھدوا
ڈالا پھر زینبی ان دونوں ماں بیٹی کو اپنے محل میں لے گیا اور آگاہ کیا کہ

سب امور حکم خلیفہ سے عمل میں آئے پھر دوسرے دن حکم کیا کہ ان دونوں کو برہنہ کر روبرو
خلق کے چابک ماریں جس وقت کپڑا اتارا گیا ان کا بدن مانند گلاب کے نازک اور سرخ
دیکھ کر نہایت رقت آئی مگر حکم سے خلیفہ کے مجبور تھا آخر ان کے بچانے کے واسطے
ایک ایک سخت کمل انہیں پہنا دیا اور ان کا سر بند ان کے سر سے اٹھا بالوں کو پریشان
کر دونوں شانوں پر ڈال دیا الکلنب کے بال بہت باریک اور اتنے لمبے تھے کہ اس
کی ایڑی تک پہونچ کر زمین سے جا لگے غرض اس حال سے ان کو مجمع میں خلق کے تشہیر
کرتے شہر میں لے گئے پیچھے ان کے کوتوال اپنے سپاہیوں کو لیے ہمراہ ہوا اور آگے
ان کے ڈھنڈورا یہ کہتا ہوا چلا کہ یہ سزا ان کی ہے جو خلیفہ کا قصور کریں جب دونوں
تشہیر ہوتی ہوئی چوک میں آئیں شرم سے انہوں نے اپنے منہ چھپا لئے سب لوگ انکو
اس حال میں دیکھ کر رونے لگے اور عورتوں نے شہر کے کوٹھوں اور دروازوں
سے اس عذاب کو دیکھ کر نہایت افسوس کیا خصوصاً الکلنب کے حسن اور جوانی پر
بہت افسوس کیا جب شام ہوئی دونوں کو بادشاہ کے محل میں لائے بیچاریاں مصیبت
سے بیہوش ہو کے گر پڑیں ملکہ دمشق بہت مغموم ہوئی اور اپنی خواصوں کو مخفی ان کی
تسلی اور کھانا کھلوانے کو بھیجا خواصوں نے ان پر گلاب چھڑکا اور شربت پلایا جب
وہ ہوش میں آئیں تب ان میں سے ایک نے غانم کی ماں سے کہا تمہارا حال سن کر ہم
سب کو بڑا رنج ہوا خصوصاً ہماری بی بی کو جو ملکہ ملک سراہ کی ہیں اور ہم کو فرمایا کہ ہم
تمہاری خدمت کریں بادشاہ اور ملکہ کو تمہارے حال سے بڑا رنج گذرا غانم کی ماں
خواصوں کی شکرگذار ہوئی اور ملکہ کو بہت دعائیں دیں اور کہا خلیفہ کیوں ہم پر اس
قدر غضبناک ہوا خواصوں نے کہا بی بی سبب تمہاری ان مصیبتوں اور رسوائی کا تمہارا
بیٹا غانم ہے اس پر تہمت ہوئی ہے کہ وہ خلیفہ کی ایک پیاری معشوقہ نہایت حسین
کو فریب دے کے لے بھاگا ہمارے بادشاہ نے بموجب حکم خلیفہ تم پر سیاست کی
لیکن دل میں نہایت متاسف ہے اور ہم سب بھی تمہارے حال پر افسوس کرتے
ہیں غانم کی ماں نے کہا کہ میں بیٹے کی وضع سے خوب واقف ہوں اس سے

ہرگز ایسا قصور نہ ہوا ہوگا بس اس کی بیگناہی پر گواہی دیتی ہوں اور یہ سب مصیبتیں ہم
کو گوارا ہیں بشرطیکہ وہ زندہ ہو انکلنیب تجھی یہ سب باتیں سن ماں کے گلے سے لگی اور
کہا مجھے بھی یہی قبول ہے جو تم کہتی ہو پھر دونوں ماں بیٹیاں گلے سے لگ اور غانم
کو یاد کر کے رونے لگیں پھر ملکہ کی خواصوں نے انہیں کھانا کھلانے کے لیے تکلیف دی۔
انہوں نے ایک دو نوالے کھائے پھر بموجب حکم خلیفہ کے کہ اس نے اقربائے غانم کے لیے
تین دن کی تشہیر کہی تھی اس لیے دوسرے دن پھر ان کو شہر میں تشہیر کرانے کے لیے نکالا اور
جو امر کہ پہلے روز ان غریبوں پر ہوا تھا وہی دوسرے دن بھی عمل میں آیا سب شہر کے سوداگر
اور اہل بازار حال ان کی تشہیر کا سن کر شہر سے باہر چلے گئے اور شہر کی عورتوں نے بھی
دروازے گھروں کے بند کر لیے تین دن تک وہ تشہیر کی گئیں کوئی باہر نہ نکلا چوتھے دن
بادشاہ دمشق نے شہر کے گلی کوچوں میں اشتہار دیا کہ کوئی غانم کی ماں اور بہن کو اپنے
گھر میں پناہ نہ دے اور حکم کیا کہ اس شہر سے ان کو نکال دو جدھر چاہیں چلی جائیں
چنانچہ دونوں ماں بیٹی جس گلی کوچے میں اور جس جان پہچان کے پاس بامید پناہ جاتیں
وہ ان سے دور بھاگتا اور نزدیک ان کے کھڑا نہ ہوتا آخر ناچار ہو کے غانم کی ماں
نے بیٹی سے کہا یہاں کوئی ہم کو اپنے گھر میں نہ رہنے دیگا اور نہ ہمارے کھانے پینے
کی خبر لے گا بہتر ہے کہ ہم تم اور کسی شہر کو نکل چلیں بعد ان کی تشہیر اور اخراج کے زبینی
نے یہ سب حال لکھ اور کبوتر کے بازو میں باندھ بغداد کی طرف اڑا دیا خلیفہ اس
خط کو پڑھ کے زبینی کو لکھا کہ پھر منادی شہر میں کر کہ گرد و پیش دمشق کے تین تین منزل
تک کوئی باشندہ گانوں اور قصبہ کا ان کو پناہ نہ دے زبینی نے پھر از سر نو منادی کر دی
زبینی کے آدمیوں نے ان کو سرحد دمشق سے نکال کر مخفی آدھی آدھی اشرفی ان کو دی
کہ تم اور شہر میں جا کے اس کا کچھ مول لے کر کھانا دونوں نے اسے لے کر ایک ایک
جھولی کھانا دانہ رکھنے کے لیے مانند فقیروں کے اپنے اپنے گلے میں لٹکائی اور ایک
گانوں میں پہنچیں وہاں کسانوں کی عورتیں انہیں دیکھ کر چاروں طرف
سے جمع ہو گئیں اور ان سے پوچھنے لگیں تم نے کس قصور پر ایسی سخت سزا پائی

وہ رونے لگیں گاؤں کی عورتیں اور زیادہ تر مشتاق ہوئیں کہ ان کے حال کو دریافت کریں
غانم کی ماں نے اپنی مصیبت کا سب حال ان سے ظاہر کیا عورتوں کو ان کے حال پر رحم
آیا ان کو کھانا کھلایا اور ان کے کمل اتار کر کپڑے پہنائے دونوں ان کو دعائے خیر دے کے
حلب کی طرف روانہ ہوئیں دن کو چلتیں اور رات کو مسجدوں میں پڑ رہتیں اور اگر مسجد نہ
پاتیں سراؤں میں رہ جاتیں اور لنگر خانوں میں مانگتی کھاتی جاتیں کئی دن کے بعد حلب
میں پہونچیں اور وہاں سے براہ راست موصل میں آئیں اور وہاں سے بغداد میں گئیں جہاں
جس کسی سے ملتیں غانم کو پوچھتیں۔ اب ہم یہاں سے سرگذشت فتنہ کی بیان کرتے ہیں
فتنہ اس قید خانہ تنگ و تاریک میں رات دن غانم کو یاد کر کے رویا کرتی اکثر اوقات
رات کو خلیفہ صحن میں محل کے قید خانے سے نزدیک ٹہلا کرتا اور تدبیر ملکی اور مالی
سوچتا اتفاقاً ایک رات وہ وہاں ٹہلتا تھا ناگاہ ایک آواز دردناک اس کے کان
میں پہونچی اس نے آواز فتنہ کی پہچانی کہ نہایت سوز و گداز سے کہہ رہی ہے اے بے
نصیب غانم تو کہاں ہے اور تجھ پر کیا گذرتی ہے کیوں تو نے مجھے مرنے سے بچایا
جس کے بدلے تو اس مصیبت میں پڑا افسوس عوض نیکی کے تجھے برائی ملی دولت تیری
یوں برباد گئی اور معلوم نہیں کہ تو جیتا ہے یا مر گیا اے خلیفہ ظالم تو نے بے قصور غانم
پر ایسا ظلم کیا تو خوف خدا سے بھی نہیں ڈرتا قیامت کے دن خدا کے سامنے کیا جواب
دیگا فتنہ جب ان باتوں کو کہہ چکی آہ کھینچ کے رونے لگی خلیفہ یہ باتیں سن کر نہایت
نادم ہوا اور خدا کے خوف سے ڈرا اور دل میں کہنے لگا کہ جو فتنہ نے کہا سچ ہے بڑا
غضب ہے کہ میں نے بے خطا دونوں پر اس قدر عتاب کیا اور غانم کی ماں بہن پر اتنا
عذاب روا رکھا عدالت سے بہت بعید ہے پھر مسرور خواجہ سرا کو بلا کر کہا جلد فتنہ کو قید
خانے سے نکال کے میرے حضور میں لا خواجہ سرا فتنہ سے کمال محبت رکھتا تھا نہایت
خوشی سے زندان گیا اور فتنہ سے کہا بی بی تمہیں خلیفہ نے یاد فرمایا ہے غرض مسرور اس
کو خلیفہ کے روبرو لے گیا فتنہ خلیفہ کے قدموں پر سر رکھ کے رونے لگی بادشاہ
نے اس سے پوچھا کہ کیونکر تو نے مجھے ظالم قرار دیا تو خوب جانتی ہے کہ میں

عدالت دوست ہوں فتنہ کو معلوم ہو گیا کہ خلیفہ نے میری باتیں سنیں اس وقت فتنہ نے کہا
خداوند غانم بیٹا ایوب تاجر دمشق کا ہے اور مطلق بے قصور ہے اس نے میری جان بچائی
مجھے اپنے گھر میں پناہ دی اور اس نے بجز پاک محبت کے میرے ساتھ کوئی معاملہ نہیں
کیا بلکہ میرا حال سن کر اس نے یہ کہا بی بی جو چیز آقا کی ہے غلاموں پر وہ حرام ہے خلیفہ
نے فتنہ کو اپنے پاس بٹھا کے کہا اپنا حال مفصل ظاہر کر فتنہ نے اپنا حال تمام و کمال
گزارش کیا خلیفہ نے سن کر کہا مجھے یقین ہوا مگر تعجب ہے تو نے اب تک اپنی خبر نہ کی اور
اب تو نے اپنا حال لکھ کر مجھے آگاہ کیا اور یہاں مجھے آئے ہوئے ایک مہینہ ہوا فتنہ
نے کہا خداوند ایک مہینہ گذرا کہ غانم اپنا سب اسباب گھر کا مجھے سپرد کر کے دمشق کو تجارت
کے لئے گیا تھا میں نے حضور کے آنے کا جس دن مژدہ سنا فوراً اپنا حال لکھ کر معرفت نورالنہار
کے حضور میں اطلاع کی خلیفہ نے کہا سچ ہے میں نے بڑا ظلم کیا مگر اب میں چاہتا ہوں کہ
غانم کے ساتھ سلوک کروں جو تو تجویز کرے وہ عنایت اس کے ساتھ کی جائے فتنہ یہ باتیں
سنکر خلیفہ کے قدموں پر گری اور عرض کیا حضرت کے قلمرو میں منادی ہو کہ میں نے غانم کا قصور
معاف کیا وہ آکر حاضر ہو خلیفہ نے کہا بہتر میں ابھی منادی کا حکم دیتا ہوں اور جو مال
و دولت اس کی اور اس کے اقرباؤں کی برباد ہوئی ہے دوچند اس کو دے کر تیری شادی
اس کے ساتھ کر دوں گا فتنہ نہایت خوش ہوئی اور غانم کے اسباب کو جا کر دیکھا کہ بجنسہ
صندوقوں میں رکھا ہے اس اسباب کو اپنی تحویل میں رکھا پھر دوسرے دن خلیفہ نے سب
شہروں میں منادی کرا دی کہ میں نے قصور غانم تاجر دمشق کا بخشا لیکن منادی سے کچھ
فائدہ نہ ہوا نہ تو وہ حاضر ہوا نہ کسی نے اس کی خبر پہونچائی فتنہ خلیفہ سے اجازت لے
کر آپ غانم کی تلاش کرنے لگی ایک توڑا ہزار اشرفی کا لے کر سوار ہوئی اور دو حبشی خواجہ
سراؤں کو اپنے ہمراہ لے مسجدوں میں جا کر صلحائے اہل اسلام کو وہ اشرفیاں خیرات کیں اور
ان سے طالب دعا کی ہوئی تمام دن اسی طرح مسجدوں میں جا کر خیرات کی شام کو
اپنے محل میں آئی دوسرے دن بھی اسی طرح عمل میں لائی یہاں تک کہ ایک
دن گذر اس کا جوہریوں میں ہوا وہاں پر ٹھہر کے ایک دلال کو اپنے پاس

بلوایا کہ اس سے اپنے مطلب کو پہونچے وہ دلال نہایت غریب پرور مسافر دوست تھا پردیسیوں اور بیماروں کی تیمارداری اور خدمت میں مصروف رہا کرتا اسی سبب سے بغداد میں مشہور تھا دور سے محتاج اسے ڈھونڈھتے آتے امیر اور رئیس خیرات کے واسطے نقد و اسباب اس کے پاس بھیجدیا کرتے وہ دلال نہایت دیانت سے اس زر کو موقع پر تقسیم کیا کرتا۔ قتنہ نے بھی تھیلی اشرفیوں کی اسی دلال کو دے کر کہا تم اس زر کو مصیبت زدوں اور بیماروں کو بانٹ دینا دلال نے اس کے لباس فاخرہ سے دریافت کیا کہ یہ کوئی بی بی بادشاہ کے محل کی ہے آداب بجا لایا اور کہا بی بی جو تم نے فرمایا میں اس کو بسر و چشم بجا لاؤں گا لیکن اگر آپ اپنے ہاتھ سے تقسیم کریں تو بہت مناسب ہے اگر میرے بندہ خانے میں قدم رنجہ فرمائیے تو وہاں پر دو بیبیاں واجب الرحم ہیں کل وہ اس شہر میں داخل ہوئی ہیں میں نے ان کو نہایت پریشان حال دیکھ کر بہت ترس کھایا اور ان کو اپنے گھر لاکر اپنی بی بی کو سونپا کہ ان کی خبر اچھی طرح سے لینا میری بی بی نے بہر نوع ان کی خاطر داری قرار واقعی کی لیکن اب تک ان سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو قتنہ یہ حال سن کر جلد دلال کے گھر پہونچی دلال کے غلام نے جو قتنہ کے ہمراہ تھا دلال کی بی بی کو قتنہ کے آنے سے خبر کی دلال کی بی بی دوڑ کر اس کی قدمبوسی کو جھکی قتنہ نے اس کا سر اٹھا کر کہا بی بی میں تیرے گھر واسطے دریافت حال ان دونوں بیبیوں کے جو کل تیرے گھر میں آئی ہیں آئی ہوں دلال کی بی بی نے کہا وہ دونوں اپنے بچھونوں کی خدمت گزاری کے لئے آئی ہوں غانم کی ماں نے کہا بی بی تمہیں خدا جزائے خیر دے ہم تو ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں کہ خدا دشمن کو بھی اس میں مبتلا نہ کرے یہ کہہ کے وہ رونے لگی اس کے رونے سے قتنہ اور دلال کی بی بی بھی روئیں پھر قتنہ نے غانم کی ماں سے کہا بی بی تم کون ہو اور کیا مصیبت تم پر پڑی غانم کی ماں نے کہا بی بی ایک معشوقہ خلیفہ کی قتنہ ہے وہ سبب ہماری پریشانی کی ہوئی قتنہ یہ سن کر دم بخود ہو گئی پھر غانم کی ماں نے کہا بی بی میں بیوہ زوجہ ابوایوب سوداگر دمشق کی ہوں میرا ایک بیٹا غانم اپنے کاروبار کے لئے بغداد کو گیا تھا وہاں وہ قتنہ سے متہم ہوا اور خلیفہ نے اس کے

قتل کرنیکا حکم کیا جب اس کو نہ پایا خلیفہ نے بادشاہ دمشق کو لکھا کہ ہمارے گھر کو لٹوا کر اور کھدوا کے میدان کر دے مجھے اور میری بیٹی کو تین دن تک کوڑے مارے اور تشہیر کر کے شہر بدر کرے چنانچہ وہاں کے حاکم نے ہماری دولت کو لٹوا اور گھر کو کھدوا کر اس طرح ہمیں سزا دی اور ملک بصری سے نکال دیا اور ہم اس سب مصیبت میں کہ ہم پر گذری راضی و شاکر ہیں اگر غانم زندہ ہے جس گھڑی ہم اس کی صورت دیکھیں تو اس ذلت اور نقصان کو بھول جائیں اور جو بیٹی پر اور ہم پر ظلم خلیفہ نے کیا ہے بخوشی اسے عفو کریں اس وقت فتنہ بولی کہ بی بی غانم بے گناہ ہے اور میں وہی فتنہ ہوں جس کی تم نے شکایت کی اور جس قدر میری بد بختی سے تم پر آفت پہونچی اور مال و عزت میں فرق آیا اگر خدا چاہتا ہے تو میرے سبب سے ہزار حصہ عوض تمہارے نقصان کا تمہیں ملے گا اب میرے کہنے سے غانم کی تقصیر خلیفہ نے معاف کی اور اس لئے اپنے ملک میں منادی کرادی ہے کہ میں نے غانم کا قصور معاف کیا وہ میرے حضور میں حاضر ہو اب تم خاطر جمع رکھو کہ خلیفہ تمہیں اور غانم کو اپنا دشمن نہیں جانتا بلکہ وہ منتظر اس کے آنے کا ہے کہ عوض میری اس خدمت کا جو اس نے کی ہے اسے انعام و اکرام دے گے اس کی شادی میرے ساتھ کر دے گا۔ اب تم مجھ کو مثل اپنی بیٹی کے جانو غانم کی ماں یہ سن کر نہایت خوش اور مطمئن ہوئی پھر فتنہ غانم کی ماں کے گلے دیر تک لگی رہی پھر اس کو لے کر الکذب کے پاس گئی اور اسے بھی گلے لگا کر تشفی کی اور ان دونوں سے کہا تم خاطر جمع رکھو تمہارا سب مال غارت شدہ میرے پاس با احتیاط تمام رکھا ہے اگر خدا چاہتا ہے تو غانم بھی جلد آ کر تم سب سے ملتا ہے یہ باتیں کر رہی تھی کہ وہ دلال اپنے گھر میں آیا اور فتنہ سے کہا بی بی اس وقت ایک ساربان ایک جوان بیمار کو اونٹ پر بٹھائے اور چاروں طرف اس کو رسیوں سے باندھے ہوئے دار الشفا میں لایا میں نے اور ساربان نے رسیاں کھول کر اس کو اونٹ سے اتارا اور جہاں سب بیمار ہیں وہاں لیجا کر رکھا ہر چند میں نے اس کا حال اور اس کے خاندان کا پوچھا اس نے سوائے رونے کے اور کچھ نہ کہا میں اس کو نہایت ناتوان اور شکستہ حال پاکر وہاں سے اپنے گھر لے آیا ہوں اور ایک مکان میں اس کو رکھ کر

کھانا پیمبری میں نے منگوایا ہے اور ایک جوڑا کپڑے کا اس کے لیئے نکلوایا ہے فتنہ متحیر ہوکر بولی مجھے وہاں لے چلو کہ میں بھی اس بیمار کو دیکھوں دلال فتنہ کو جہاں وہ بیمار تھا لے گیا غانم کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہا یہ جگہ کیا اچھی ہے کہ دور دور کے بیمار یہاں آتے ہیں کاش یہ بیمار تمہارا بھائی غانم ہو غرض فتنہ نے وہاں جا کے اس بیمار کو دیکھا کہ آنکھیں بند ہیں اور رنگ زرد اور بیماری سے بد شکل ہو رہا ہے اور زار زار رو رہا ہے فتنہ اس کو دیکھتے ہی خود بخود مضطرب ہونے لگی پھر جب بغور دیکھا پہچانا کہ غانم ہے رو کر پوچھنے لگی اے غانم تیرا کیا حال ہو گیا غانم بولا کہ کیا تم بی بی فتنہ ہو اتنا کہہ کر مارے خوشی کے بیہوش ہو گیا فتنہ اور دلال نے اس پہ گلاب چھڑکا اور شربت پلایا وہ ہوش میں آیا دلال نے فتنہ سے کہا بی بی تم اب یہاں سے چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ فرط خوشی سے اس کو شادی مرگ ہو جائے غانم نے جب فتنہ کو نہ دیکھا اور نہ اس کی آواز سنی چاروں طرف دیکھ کے بولا اے نازنین فتنہ تم کدھر ہو میرے سامنے نہیں آتیں دلال نے کہا تم غانم ہو تمہارے لیئے خلیفہ نے منادی کی ہے کہ میں نے اس کا قصور معاف کیا تم خاطر جمع رکھو اور باقی حال فتنہ سے سنو گے اور بس اب تمہاری صحت منظور ہے پھر وہ غانم کو وہیں چھوڑ کر اس کی دوا لانے کے لیئے گیا فتنہ وہاں سے اٹھ کر اس مکان میں جہاں اس کی بہن اور اس کی ماں تھی گئی اور سب حال ان سے کہا غانم کی ماں کو غانم کے آنے کا یقین ہوا اور کمال خوشی سے بیہوش ہو گئی اور دلال کی بی بی کی تدبیر سے وہ اپنے ہوش میں آئی اور قصد جانے کا نزدیک غانم کے کیا دلال نے منع کیا اور کہا کہ وہ بہت ضعیف ہو رہا ہے تمہارے جانے سے اسے رنج ہوگا ایسا نہ ہو کہ اس الم کا تحمل نہ کر سکے اور حال اس کا غیر ہو جائے اس کی ماں نے جانے میں تامل کیا فتنہ نے اس سے کہا اگر مرضی خدا کی ہو گی ہم تم سا تھ ہی اس کے پاس جا ملیں گے اب میں جاتی ہوں اور خلیفہ سے یہ سب حقیقت کہتی ہوں پھر فتنہ نے جا کے خلیفہ سے خلوت میں ملاقات کی اور سب حال غانم اور اس کی ماں بہن کے آنے کا

کہا بادشاہ نے متعجب ہو کے پوچھا تو نے کس طرح جلد ان تینوں شخصوں کو ڈھونڈھ نکالا
اس نے احوال ملاقات دلالہ اور اس کے ضمن میں حسن و جمال غانم کی ماں بہن کا خلیفہ
سے بیان کیا چنانچہ وہ اس کے دیکھنے کا مشتاق ہوا اور اپنے دل میں عہد کیا کہ جیسے میں
نے غانم اور اس کے اقربا پر ظلم کیا اور سب خلق میں ان کی فضیحتی ہوئی ویسے ہی اس کو اور
اس کے عزیزوں کو روبرو سب خلق کے سرفراز کروں گا اور عوض نقصان مال کے ان کو
اس قدر دولت دوں گا کہ مالا مال ہو جائیں گے پھر خلیفہ نے فتنہ سے کہا تو خاطر جمع
رکھ میں تیری غانم کر دوں گا اور آج سے تو آزاد ہے اب تو جا اور اس جوان
سوداگر کو اس کی ماں بہن سمیت جلد میرے پاس لے آ دوسرے دن فتنہ دلالہ کے گھر
گئی اور غانم کا حال پوچھا اس نے کہا اب وہ فضل الہی سے تندرست ہے اب اپنی
ماں بہن اور تمہاری ملاقات کا مشتاق ہے فتنہ پہلے آپ تنہا غانم کے پاس گئی اور
ان دونوں بیبیوں کو باہر ٹھہرایا اور کہا ہم ابھی تم کو بلوائیں گے جب فتنہ اور دلالہ
اس کے روبرو گئے غانم نے فتنہ کو دیکھ کے کہا کہ اے بی بی تم کیونکہ میرے دیکھنے کو
بادشاہ کے محل سے آسکیں فتنہ نے کہا اجازت سے خلیفہ کی اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ
میری شادی تیرے ساتھ کر دے گا غانم بیحد خوش ہوا اور متعجب ہو کے کہا سچ کہتی ہو فتنہ
نے کہا ہاں اس کو میرے اظہار سے تمہاری بے جرمی ثابت ہوئی چاہتا ہے کہ تمہارے اور
تمہارے اقربا کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ تمہاری عزت اور توقیر سب خلق میں ہو پھر
غانم نے چاہا کہ حال دریافت کرے کہ خلیفہ نے کیا بدسلوکی اس کی ماں بہن کے ساتھ
کی فتنہ نے مفصل اس کو بیان کیا وہ سنکر بہت رویا فتنہ نے کہا اب کچھ غم نہ کرو جو
ہونا تھا ہو گیا اب تمہاری ماں بہن دونوں اسی گھر میں ہیں فتنہ نے دونوں کو پکارا
وہ دونوں آکے غانم کے گلے لگ بہت روئیں اور غانم بھی رویا دلالہ نے ان کو رونے
سے باز رکھا پھر غانم و فتنہ اور ماں بہن اس کی کہ ہر ایک عذاب شدید میں مبتلا تھے
خدا نے بخیر و خوبی ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ملوایا پھر غانم نے اپنا
حال ابتدا سے انتہا تک بیان کیا اور کہا میں بسبب خوف خلیفہ کے بغداد

سے بھاگ کر ایک گاؤں میں جا کے چھپا اور وہاں سخت بیمار ہوا ایک کسان نے کہ رحم دل اور مخیر تھا میری خبرگیری اور دوا وغیرہ کی مگر جب وہ میری زندگی سے مایوس ہوا ایک اونٹ کرایہ کر کے ساربان سے کہا اس جوان بیمار کو تو دارالشفائے بغداد میں پہونچا دے چنانچہ کل اس نے مجھے یہاں پہونچایا پھر فتنہ نے اپنے قید ہونے کا حال اس زندان تنگ و تار میں اور اذیت اٹھانے کا اور خلیفہ کے عفو کرنے کا بہ تفصیل بیان کیا جب وہ سب اپنا حال ایک دوسرے سے کہہ چکے تب فتنہ نے کہا اب ہم سب مل کے خدا کا شکر بجا لائیں کہ ہمارے حال پر فضل و کرم کیا کہ باہم ملاقات میسر آئی جب غانم کو صحت کلی حاصل ہوئی فتنہ نے چاہا کہ اس کو اور اس کی ماں بہن کو خلیفہ کے حضور میں لیجا کر حاضر کرے پھر وہ سوچی کہ ان سب کے پاس ایسا لباس نہیں جسے پہن کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں آخر ایک ہزار اشرفی دلال کو دے کر کہا تم اچھا لباس الکلنب اور اس کی ماں کے لئے خرید کر کے جلد سلوا دو دلال کہ نہایت چالاک تھا اس نے بہت اچھے تھان ریشمی زربفت مشجر کے خرید کر کے تین دن میں بھاری جوڑے ان دونوں بیبیوں کے لئے تیار کرائے پھر ایک دن واسطے ملاقات بادشاہ کے مقرر کیا اس دن وہ تینوں شخص لباس فاخرہ پہن آمادہ بیٹھے جعفر وزیر بموجب حکم خلیفہ کے بہت افسر فوج لے کر اس دلال کے گھر غانم کو لینے گیا اور بعد معانقہ کرنے اور پوچھنے خیر و عافیت کے غانم سے کہا میں تم کو لینے آیا ہوں کہ تمہاری سواری کے ساتھ ہو کر تمہیں خلیفہ کے حضور میں لے جاؤں غانم ایک بہت اچھے گھوڑے پر کہ ساز اس کا مرصع تھا سوار ہوا اور فتنہ غانم کی ماں اور بہن کو دو اونٹوں پر سوار کرا کر آپ اپنے شتر پر سوار ہو مخفی راہ سے محل بادشاہی میں لے گئی اور وزیر نے غانم کو شارع عام سے لے جا کر بادشاہ کے حضور میں حاضر کیا خلیفہ اس وقت اپنے تخت پر بیٹھا تھا اور گرد اس کے وزرا اور امرا اجا بجا کے حاضر تھے جب غانم روبرو خلیفہ کے گیا سر اپنا واسطے زمین بوسی کے آگے تخت خلیفہ کے رکھا پھر خلیفہ

کی مدح میں اشعار جعفر ادکرنی البدیہہ کہے تھے پڑھے اس کی فصاحت و بلاغت سن کر حاضرین دولت نے تعریف کی خلیفہ نے کہا ہم تمہیں دیکھ کر کمال مسرور ہوئے اور زیادہ تر خوش ہوں گے جب تم سے حال اپنی معشوقہ کے بچانے کا سنیں گے غانم نے سب حال خلیفہ کے حضور میں بیان کیا خلیفہ بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ ایک خلعت بھاری اسے دو فوراً وزیر نے خلعت فاخرہ اسے دیا غانم خلعت پہن کے آداب بجالایا اور کہا خداوند غلام اب چاہتا ہے کہ تمام عمر حضور کے قدموں سے لگا رہے خلیفہ تخت سے اتر اپنے کمرے کی طرف آیا وزیر سے کہا غانم کو اپنے ساتھ میرے پاس لے آ جب خلیفہ اپنے خلوتخانہ میں گیا فتنہ کو بلوا بھیجا اور کہا کہ غانم کی ماں اور بہن کو لیتی آ فتنہ دونوں ماں بیٹیوں کو خلیفہ کے حضور میں لے گئی اور وہ دونوں خلیفہ کی زمین بوس ہوئیں خلیفہ الکلب کو دیکھتے ہی عاشق زار ہو گیا اور کہا جیسا میں نے بے قصور ذلیل کیا تھا ویسا ہی میں اب اپنے عقد سے تجھے سرفراز کرتا ہوں اور زبیدہ کو کہ تمہارے خراب کرنے کا سبب ہے سزا دیتا ہوں تا وہ رنگ میں تیرے رہے پھر غانم کی ماں سے کہا بی بی ابھی تم جوان ہو میرے وزیر اعظم جعفر سے اپنی شادی کر لو اور غانم سے کہا تم کو اپنی شادی کرنا فتنہ سے لازم ہے پھر خلیفہ نے قاضی اور گواہوں کو بلوا کے یہ تینوں عقد بندھوائے اور تینوں قبالے نکاح کے تیار کرا کے اس پر گواہیاں لکھوائیں اور الکلب کو اپنی بیبیوں میں داخل کیا پھر خلیفہ نے حکم کیا کہ یہ سب حال بطور تاریخ لکھ کر ہمارے خزانے میں داخل کیا جائے اور نقلیں اس کی تمام ملک میں بھیجی جائیں جب شہرزاد نے قصہ غانم کو تمام کیا شہریار نے سن کر کہا یہ داستان کیا عجیب و غریب تھی شہرزاد نے کہا اگر آپ قصہ شہزادہ زین الصنم اور بادشاہ جن کا سنیں گے نہایت خوش ہوں گے شہریار نے اجازت دی شہرزاد نے اس قصے کو اس طرح شروع کیا۔

اگلے زمانہ میں ملک بانسرا کا ایک بادشاہ تھا رعیت پرور خلق دوست اور خزانے بہت رکھتا تھا مگر بسبب بے اولادی کے ہمیشہ غمگین رہتا

رہا یا اس کی ہمیشہ اس کے لئے دعا مانگتی کہ اس بادشاہ کے فرزند ہو آخر حق تعالیٰ نے ایک بیٹا اس کو دیا اس نے اس کا نام زین الصنم رکھا پھر بادشاہ نے اپنے ملک کے سب نجومیوں سے کہا تم اس مولود کا جنم پترا بناؤ اور اس سے حال آئندہ شاہزادے کا دیکھو سب نے اس کا زائچہ دیکھ کر بالاتفاق کہا کہ اس شہزادے کی بڑی عمر ہوگی اور بہت صاحب جرأت ہوگا مگر اس کو خطرات ہولناک در پیش ہوں گے بادشاہ نے کہا کچھ اندیشہ نہیں کہ میرا بیٹا صاحب ہمت ہوگا اور بادشاہوں کو مصائب اور خطرات سے گریز نہیں پھر بادشاہ نے نجومیوں کو انعام دے کر رخصت کیا جب وہ شہزادہ قابل تعلیم کے ہوا ہر قسم کے استاد اس کے لئے مقرر کئے گئے تھوڑے عرصہ میں ہر ایک علم و فن سے واقف ہوا اتفاقاً باپ اس کا بیمار ہو کر قریب مرگ ہوا شہزادہ زین الصنم کو بلا کر یہ نصیحت کی کہ ہرگز تو باتیں خوشامد گویوں کی نہ سنیو اور داد و دہش میں خلق کے افراط نہ کیجیو بلکہ انعام و اکرام و سزا و تنبیہ میں ان کے برابر عمل کیجیو اور ہر طرح اپنا نیک و بد سمجھتے رہنا غرض جب بادشاہ نے قضا کی شہزادہ سات دن تک باپ کے ماتم میں بیٹھا آٹھویں دن تخت پر بیٹھ کے خزانہ بادشاہی کھولا اور اسراف کرنا شروع کیا اور عیاشی میں امور سلطنت سے بالکل غافل ہو گیا اور صحبت میں بے شعوروں کی مشغول رہنے لگا تھوڑی مدت میں سارا خزانہ باپ کا برباد کر دیا اس کی ماں کہ نہایت ہوشیار تھی اکثر سمجھاتی مگر وہ ایسا محو عشرت تھا کہ نصیحت ماں کی نہ سنتا یہاں تک کہ ضعف بے بندوبستی اور اس کی غفلت کا تمام شہر میں چرچا ہونے لگا اور ضعف امور سلطنت میں شروع ہوا چنانچہ ڈور ڈور حال غفلت اس بادشاہ کا پہونچا رفتہ رفتہ خزانے خالی ہو گئے اور فوج برخاست ہو گئی چاروں طرف سے فتنہ برپا ہوا اس وقت شہزادہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر متوجہ راہ راست کا ہوا سب مصاحبوں جوان اور ہمنشینوں نادان کو نکال کر ان کی جگہ بڈھوں ہوشیار اور جہاندیدہ تجربہ کار کو اپنا جلیس و انیس فرمایا انہوں نے بنصائح دلپذیر اسے آگاہ کیا پھر وہ ابتری امور مملکت پر مطلع ہو کے نادم ہوا اور جانا کہ میں نے خزانوں کو

بجا صرف کیا دن رات اسی اندیشہ میں رہا کرتا تھا چنانچہ ایک رات اس نے خواب
میں دیکھا کہ ایک پیر مرد نے اس کو شگفتہ روئی سے کہا اے زین تو جان کہ دنیا میں کوئی
ایسا غم نہیں کہ بعد اس کے خوشی نہ ہو اور کوئی مصیبت نہیں کہ بعد اس کے راحت نہ ہو
اگر تو چاہتا ہے کہ اس رنج سے نجات پائے تو شہر کیرو کو کہ دار السلطنت مصر کا ہے
جا وہاں کے جانے سے تیری سب کلفتیں دور ہوں گی جب بادشاہ جاگا اس نے وہ خواب
اپنی ماں سے کہا ماں نے جواب دیا کہ بیٹا صرف باعتماد خواب کے اتنے بڑے سفر دور
دراز کو اختیار نہ کر زین الصنم نے کہا اماں جان تم کیا فرماتی ہو سب خواب خیالی نہیں
بلکہ اکثر راست ہوتے ہیں اور وہ مرد پیر ایسا نہیں تھا کہ جس کا کلام جھوٹا سمجھا جائے
کیونکہ وہ نہایت متبرک تھا بہر تقدیر مجھے اس کے کہنے پر یقین واثق ہے اور میں مقرر کیرو
جا کے اپنی قسمت آزماؤں گا ماں نے اس کی چاہا کہ زین کو اس ارادے سے باز رکھے
مگر کچھ سمجھانا اس کا مفید نہ پڑا آخر زین نے سلطنت اپنی ماں کو سونپ کر تنہا راہ کیرو
کی لی بعد اٹھانے اذیت کے اس شہر میں کہ نہایت وسیع اور خوش وضع تھا پہونچا
اور ایک مسجد کے دروازے پر سو رہا پھر اس نے خواب میں اسی پیر مرد کو دیکھا کہ
کہتا ہے کہ اے میرے فرزند میں نہایت خوش ہوا کہ تو میرے کہنے پر اعتماد کر کے اس
شہر میں آیا میں نے فقط تیرے امتحان کے لئے یہاں آنے کو کہا تھا میں نے تجھے نہایت
ثابت قدم پایا تو بسبب عالی ہمتی کے بہت بڑا بادشاہ ہوگا اب تو یہاں سے اپنے شہر کو
جا تو وہیں اتنی دولت پائے گا کہ کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی زین الصنم نے
خواب سے بیدار ہو کے اپنے دل میں کہا اس پیر مرد نے مجھے ناحق کیرو میں آنے کو کہا
اگر بالسرے میں میرا مطلب حاصل تھا تو کیوں تکلیف مصر کے آنے کی مجھے دی اور خوب
ہوا کہ میں نے سوائے اپنی ماں کے اس راز کو اور کسی سے نہیں کہا اور نہ آج میری اس
بیوقوفی پر سب ہنستے پھر اس نے کیرو سے راہ بالسرے کی لی جب وہاں خیریت سے پہونچا
تو ماں نے پوچھا کہ سبب جلد پھر آنے کا کیا ہے اس نے حال دوسرے خواب
کا اس سے کہا ملکہ نے کہا اے فرزند تو اب اس سے زیادہ فکر اپنے کام میں

نہ کر اگر تیری قسمت میں دولت ہے تو تجھے گھر بیٹھے ملے گی مگر جب تیرے حال پر خدا فضل کرے
تو آگے کی طرح بیہودہ عیاشی میں صرف نہ کرنا زین نے اپنی ماں سے اقرار کیا کہ آئندہ
کو بموجب تمہارے فرمانے کے عمل کروں گا پھر اسی دن رات کو پھر اس پیر مرد کو خواب میں
تیسری بار دیکھا کہ کہتا ہے اے زین اب وقت پہونچا ہے کہ تم کو دولت بہت ہاتھ لگے
کل تم اپنے باپ کے خلوت خانے میں جا کے اسے کھودو تمہیں وہاں ایک بڑا خزانہ ملے گا۔
زین نے بیدار ہو کے اپنی ماں سے اس تیسرے خواب کو بیان کیا اس کی ماں نے مسکرا کے
کہا کہ وہ بڈھا عجیب شخص ہے کہ ابلہ فریبی کی راہ سے پھر اب ایک تیسری بات تجھ سے
کہہ گیا کہ جس کی اصل نہیں زین نے کہا مجھے باور پڑتا ہے کہ یہ تیسرا خواب سچا ہوگا میں
چاہتا ہوں کہ امتحان کروں ماں نے سمجھایا کہ اپنے تئیں اتنی محنت میں نہ ڈال۔
زین الصنم نے اس وقت چپ ہو ماں کی بے اطلاع خلوت خانے میں جا کے کھودنا شروع
کیا یہاں تک کہ قریب ایک گز کے کھودا جب اثر خزانے کا کچھ نہ پایا تھک کے بیٹھ
گیا اور پھر کھودنے لگا یکایک ایک پٹیان سفید سنگ مرمر کی اسے نظر پڑی اس نے
اس پتھر کو وہاں سے سرکایا نیچے اس کے ایک دروازہ نمودار ہوا زین الصنم نے اس
کو توڑ دروازہ کھولا برابر اس کے ایک زینہ سفید سنگ مرمر کا بنا ہوا لگا تھا پھر
وہ شمع کی روشنی میں زینے کی راہ سے نیچے کو اترا اور ایک دالان وسیع میں کہ اس کی دیواریں
چینی اور زمین اور چھت بلور کی بنی ہوئی تھی گیا وہاں دیکھا کہ چار سیپ کی
تپائیاں بچھی ہیں اور ہر ایک تپائی پر دس دس خم سنگ سماق کے بڑے بڑے برابر
رکھے ہیں زین الصنم سمجھا کہ ان خموں میں شراب نفیس ہوگی پھر اس نے نزدیک ایک
خم کے جا کر سرپوش اٹھایا اس کو بھرا ہوا اشرفیوں سے پایا نہایت خوش ہوا پھر
سب خموں کو سرپوش اٹھا کر دیکھا کہ سب اشرفیوں سے بھرے ہوئے ہیں اس
نے ایک مٹھی اشرفیوں سے بھر کے اپنی ماں کو جا کر دکھلائیں ملکہ نہایت متعجب اور
خوش ہوئی اور زین الصنم سے کہا کہ اے فرزند خدا نے تجھ پر نہایت عنایت
کی اب تو اس خزانے کو کہ داد الٰہی ہے ضائع نہ کیجیو زین الصنم نے کہا

آپ خاطر جمع رکھیں بموجب آپ کے فرمانے کے عمل کروں گا پھر ملکہ نے کہا مجھے بھی وہاں لیجا کے اس خزانے کو دکھلا زین الصنم ماں کو زینے سے اتار نیچے لے گیا۔
ملکہ نے اس کمرے میں جا کر بچشم خود ان سب خموں کو اشرفیوں سے بھرا دیکھا پھر ملکہ کی نظر ایک چھوٹے خم پر پڑی کہ وہ بھی سنگ سماق کا تھا اور گوشے میں اس دالان کے رکھا ہوا تھا شہزادے سے کہ ہنوز اس نے اس کو نہ دیکھا تھا پوچھا اس میں کیا ہے شہزادے نے اس کو کھولا اس میں ایک کنجی طلائی دیکھی ملکہ نے کہا اے فرزند یہ کنجی مقرر کسی دوسرے خزانے کی ہے پھر وہ چاروں طرف دالان کے تلاش کرنے لگے بعد بہت جستجو کے انہوں نے آخر میں دالان کے تختہ بندی کا ایک دروازہ مقفل پایا شہزادے نے اس کنجی سے قفل کھولا ایک مکان وسیع مربع اور ان کو نظر پڑا اس کے وسط میں نو عدد پلیائے طلائی تھے آٹھ پلیاؤں پر ایک ایک تصویر انسان کی ایک ایک ٹکڑے الماس سے تراشی ہوئی رکھی تھی کہ جن کی چمک سے وہ سارا مکان روشن تھا زین الصنم ان تصویروں کو دیکھ کر متحیر ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا خداوندا ایسی تصویریں میرے باپ کو کہاں سے میسر ہوئیں مگر نواں پلیا یہ خالی تھا صرف اس پر اطلس سفید سے منڈھا ہوا تھا اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی اے میرے پیارے فرزند یہ آٹھ تصویریں اگرچہ نایاب اور بڑی استادی اور مشکل سے بنی ہیں مگر نویں تصویر ان آٹھوں سے نہایت ہی خوبصورت اور ہزاروں درجے ان سے قیمت اور چمک دمک میں زیادہ ہے اگر تو چاہے کہ وہ بھی تیرے ہاتھ لگے تو کیرہ مصر میں جا وہاں ایک میرا بڈھا غلام مبارک نام رہتا ہے اور وہ بہت مشہور ہے جو کسی سے تو اسے پوچھے گا وہ تجھ کو اس کا گھر بتا دے گا۔
تو اس کے پاس جا کر اپنا حال کہنا وہ تجھ کو میرا بیٹا جان کر ایسی جگہ لے جائے گا کہ جہاں سے وہ نویں تصویر پیرے کی اس کے سبب سے تجھے آسانی سے ملے گی زین الصنم نے اس حال کو پڑھ کے ملکہ سے کہا اس نویں تصویر عجیب وغریب کا مجھے بڑا اشتیاق ہے اب میں کیرہ کو جاتا ہوں یقین ہے کہ تم مجھے اس سفر سے باز نہ رکھو گی ملکہ نے کہا شوق سے جاؤ خدا تم کو باخیر و مراد واپس لائے زین الصنم کئی غلام اپنے

ساتھ لے کر شہر کیر کو روانہ ہوا تھوڑے دنوں میں بخیر و خوبی وہاں پہونچا اور بعد استفسار معلوم کیا کہ مبارک ایک امیر دون مصر سے ہے اور مانند بڑے آدمیوں کے رہتا ہے زین الصنم نے اس کے گھر پہونچ کر دروازے پر دستک دی اور غلام نے آکر دروازہ کھولا اور زین الصنم سے نام اور کام پوچھا پھر زین الصنم کو اندر مکان کے لے گیا زین الصنم نے اندر جا کے ایک مکان عالیشان سجا ہوا دیکھا کہ اس کے ایک کمرے میں مبارک بیٹھا ہے زین الصنم کو دیکھتے ہی مبارک نے اٹھ کر صاحب سلامت کی اور خیر و عافیت پوچھی اور کہا کہ آپ نے غریب خانے کو سرفراز کیا شہزادے نے بعد سلام علیک کے کہا کہ مجھے تم نے پہچانا نہیں میرا نام زین الصنم ہے اور میں بیٹا بادشاہ مرحوم بالسرا کا ہوں مبارک نے کہا مجھ کو اس بادشاہ نے خرید کیا تھا مگر مجھے معلوم نہیں کہ اس کا کوئی بیٹا تھا یا نہیں آپ کی عمر کتنی ہوگی زین الصنم نے کہا بیس برس کی پھر زین الصنم نے پوچھا کہ تم کو کتنی مدت ہوئی کہ ہمارے باپ سے جدا ہوئے مبارک نے کہا بائیس برس ہوئے مجھے کیونکر یقین ہو کہ تم اس کے فرزند ہو زین الصنم نے کہا میرا باپ ایک خلوت خانہ بطور گنبد کے رکھتا ہے اس میں میں نے چالیس خم سنگ سماق کے بھرے ہوئے اشرفیوں سے پائے مبارک نے کہا اور کچھ بھی پایا زین الصنم نے کہا نو ستون سونے کے پائے آٹھ پر آٹھ تصویریں الماس ایک ڈالی نہایت خوبصورت رکھی ہوئی ہیں اور نواں ستون سفید ساٹھن سے منڈھا ہوا اور اس پر میرے باپ نے لکھا ہے کہ جس سے مجھ کو نویں تصویر کہ ان آٹھوں سے بہت اچھی ہے ملے تم جگہ کو جانتے ہو مجھے لے چلو مبارک نے اپنے تئیں اس کے قدموں پر ڈالا اور ہاتھ اس کے دیر تک چوما کیا اور کہا مجھے یقین ہوا کہ تم فرزند بادشاہ بالسرا کے میرا مالک تھا بیشک ہو میں تمہیں اس جگہ جہاں وہ نویں تصویر ہے لے جاؤں گا مگر ابھی چند روز یہاں آرام فرماؤ اور آج میں نے اس شہر کے سب امرا اور شرفا کی دعوت کی ہے اور سب کے ساتھ دستر خوان پر تھا کہ تمہارے آنے کی خبر سنکر باہر نکل آیا امیدوار ہوں کہ آپ بھی اس مجلس میں قدم رنجہ کر کے کھانا تناول فرمائیں زین الصنم مبارک

کے ہمراہ بالاخانہ پر گیا گھر کے جہاں وہ سب لوگ جمع تھے گیا اور مقام صدر میں دسترخوان پر بیٹھا مبارک مانند غلاموں کے موٴدب کھڑا ہوا اور زین الصنم کی خدمت کرنے لگا شرفائے شہر حیران ہو آپس میں ایک دوسرے سے آہستہ کہنے لگے کہ یہ شخص اجنبی کون ہے جس کی خدمت گاری مبارک اس آداب سے کرتا ہے جب سب کھانا تناول کر چکے مبارک نے اس جماعت سے کہا صاحبو میری خدمت گزاری اور آداب جو کہ نسبت اس جوان مسافر کے مجھ سے ظاہر ہوئی کچھ تعجب نہ کرو یہ شخص بیٹا بادشاہ بالسرا کا ہے جو میرا آقا تھا اس کے باپ نے مجھے خرید کیا اور قبل اس کے کہ میں آزاد ہوں اس نے رحلت کی اب میری ذات اور سب مال و متاع کا یہ جوان مالک ہے اور اس بادشاہ کا یہی ایک وارث ہے زین الصنم نے کہا اے مبارک میں جماعت کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ میں نے تم کو اس وقت آزاد کیا میں اب تم سے سوا ایک خدمت کے کہ جس کو ابھی میں نے تم سے کہا ہے اور کچھ نہیں چاہتا مبارک آداب بجا لایا پھر شراب حاضر کی گئی شام تک وہ سب مہمان شغل مے نوشی میں رہے۔ آخر ہر ایک کو موافق اس کی عزت کے کشتیاں تحفوں کی دے کر رخصت کیا دوسرے دن زین الصنم نے مبارک سے کہا اب ماندگی ہمارے بالکل رفع ہوئی ہیں کبھی میں واسطے سیر و تماشے کے نہیں آیا صرف واسطے اس نویں تصویر کے آیا ہوں مبارک نے کہا بہت مبارک میں حاضر ہوں مگر اس راہ میں خطرات بہت ہیں اس کا تحمل کرنا آپ کو ضرور ہوگا زین الصنم نے کہا تم خاطر جمع رکھو میں کسی خطرے سے نہ ڈروں گا تم مجھے اپنے ہمراہ لے چلو جو تم کہو گے میں وہی کروں گا مبارک نے زین الصنم کو ثابت قدم پا کر اپنے نوکروں کو حکم تیاری سفر کا دیا اس کے دوسرے دن صبح کو غسل اور وضو کر نماز فجر پڑھ کے روانہ منزل مقصود ہوئے راہ میں عجائب و غرائب دیکھتے ہوئے کئی دن کے بعد ایک راہ تنگ و دشوار گذار میں پہونچے مبارک نے اسباب اور گھوڑوں کو وہاں پر چھوڑ کے چند پیادے ان کی حفاظت کو مقرر کیے اور کہا ہماری مراجعت تک تم ان کی نگرانی کرنا پھر زین الصنم کو پیادہ پا لے کر آگے کو چلا اور کہا اب ہم نزدیک اس

جگہ خوفناک ہے جہاں وہ تصویر ہے پہونچے ہیں تم اپنے دل کو مضبوط رکھنا کسی امر عجیب کو دیکھ کر ڈرنا نہیں پھر وہ دونوں ایک ندی کے کنارے پہونچے مبارک وہاں بیٹھ گیا اور زین الصنم سے کہا تمہارے اور میرے لینے کو ایک جادو کی کشتی بادشاہ جن کی ابھی یہاں آئے گی تم کچھ نہ بولنا اور اس کے ملاح کی عجیب و غریب صورت دیکھ کے تم نہایت متعجب ہو گے خبردار اس سے کلام نہ کرنا اگر تم ذرا بھی بولے تو فوراً کشتی دریا میں ڈوب جائے گی زین الصنم نے کہا ہم مطلق نہ بولیں گے اتنے میں ایک ناؤ صندل کی نہایت خوبصورت جس کا مستول عنبر کا اور بادبان نیلی ساٹھن کا تھا اس دریا میں آئی جس کو فقط ایک شخص کھیتا تھا کہ جو نہایت مہیب شکل تھا جب وہ کشتی ان کے نزدیک پہونچی اس ملاح نے باری باری ایک ایک کو اس کشتی میں سوار کیا اور ایک دم میں ان دونوں کو پار لے جا کے اتار دیا پھر وہ کشتی غائب ہو گئی مبارک نے زین الصنم سے کہا یہ جزیرہ جس میں ہم اب ہیں بادشاہ جنات کا ہے اس جزیرے کی خوبی کا کوئی دوسرا جزیرہ دنیا میں نہیں اب تم چاروں طرف اس کے بغور دیکھو کہ سبز سبزا اور باغ دہہا لہو رہا ہے یہ بیشک نمونہ فردوس بریں کا ہے زین الصنم کی ماندگی آب و ہوا اس جزیرے سے بالکل جاتی رہی اور سیر و تماشائے اس سرزمین سے نہایت محفوظ ہوا اور ہر قدم پر ایک نیا تماشہ دیکھ کر نہایت لطف اٹھاتا یہاں تک کہ وہ دونوں ایسی جگہ پہونچے کہ جہاں سے عمارت قلعہ کی نظر پڑی وہ قلعہ بالکل زمرد کا بنا ہوا تھا اور گرد اس کے بڑی وسیع عمیق ایک خندق تھی اور گرد خندق کے درخت گنجان بلند لگے ہوئے جن کا سایہ سارے مکان کو ڈھانکے ہوئے تھا اور آگے محل کے ایک پل تھا سیپ کا بنا ہوا بارہ گز کا لمبا چھ گز کا چوڑا اور اس کے سرے پر ایک پہرا جنات کا جن کی جسامت اور درازی بے حساب تھی بیٹھا ہوا تھا مبارک وہیں ٹھہر گیا اور زین الصنم سے کہا اگر ہم ذرا آگے بڑھیں یہ جن جو کہ پہرے کے فوراً ہم کو مار ڈالیں گے اب ہم کو کچھ افسوں پڑھنا ضرور ہے یہ کہہ کے مبارک نے اپنی ہتھیلی سے

چار بند زرد قاقتے کے نکالے ایک اس نے اپنی کمر میں لپیٹیا اور دوسرے کو اپنی پشت پر ڈالا اور دو بند باقی زین الصنم کو دیئے اس نے بھی اپنی کمر اور پشت میں رکھے
پھر دو چادریں زمین پر بچھائیں اور اس کے کناروں پر ہر ایک قسم کے سنگ فرش عمدہ قیمتی مثل مشک اور عنبر کے رکھے اور وہ دونوں ان چادروں پر بیٹھے پھر مبارک نے زین سے کہا اب میں بادشاہ جنات کو کہ اس محل میں ہے جیسے تم دیکھتے ہو بلاتا ہو اگر وہ غصہ میں آیا تو جاننا ہم بڑی مصیبت میں پڑیں گے اور سمجھنا کہ ہمارے آنے سے وہ خوش نہ ہوا اور بہت خوفناک شکل بن کر آئے گا اور اگر وہ اچھی شکل آدم زاد میں خوش ہو کر آیا تم اپنے مطلب کو پہونچو گے اور کسی طرح کا خوف نہ ہوگا مگر تم کو چاہیے کہ جس وقت وہ تمہارے روبرو آئے تم سلام کرنا اور یہ چادر جس پر تم بیٹھے ہو تمہارا اپنے بدن سے جدا نہ کرنا ورنہ ہلاک ہوگے اور اس کی خدمت میں عرض کرنا کہ اے خداوند سلطان جنات کے میرا باپ جو تمہارا خادم قدیم تھا مر گیا امیدوار ہوں کہ جو عنایت ان پر تھی اب مجھ پر ہو اگر وہ بادشاہ جن کا تم سے پوچھے کہ کون سی مہربانی کی تمہیں درخواست ہے تم اس کے جواب میں کہنا کہ وہ نویں تصویر الماس کی مجھے عنایت ہو غرض مبارک نے شہزادہ زین کو یہ سب امور تعلیم کر کے افسوں پڑھنا شروع کیا بمجرد اس کے پڑھنے کے برق شدت سے چمکنے لگی اور اس کے بعد آواز سخت بادل گرجنے کی ایسی ہوئی کہ تمام جزیرہ لرزنے لگا اور زمین کانپنے لگی ساعت بساعت طوفان ترقی پر تھا گویا روز حشر کا نمود ا رہوا زین نہایت گھبرایا اور کلیجہ اس کا دھڑکنے لگا مبارک نے شہزادے سے مسکرا کر کہا گھبراؤ نہیں مطلع صاف ہوا جاتا ہے اتنے میں وہ سب کیفیت بجا تی رہی بادشاہ جن کا انسان خوش شکل کی صورت بن کے ظاہر ہوا زین نے اس کو دور سے جھک کر سلام کیا بادشاہ جن کا مسکراتا ہوا اس کے پاس آیا اور کہا اے میرے فرزند میں تمہارے باپ کو بہت پیار کرتا تھا جب وہ میرے پاس آتا وقت رخصت اسے میں ایک تصویر ہیرے کی بطور ہدیہ کے دیتا

جیسے وہ اپنے ساتھ لے جاتا اور وہی پیار و الفت تمہارے ساتھ بھی مجھ کو ہے کئی روز
قبل مرنے کے میں نے تمہارے باپ سے کہا تھا کہ تم سفید ساٹکھن پہ نویں سنوائیں
یہ مضمون کہ جب تم بڑھ کر آئے ہو لکھوا اور ہم نے تمہارے باپ سے اقرار کیا تھا
کہ نویں تصویر تمہارے بیٹے کو دوں گا اور تصویر نویں ان آٹھوں سے جو تمہارے
پاس ہیں خوبصورتی میں کہیں اعلیٰ اور افضل ہے میں نے ایفائے وعدہ کے لئے صورت
پیرمرد کی بن کر تمہیں خواب میں آگاہ کیا تھا وہ پیرمرد میں تھا اور میں نے ہی تم کو اس
خزانہ مخفی سے آگاہ کیا جس میں تم نے خمیں اشرفیوں کی اور آٹھ تصویریں
الماس کی پائیں اور مجھ کو تمہارا مطلب معلوم ہے جس کے واسطے تم یہاں آئے ہو خاطر
جمع رکھو تم اپنے مطلب کو پہونچو گے اگر تمہارے باپ سے میں اس کے دینے کا
وعدہ نہ کرتا تو بھی تم کو دیتا لیکن تم مجھ سے ایک امر کا وعدہ کرو اور اس پر قسم کھاؤ
وہ یہ کہ تم پھر اس جزیرے میں آؤ اور ایک لڑکی پندرہ برس کی کہ نہایت حسین اور
صاحب عصمت ہو میرے لئے لاؤ مگر خبردار اس کے ساتھ کوئی ارادہ نہ کرنا زین نے
اس بات کو قبول کر کے قسم سخت کھائی اور عرض کیا کہ اگر ایسی لڑکی جیسی آپ نے فرمائی
مجھے بہم پہونچے ظاہر حال اس کا معلوم کر سکتا ہوں لیکن دل کا حال دریافت کرنے
کا علم بنی آدم کو نہیں بلکہ ہم لوگ بھی اس سے بے بہرہ ہیں لیکن ہم تمہیں ایک آئینہ
دیتے ہیں کہ اس سے تمہیں حال باطن کا معلوم ہوگا اور اے زین خبردار اس عہد و
پیمان کو وفا کرنا نہیں تو میں تم کو مار ڈالوں گا زین نے پھر اس قول و قرار کو تازہ
کیا بادشاہ جن نے ایک آئینہ زین کو دے کر کہا اے فرزند اب تم رخصت ہو اس آئینے
کے سبب سے تم اپنے مطلب کو پہونچو گے زین اور مبارک بادشاہ جن سے رخصت
ہو کر اس ندی پہ پہونچے ملاح مہیب چہرہ اس کشتی کو لے کر حاضر ہوا اور اسی طرح
ان دونوں کو پار اتارا مبارک وہاں سے اپنے اسباب اور پیادوں کو لے کر شہزادے
زین سمیت شہر کیرو کو روانہ ہوا جب دونوں کیرو کو پہونچے زین الصنم نے
چند روز وہاں ستا کر مبارک سے رخصت چاہی تا بغداد کی طرف واسطے

تلاش کرنے لڑکی کے جائے مبارک نے کہا کیا یہاں لڑکیاں حسین نہیں ہیں زین نے
کہا تم سچ کہتے ہو مگر مجھے کیا معلوم ہے کہ اس قسم کی لڑکیاں کس جگہ ملیں گی مبارک
نے کہا یہاں ایک پیرزن ہے کہ اس کو تمام شہر کی لڑکیوں کا حال خوب معلوم ہے
میں اس کو بلوا کے اس کام کے لئے مقرر کرتا ہوں یقین ہے کہ وہ ڈھونڈھ لائے
غرض اس پیرزال نے کہ دلالہ کامل اور استاد یکتا تھی عرصۂ قلیل میں بہت سی لڑکیاں
پندرہ برس کی کہ حسن وجمال میں مانند آفتاب ومہتاب تھیں بہم پہونچائیں مگر جب
زین الصنم ان کی شکل کو اس آئینہ میں دیکھتا تو اس کو تیرہ پاتا ایسا کسی کو نہ پایا کہ
جس کی صورت دیکھنے سے اس آئینہ میں صاف نظر پڑتی آخر ناچار ہوکے زین اور
مبارک دونوں کیروسے بغداد میں گئے اور وہاں ایک بڑا مکان عالیشان کرائے کو لے
کر اترے اور بڑی عظمت وشان وجود وسخاوت سے رہنے لگے ان کا دسترخوان ہر وقت
بچھا رہتا اور سیکڑوں آدمی اس شہر کے ان کے ساتھ کھانا کھاتے جو بچ رہتا فقیروں
کو تقسیم کیا جاتا غرض اس کے جود والعام سے ایک خلق آسودہ رہتی اور اس کی فیاضی
کا شہرہ اس شہر میں سب جگہ پہونچا اتفاقاً اس محلے میں ایک موذن مرا و نام نہایت
مغرور اور حاسد رہا کرتا تھا وہ بڑے آدمیوں اور تونگروں کو دیکھ کر بہت جلتا اور
حسد کیا کرتا اس واسطے کہ خود محتاج تھا اور شامت حسد سے ہمیشہ اپنے اہل محلہ سے
کہ صاحب مقدور تھے عداوت رکھتا وہ حال سخاوت اور ہمت زین الصنم کا سن کر نہایت
غمگین ہوا ایک دن اس نے بعد نماز مغرب کے مسجد میں بیٹھ کر اپنے یاروں سے کہ واسطے
نماز کے اس مسجد میں آیا کرتے تھے کہا اے یاروں میں نے سنا ہے کہ ایک شخص ہمارے
محلے میں آکر اترا ہے ہر روز سیکڑوں ہزاروں روپے صرف کرتا ہے کسی کو میں اہل شہر
سے نہیں پاتا کہ جو اس کے فیض واحسان کا شکر گذار نہ ہو معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ رہزن
یا چور ہے جو اس شہر آبادی میں واسطے غارت گری کے آیا ہے تم سب اپنے تئیں بچا رکھو
اس لئے کہ اگر خلیفہ کو معلوم ہوا کہ ایسا بدمعاش اس محلہ میں رہتا ہے تو ہم
تم بھی اس کے جرم میں مبتلا ہوں گے سب نے کہا فی الواقع ایسے بدکردار آدمی

سے بچنا واجب ہے بلکہ ہم کو لازم ہے کہ ایسے شخص کی اطلاع کوتوال شہر سے کر دیں مؤذن
یہ گفتگو کر کے اپنے گھر میں آیا اور دل میں یہ قصد کیا کہ کل ضرور کوتوال سے جا کر حال
بدمعاشی زین الصنم کا ظاہر کرے۔ اتفاقاً مبارک نے بھی نماز مغرب کی پڑھ کے
ہمراہ ان نمازیوں کے بیٹھ کر سب گفتگو اس مؤذن کی سنی فی الفور ایک تھیلی پانسو اشرفیوں
کی اور کچھ تھان ریشمی ایک بقچی میں باندھ کر مؤذن کے گھر گیا وہ باہر آیا اور سخت
رو ہو کر مبارک سے کہا کیا تیرا کام ہے کہ میرے گھر آیا اور مجھ سے کیا چاہتا ہے
مبارک نے بہت غریبی سے کہا میں مسافر تازہ وارد تمہارے ہمسائے میں آ کر
رہا ہوں یہ کہہ کے وہ تھیلی اشرفیوں کی اور بقچہ ریشمی تھانوں کا اس کے حوالے کیا
اور کہا زین نے کہ جو تمہارے پڑوس میں اترا ہے تمہارا حال بزرگی کا سن کر مجھے
تمہارے پاس بھیجا اور نہایت مشتاق آپ کی ملاقات کا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ ہدیہ
مختصر قبول ہو اور مجھے ہمیشہ اپنا خادم ولی سمجھا کرو۔ الامراد اس ہدیہ کو لے کر نہایت
خوش ہوا اور مبارک سے کہا میرا سلام بیانداپنے شہزادے سے کہنا اور میری
طرف سے عذر کرنا کہ میں بسبب نہ حاضر ہونے کے تمہارے حضور میں نادم ہوں۔
فجر کو حاضر ہوں گا غرض دوسرے دن مراد نے بعد نماز صبح کے اپنے دوست
نمازیوں سے کہا سچا تو یہ ہے مجھے خوب معلوم ہوا وہ شخص جس کا حال کل میں نے تم سے
کہا تھا بہت اچھا آدمی ہے بدمعاش نہیں بلکہ وہ شہزادہ ہے اب اس کی کوئی
بری بات جھوٹی حاکم سے جا کر نہ کہنا چاہیے غرض مراد نے زین کی برائی جو اگلے
دن ان کے دلوں میں جمائی تھی بالکل اٹھائی اور ان سب کو اس کی طرف سے
صاف کیا پھر مسجد سے گھر میں جا کر لباس بالکلف پہن واسطے ملاقات زین کے گیا۔
زین نے بھی بڑی خاطرداری کی پھر مراد نے زین سے کہا تمہارا بغداد میں آنے
کا کیا سبب ہے زین نے کہا میں واسطے تلاش ایک بی بی کے کہ نہایت حسین صاحب
عصمت اور پندرہ برس کی ہو آیا ہوں مراد نے کہا ملنا ایسی بی بی کا بہت
دشوار ہے لیکن ایک لڑکی ہے اس کا باپ آگے وزیر تھا اب وہ گوشہ

نشین ہے اور اس نے اپنی لڑکی کو خوب تعلیم نماز روزے اور صلاح و تقوی کی دلائی ہے وہ لڑکی ساتھ حسن و جمال ظاہری کے کمالات باطنی بھی رکھتی ہے مجھے یقین ہے کہ اگر تم وزیر کے پاس جاکر اس کی درخواست کروگے تو وہ البتہ اس کو تمہیں دے گا زین نے مؤذن کے ساتھ جاکر وزیر سے ملاقات کی وزیر حال عالی خاندانی کا دریافت کر کے اپنی لڑکی کی شادی کرنے کو زین الصنم کے ساتھ راضی ہوا اور لڑکی کو اجازت دی کہ ایک بار اس شہزادے کے سامنے ہو جب اس وزیر زادی نے لباس فاخرہ اور جواہر گراں بہا پہن کر اور اس شہزادے کے سامنے ہو کر نقاب کو اپنے چہرۂ نازنین سے اٹھایا شہزادہ زین الصنم اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا اور اپنے دل میں خیال کیا جو ہو سو ہو میں خود اس کے ساتھ شادی کروں گا اور بادشاہ جن کو نہ دوں گا پھر زین نے اس آئینہ میں اس کی شکل دیکھی آئینہ میں اس کی صورت نہایت صفائی کے ساتھ نظر پڑی اور وہ آئینہ مانند آفتاب کے چمکنے لگا اس امتحان سے بھی اس کی خاطر جمع ہوئی پھر وزیر نے قاضی کو بلوا کے اس کا عقد باندھ دیا اور تین روز تک شہزادے کو اپنے گھر مہمان رکھ کے سب رسوم شادی کے بڑے تکلف سے عمل میں لایا بعد اس کے شہزادے زین نے اپنے گھر میں جاکر بہت زیور مرصع قیمتی لاکھوں کا مبارک کے ہاتھ وزیر کے گھر واسطے وزیر زادی کے بھیجا وزیر نے لڑکی کو بہت جہیز دے کر مبارک کے ساتھ رخصت کیا وہ شادی کا بڑی دھوم دھام سے تمام بغداد میں مشہور ہوئی اور زین نے وہاں کے امیروں اور وزیروں کی دعوت بڑے تکلف سے کی جب ضیافت سے فراغت ہوئی مبارک نے کہا اب یہاں رہنا ضرور نہیں پھر چلو اور جو اقرار تم نے بادشاہ جنات سے کیا ہے اس پر ثابت قدم رہو زین نے کہا میں تو اس عروس پر عاشق زار ہوں کیونکر اسے بادشاہ جن کو دوں اب اس بی بی کو میں بالضرور اپنے جاکر اپنی ملکہ بناتا ہوں مبارک نے کہا زنہار ایسا کام نہ کرنا بادشاہ جن اگر تم کو ہلاک کریگا اور وزیر زادی کو اپنے ساتھ لے جاویگا جس طرح نے موافق اپنے قول کے اس بی بی کو اس کے پاس پہونچاؤ زین

نے اپنا دل سخت کر کے کہا تم اس نازنین کو مجھ سے چھپاؤ راہ بھر اس کو دیکھنے نہ پاؤ ل
مبارک شہزادے اور عروس سمیت کیر دکو روانہ ہوا اور وہاں سے انہوں نے راہ جزیرے
بادشاہ جنات کی لی اثنائے راہ میں وہ بی بی اس سفر دور دراز سے بہت ماندی
ہوئی اور شہزادہ زین کو کہ روز عقد سے نہیں دیکھا تھا گھبرا کر مبارک سے پوچھا کہ باوجود
اس قدر سفر کر لینے کے ہم اب تک اپنے شوہر کے ملک میں نہیں پہونچے اور میں نے سوائے
روز عقد کے اس کی صورت نہیں دیکھی اس کا کیا سبب ہے مبارک نے کہا بی بی سچ
تو یوں ہے کہ تم صورت زین الصنم شہزادے کی کبھی نہ دیکھو گی اس نے تمہارے ساتھ
جو عقد کیا ہے بالسرا لے جانے کے واسطے نہ تھا بلکہ تم کو بادشاہ جن کے واسطے کہ
اس نے زین سے تم ایسی بی بی کی درخواست کی تھی سے لایا ہے یہ سن کر وہ بی بی رونے
لگی اس کے رونے سے مبارک اور شہزادہ زین دونوں نہایت غمگین ہوئے پھر اس
بی بی نے کہا میرے حال پر رحم کرو یہاں میرا کوئی نہیں میں بیکس مسافر ہوں تم خدا
کو کیا جواب حشر کے دن دو گے بہر کیف اسی حال سے اس لڑکی کو حضور میں بادشاہ
جن کے لے گئے۔ اور اسے سونپ دیا بادشاہ جن نے اس لڑکی کو دیکھ کر بہت پسند کیا اور
خوش ہو کے زین سے کہا تم نے وعدہ اپنا پورا کیا جیسا کہ میں چاہتا تھا ویسی ہی بی بی
تم میرے واسطے لائے اور میں تم سے نہایت راضی ہوا تم جلد یہاں سے اپنے ملک کو
جا کر اس تہخانے میں جہاں سے خزانہ پایا ہے داخل ہو وہاں تم نویں تصویر الماس
کی کہ اس کے دینے کا میں نے تم سے اقرار کیا ہے پاؤ گے شہزادہ زین بادشاہ جن سے
رخصت ہو کے شہر کیر و میں ہوتا ہوا بالسرا کو روانہ ہوا مگر تمام راہ عروس کو
یاد کر کے روتا اور کہتا بڑا افسوس ہے کہ ہم فریب سے اس نازنین کو اس کے باپ
شفیق سے جدا کر کے جن کو دے آئے اسی فکر میں وہ بالسرا کو پہونچا اس کے
وزراء وامراء وغیرہ صغیر و کبیر کمال خوش ہوئے پہلے زین اپنی ماں کے پاس
گیا اور سب حال سفر کا اول سے آخر تک کہا اس نے کہا اب تم جلد اس
نویں تصویر کو پاؤ گے اس تہخانے میں چلو جہاں بادشاہ جن نے تمہیں

اس کے دینے کا وعدہ کیا ہے مگر زین الصنم فراق میں وزیر زادی کے آرزو نویں تصویر
کی بھول گیا اور دل میں کہنے لگا اب میں بے اپنی معشوقہ کے وہ نویں تصویر لے کر کیا
کروں گا میں اس سے درگزرا خدا اس معشوقہ کو کسی طرح مجھ کو دلوائے آخر زین الصنم
نہایت افسردگی سے اور اس کی ماں دونوں نویں تصویر لینے کو اس تہ خانے میں اترے
انہوں نے اس میں جا کر نویں پیلپائے پر بجائے نویں تصویر کے ایک بی بی کو بیٹھے
دیکھا شہزادے نے اسے دیکھ کر پہچانا کہ یہ تو وہی بی بی ہے جسے ہم بادشاہ جن کو
دے آئے تھے وہ اس امر کو دیکھ کر ششدر کھڑا رہ گیا بی بی نے شہزادے زین سے
کہا تمہاری حیرانی شاید اس لئے ہے کہ بجائے میرے تم اور کسی چیز کے کہ جو مجھ سے
اچھی ہے امیدوار تھے شہزادے زین نے کہا بی بی اس لئے ہم حیران نہیں ہیں بلکہ
تم ایسی نعمت غیر مترقبہ کو پا کے ہم متحیر ہیں خدا گواہ ہے کہ تمہارے عشق اور محبت میں
میرا عجیب حال ہوا اور تمہارے ہی غم والم میں میرا دن رات کٹتا تھا اور یہ امر
مجھ سے بمجبوری ہوا تھا اس لئے کہ بادشاہ جن نے مجھ سے قسم لی تھی کہ میں اسے
ایک بی بی تم ایسی حسین اور عفیفہ پہونچاؤں اور اگر ذرا اس وعدے میں خلاف
کرتا وہ بادشاہ جن کا مجھ کو جان سے مار ڈالتا ہرچند اثنائے راہ میں چاہا کہ اس
سے خلاف وعدہ کر کے تمہیں اپنے ملک میں لے آؤں اور نویں تصویر سے ہاتھ اٹھاؤں
مگر میرے رفیق نے کہ میرے ہمراہ تھا بخوف بادشاہ جن کے مجھ کو اس ارادے
سے باز رکھا اب خدا نے عوض اس صبر و شکیبائی کے تمہیں گھر بیٹھے مجھے عنایت کیا
اور تم ہزار درجے مجھے ان تصویروں الماس بلکہ تمام دولت روئے زمین سے بہتر
اور پسندیدہ ہو زین یہ باتیں کہہ چکا تھا کہ دفعتہً ایک آواز رعد کی آئی اور تہ خانہ
ہلنے لگا اور ماں شہزادے کی اس حال کے دیکھنے سے ڈر گئی اتنے میں بادشاہ جن
آدمی کی شکل بن کے ظاہر ہوا اور کہا اے ملک میں تمہارے بیٹے کو نہایت دوست
رکھتا ہوں جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اس نازنین بی بی پر عاشق ہے فقط
اپنا قول پورا کرنے کے واسطے بمجبوری تمام مجھے اس بی بی کو دیا اب میں

نے اس کی خاطر کے واسطے اس بی بی کو یہاں پہونچا دیا اب یہ بی بی اس کو مبارک ہو اور
خبردار اے شہزادے اسی محبت اور پیار سے اس کے ساتھ رہنا اور کوئی اور بی بی
کر کے اس کو آزردہ خاطر نہ کرنا پھر اس نے یہ تصویر بھی دے اور شہزادے سے
رخصت ہو کر غائب ہو گیا زین بادشاہ نے اس بی بی کے ساتھ جشن کر کے منادی
کی کہ سب لوگ اس بی بی کو آج سے ملکہ بانسرا کہا کریں پھر مدت دراز تک زین الضم
بادشاہ بالنسرے کا اور وہ ملکہ آپس میں دونوں بڑے عیش و عشرت کے ساتھ اس
ملک میں بسر کرتے رہے۔

دوسری رات کو ملکہ شہزادی نے اس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ ملک پارس میں
دو بھائی تھے ایک کا نام قاسم اور دوسرے کا علی بابا تھا انہوں نے بعد مرنے اپنے
باپ کے تھوڑے سے ترکہ کو آپس میں برابر بانٹ لیا اور چند عرصے میں ان دونوں
بھائیوں نے اس کو صرف کر ڈالا قاسم نے ایک بی بی کے ساتھ جس کا باپ بہت
مالدار تھا اپنی شادی کی اور بعد مر جانے اپنے سسرے کے وہ ایک دوکان کا جو
اسباب گراں بہا سے بھری ہوئی تھی مالک ہوا اور ایک کوٹھا بھرا ہوا اسباب تجارت
کا اس کے ہاتھ لگا اور بہت دولت جو زمین میں مدفون تھی پائی اس سبب سے وہ
بڑا سوداگر اس شہر میں مشہور ہوا اور علی بابا نے جس بی بی سے شادی کی وہ غریب
اور محتاج تھی وہ دونوں ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے علی بابا روز سوکھی لکڑیاں
جنگل سے گدھوں پر لاد کے شہر میں لاتا اور ان کو بیچ کر اپنی گذران کیا کرتا ایک دن
علی بابا نے جنگل میں جا کے لکڑیاں کاٹیں اور چاہتا تھا کہ گدھوں پر لادے کہ
یکایک اس نے ایک غبار دیکھا کہ اس کی داہنی طرف سے اٹھا ہوا چلا آتا ہے
جب اس نے غور دیکھا بہت سوار اس کو نظر پڑے کہ اس کی طرف چلے آتے ہیں
وہ ان کو دیکھ کر ڈر گیا اور ایسی جگہ بیٹھا کہ وہاں سے سب کچھ دیکھے اور اسکو کوئی
نہ دیکھے وہ درخت ایک پہاڑ سے لگا ہوا تھا مگر بلندی اس پہاڑ کی اس
سے زیادہ تھی وہ سوار کہ نہایت قوی اور چالاک تھے نیچے اسی پہاڑ کے

پہونچکر اپنے گھوڑوں سے اترے علی بابا نے انکو اچھی طرح دیکھ ان کی وضع سے دریافت
کیا کہ بیشک یہ ٹھگ ہیں کسی قافلہ کو ابھی لوٹ کر اس کا اسباب لے آئے ہیں تاکہ اسی
جگہ کسی مکان محفوظ میں رکھیں چنانچہ وہی ظہور میں آیا ان سواروں کے کہ چالیس تھے
قریب اس درخت کے پہونچ کر لگامیں گھوڑوں کی اتار ڈالیں اور ان کو باگ ڈور سے
باندھ کر خرجیاں جن میں بالکل سونا چاندی تھا اتاریں علی بابا نے دیکھا کہ ان کا سردار
سب کے آگے اپنے بوجھ کو کاندھے پر رکھے ہوئے نیچے اسی درخت کے آیا کانٹوں اور
جھاڑیوں میں ہوتا ہوا ایک جگہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کھل اے سم سم یہ کہتے ہی ایک
دروازہ کھل گیا اور جب سب اس کے ہمراہی اس دروازے کے اندر جا چکے تب
وہ آپ بھی اندر گیا اور وہ دروازہ بند ہو گیا بڑی دیر تک وہ سب ٹھگ اس پہاڑ
کے شگاف میں رہے اور علی بابا بھی اسی درخت پر چھپا بیٹھا رہا اور یہ خیال کرتا تھا
کہ چپکے سے نیچے اتر ایک گھوڑے پر ان کے سوار ہوں اور ایک پر سب لگاموں کو
لادا اور اپنے گدھوں کو آگے رکھ شہر کی راہ لوں اتنے میں وہ دروازہ کھل گیا اور
وہ چالیسوں ٹھگ وہاں سے نکلے ان کا سردار پہلے نکلا اور دروازے کے نزدیک
کھڑا دیکھا کیا پھر اس کے ساتھی وہاں سے نکلے علی بابا نے پھر سنا کہ ان کا سردار
کہتا ہے بند ہو سم سم اس بات کے کہتے ہی دروازہ بند ہو گیا پھر ہر ایک سوار اپنے
اپنے گھوڑے پر سوار ہوا جب سب سوار ہو چکے تب وہ سردار سب کے آگے ہو لیا
اور جس طرف سے کہ آئے تھے اسی طرف چلے گئے اور جب وہ نظر سے غائب
ہوئے تب علی بابا نے درخت سے اتر کے اس دروازہ کے پاس پہونچ کے کہا کھل
اے سم سم یہ کہتے ہی دروازہ کھل گیا اس کے اندر جا کر ایک مکان بہت وسیع
اور نفیس گنبد دار روشن دیکھا اور نہایت متعجب ہوا کہ ایسا مکان پہاڑ کھود کے
کیونکر بنایا مگر چھت اس کی مقدار بلندی قد آدم کے تھی اور پہاڑ کی چوٹی سے بسبب
روشندانوں کے اس مکان میں روشنی پہونچتی اس نے وہاں دیکھا کہ
بہت اسباب ہے اور گٹھریاں ہر ایک قسم کے مال کی رکھی ہیں اور تلے اوپر

تھان بھاری کمخواب وچکن ریشمی وغیرہ اقسام پارچے کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔
اور روپے اشرفی بیشمار ہیں کچھ تو بطور تودے رکھے ہیں اور کچھ بڑی بڑی چمڑے
کی تھیلیوں میں ہیں۔ چوروں نے اس قدر اسباب کو لوٹ کے یہاں جمع کیا ہے
علی بابا تھیلیاں اشرفیوں کی اس غار سے اس قدر باہر نکال
لایا کہ گدھے اس کے اٹھا سکیں پھر گدھوں کو جمع کر کے ان پر تھیلیاں اشرفیوں کی
لادیں اور اوپر سے تھوڑی لکڑیاں رکھ ان کو چاروں طرف سے چھپایا جب اس
نے لاد پھاند سے فراغت پائی تب کہا کہ بند ہوا سے سم سم یہ کہتے ہی دروازہ بند
ہو گیا اور اس دروازے کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی اس کے اندر جاتا تو وہ آپ ہی
بند ہو جاتا اور جب اس غار سے باہر نکلتا تو وہ دروازہ کھل جاتا جب تک کہ کوئی
بند ہو سم سم نہ کہتا بند نہ ہوتا غرض علی بابا نے اپنے گدھوں کو آگے رکھ شہر کی راہ لی
جب وہ اپنے گھر پہنچا ان گدھوں کو اندر مکان کے لے گیا اور دروازہ باہر کا
بند کر کے اوپر کی لکڑیاں اتاریں پھر تھیلیاں اشرفیوں کی اتار اتار اپنی بی بی
کے روبرو دے گیا اس کی بی بی نے اشرفیاں دیکھ کر خیال کیا کہ علی بابا چرا کر لایا
ہے اس کو ملامت کر کے کہا تجھ کو یہ کام کرنا مناسب نہ تھا اس نے کہا میں نے چوری
نہیں کی پھر اس نے تھیلیوں سے اشرفیاں نکال کر اس کے آگے ڈھیر کر دیں جن
کے دیکھنے سے اس کی بی بی کی آنکھیں چوندھیانے لگیں پھر علی بابا نے سب حال
اول سے آخر تک ان اشرفیوں کا اس سے کہا وہ سن کر نہایت خوش ہوئی اور
ان اشرفیوں کو گننے لگی علی بابا نے کہا تم کہاں تک گنو گی میں ایک گڑھا کھود کے ان
کو گاڑے دیتا ہوں اس کی بی بی نے کہا بہت اچھا مگر میں اس کا اندازہ کیا چاہتی
ہوں کہ یہ سب کتنی ہیں علی بابا نے کہا تمہیں اختیار ہے مگر خبردار یہ حال کسی کو معلوم
نہ ہو پھر اس کی بی بی ترازو لینے قاسم کے گھر گئی مگر قاسم کو گھر میں نہ پایا اس کی بی بی
سے کہا بہنی ترازو ایک ساعت کے لیے مجھے دے اس نے پوچھا بڑی یا
چھوٹی اور اس کی نظر سے چھپ کر ترازو کے پلڑوں میں تلے اوپر چربی اور

موم لگا لائی تاکہ دریافت کرلے کہ کیا چیز علی بابا کی بی بی تولے گی غرض علی بابا کی بی بی
نے اس ترازو کو اپنے گھر لے جا کے سب اشرفیوں کو تولا اور علی بابا اس وقت گڑھا
کھودنے میں مشغول تھا آخر ان دونوں میاں بی بی نے مل کر ان سب اشرفیوں کو اس میں
گاڑا پھر علی بابا کی بی بی ترازو قاسم کی بی بی کو دینے آئی اور جلدی میں کچھ خیال نہ کیا
ایک اشرفی اس ترازو میں لگ گئی تھی قاسم کی جورو اشرفی ترازو میں لگی ہوئی دیکھ حسد
سے جلنے لگی اور سوچنے لگی علی بابا نے جو کہ نہایت محتاج تھا اس قدر اشرفیاں کہاں سے
پائیں جن کو ترازو میں تول کر رکھا قاسم بھائی علی بابا کا شام کو جب اپنے گھر آیا اس
کی بیوی نے کہا تو اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے مگر علی بابا تیرا بھائی بڑا امیر ہے کہ
اس کی بی بی نے اشرفیوں کو تول کر رکھا اور تو گن کر رکھا کرتا ہے قاسم نے پوچھا
تجھ کو کیونکر معلوم ہوا اس نے سب حال ترازو دینے کا اور اس میں اشرفی کے لگ
رہنے کا بیان کیا اور وہ اشرفی جس پر سکہ اور کسی بادشاہ اگلے کا تھا اس کو دکھائی
قاسم کو تمام رات مارے حسد کے نیند نہ آئی صبح اٹھ کر علی بابا کے پاس گیا اور اس
سے کہا بھائی ظاہر میں تم نہایت محتاج معلوم ہوتے ہو مگر حقیقت میں تمہارے پاس
دولت بہت ہے کہ اشرفیاں ترازو میں تول کر رکھتے ہو علی بابا نے کہا میں تمہارے
مطلب کو نہیں سمجھا اسے مفصل بیان کرو قاسم نے کہا اب تم مجھ کو بہلاؤ مت نہیں پھر وہ اشرفی
کہ اس کی بی بی نے دی تھی علی بابا کو دکھائی اور کہا اس قسم کی لاکھوں اشرفیاں تمہارے
پاس ہیں میری بی بی نے ترازو میں پائی علی بابا نے یہ حال سن کر جانا کہ قاسم اور اس
کی بی بی دونوں میری اشرفیوں سے آگاہ ہوگئے ہیں اب ان سے چھپانا سبب دشمنی
اور خرابی کا ہوگا مجبور ہوکے اس نے سارا قصہ ٹھگوں کا اور خزانہ کا کہا قاسم نے
کہا اگر سب حال اس جگہ کا اور وہ الفاظ جس کے کہنے سے دروازہ اس خزانہ کا
کھلتا اور بند ہوتا ہے نہ بتاؤ گے میں ابھی تمہاری اشرفیوں کے لانے کا حال کوتوال
سے جاکر کہہ دوں گا مفت میں اشرفیاں جائیں گی اور تم ذلیل اور قید ہوگے
علی بابا نے مکمل حال سے اس کو آگاہ کیا اور وہ الفاظ بھی اسے بتائے

قاسم نے دوسرے دن صبح دس خچر اپنے ساتھ لئے اور اس طرف کو جدھر علی بابا نے بتایا تھا روانہ ہوا جب اس پہاڑ اور درخت کے پاس جس میں علی بابا نے اپنے تئیں چھپایا تھا پہونچا وہ دروازہ اسے نظر پڑا اس نے کہا کھل اے سم سم دروازہ کھل گیا قاسم اندر اس کے گیا وہاں اس نے بہت اسباب دیکھا کہ چاروں طرف پڑا ہے پھر وہ دروازہ موافق معمول کے بند ہو گیا اور وہ چاروں طرف اس مکان کے پھرا کیا اور طرح طرح کے اسباب اور خزانوں کی سیر کرتا رہا آخر کو موافق بوجھ دس خچر کے اشرفیاں تھیلیوں میں بھر کر دروازہ کے پاس لایا اور چاہا کہ دروازے کو کھول کر ان کو خچروں پر لادے مگر وہ لفظ سم سم کی بھول کر کہنے لگا کہ اپن مارے یعنی کھل دروازہ ہر گز نہ کھلا وہ نہایت متحیر ہوا اور باری باری سے ہر ایک غلے کا نام سوائے سم سم کے پکارا مگر دروازہ نہ کھلا لفظ سم سم اس کو ایسا بھولا کہ گویا کبھی اس نے اس لفظ کو نہیں سنا تھا آخر وہ ان اشرفیوں کو وہاں ڈھیر کر کے متحیر اسی غار میں کبھی آگے بڑھتا تھا اور کبھی پیچھے کو آخر وہ اپنی جان سے مایوس ہو گئے وہیں بیٹھ رہا دوپہر کے وقت وہ قزاق وہاں پر آگئے اور دور سے اس جگہ پر خچروں کو دیکھ کے حیران ہوئے لیکن قاسم کی غفلت سے وہ خچر بندھے نہ تھے اس لئے وہ جنگل میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے ان کی طرف کچھ دھیان نہ کیا اور نہ ان کے پیچھے دوڑے وہ سردار اور اس کے ہمراہی گھوڑوں سے اتر دروازے کی طرف چلے اور وہاں پہونچ کر وہ لفظ کہا دروازہ کھل گیا قاسم آواز گھوڑوں کی ٹاپوں کی سنتے ہی پہلے ہی زمین پر گر پڑا اور اس کو ثابت ہوا کہ یہ وہی ٹھگ ہیں اب میں بیشک مارا جاؤں گا بمجرد کھلنے دروازہ کے باہر نکل کے چاہا کہ بھاگ کر اپنے تئیں بچائے اس کے بھاگنے میں سرداروں سواروں کا گر پڑا یہ دیکھ کے کسی سوار نے قاسم کو ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ صاف دو ٹکڑے ہو گیا پھر وہ سب اندر گئے اور ان اشرفیوں کی تھیلیوں کو جو قاسم نے لے جانے کے ارادے سے دروازے کے پاس لا کر رکھی تھیں اندر خزانے کے پھر لے جا کر رکھا اور گھبراہٹ میں ان تھیلیوں کے نہ ہونے پر جو علی بابا لے گیا تھا کچھ خیال نہ کیا سب کے سب

اس فکر میں پڑے کہ یہ شخص کدھر سے آیا اگر یہ اس دروازے سے آتا تو ضرور تھا کہ اسے
افسوں کھولنے اور بند کرنے کا معلوم ہوتا پھر انہوں نے قاسم کی لاش کے چار ٹکڑے
کئے اور باہر غار کے دو ٹکڑے دہنی طرف دروازے کے اور دو ٹکڑے بائیں طرف
رکھے تاکہ اوروں کو عبرت ہو اور قصد غار میں جانے کا نہ کریں پھر وہ دروازہ غار اپنے
کا بند کر اور گھوڑوں پر سوار ہو چلے گئے قاسم کی بی بی نے جب دیکھا کہ رات ہو گئی۔
اور قاسم نہ آیا گھبرا کے علی بابا کے پاس دوڑی گئی اور رو کے کہنے لگی بھائی اب تک
قاسم نہیں آیا تم کو معلوم ہو گا کہ کس جنگل میں گیا ہے ایسا نہ ہو کہ اس پر کچھ حادثہ
پڑے علی بابا سمجھا کہ کچھ نہ کچھ واردات ہوئی کہ قاسم نہیں پھرا مگر بظاہر اس کی
بی بی کی تشفی کے لئے کہا قاسم نہایت ہوشیار ہے وہ باہر باہر شہر کے آتا ہو گا اس
وجہ سے اس کو دیر ہوئی قاسم کی بی بی کو تسلی ہوئی اور اپنے گھر آئی جب آدھی رات
گذری وہ زیادہ بیقرار ہوئی اور مارے خوف کے چلا کر رو نہیں سکتی تھی دل ہی
دل میں روتی اور اپنے تئیں ملامت کرتی کہ ناحق میں نے اس بھید سے اس کو آگاہ
کیا اور علی بابا پر حسد لے گئی یہ اسی کا وبال ہے غرض وہ رات اس کو روتے
کٹی صبح کو سحر علی بابا کے پاس دوڑی گئی اور اس سے چارہ جو ہوئی علی بابا سمجھا وجہ
کی تسلی کر جلد اپنے گدھوں سمیت اس جنگل کی طرف روانہ ہوا جب نزدیک اس
پہاڑ کے پہونچا وہاں خون بہا ہوا دیکھ کے متعجب ہوا نہ تو اس نے اپنے بھائی کو
وہاں پایا اور نہ اس کے دس خچروں کو آخر حیران ہو کے کہا یہ شگون بد معلوم ہوتا ہے
پھر اس نے اس افسوں یعنی سم سم کو پڑھا فوراً دروازہ کھل گیا دروازے
کے داہنے بائیں قاسم کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھ نہایت ڈر گیا مگر اس نے اپنے بھائی
کی لاش کو باندھ کے ایک گدھے پر لادا اور لکڑیوں سے اس لاش کو چاروں طرف
سے چھپایا اور باقی خچروں پر تھیلیاں اشرفیوں کی لاد کر ان پر بھی لکڑیاں چھپانے کیلئے
رکھیں پھر دروازے کو اسی طرح بند کر کے شہر کی راہ لی اور بڑی ہوشیاری
سے اپنے گھر پہونچا اور وہ خچر اشرفیوں کے لدے ہوئے گھر میں لے جا کر اپنی

بی بی سے کہا اشرفیاں ان کی بڑی ہوشیاری سے اتار کر رکھ اور کچھ حال قاسم کے مارے
جانے کا اس سے نہ کہا پھر مع اس گدھے کے جس پر قاسم کی لاش تھی قاسم کے گھر آیا اور
دروازے پر دستک دی مرجینا نام لونڈی نے کہ قاسم کے گھر میں نہایت چالاک اور
عقلمند تھی آکر دروازہ کھولا علی بابا گدھے کو اندر لے گیا اور لاش قاسم کی اتار کے مرجینا
سے کہا اے مرجینا جلد تو اس لاش کے گاڑنے کی تدبیر کر میں بھی تیری بی بی سے اس حال
کو کہہ کے تیرے شریک ہوتا ہوں قاسم کی بی بی نے علی بابا کو دور سے دیکھ کر پوچھا میرے
خاوند کی کیا خبر لائے علی بابا نے اس سے سارا حال ظاہر کیا اور کہا بی بی اب جو کچھ ہونا
تھا وہ ہوا مگر اس بھید کے چھپانے میں خیریت ہے اس نے رو کے جواب دیا بہتر
چھپاؤں گی پھر علی بابا نے اس بیوہ سے کہا مرضیِ الٰہی سے کسی کو چارہ نہیں اب
صبر و شکر چاہیے اور بعد گذرنے ایام عدت کے لازم ہے کہ میرے ساتھ نکاح کر لو
بہت آرام سے رہو گی میری اگلی بی بی کہ نیک بخت ہے تمہارا حسد نہ کرے گی قاسم کی
بیوہ نے رو کے کہا میں تمہاری مرضی سے باہر نہیں پھر وہ اپنے خاوند کے لیے رونے
پیٹنے لگی علی بابا نے اسے وہیں چھوڑ مرجینا سے آکر اپنے بھائی کے کفن دفن میں مشورہ
کیا اور جو مناسب وقت کے تھا اس سے کہہ کے گدھے سمیت اپنے گھر آیا مرجینا علی بابا
کے بعد جانے کے فوراً عطار کی دوکان پر گئی اور اس سے دوا مانگی جو نزع کے وقت بیمار
کو دیتے ہیں عطار نے اس دوا کو دے کر پوچھا تیرے گھر میں کون بیمار ہے اس نے
رو کے کہا میرا آقا قاسم کئی دن سے نہ تو کچھ کھاتا ہے نہ بات کرتا ہے دوسرے دن مرجینا
پھر اسی عطار کی دوکان پر گئی اور اس سے وہ دوا اور خوشبو مانگی کہ اخیر وقت بیمار کو
دیتے ہیں جب عطار نے اس کو وہ دوا دی مرجینا اسے لے کے روئی اور آہ کر کے
کہا میں نہیں جانتی کہ نوبت اس دوا کے پینے کی بھی آئے یا نہ آئے اور اس طرف علی
بابا منتظر تھا کہ جس وقت گریہ و بکا کی آواز قاسم کے گھر سے جلد جا کے اس کی تجہیز
تکفین میں شریک ہو دوسرے دن مرجینا تڑکے ایک بڈھے درزی کے پاس
جس کا نام مصطفیٰ تھا اور وہ خاص کفن سیا کرتا تھا گئی اسی وقت اس نے

دوکان کھولی تھی جاکر ایک اشرفی اس کو دی اور کہا اپنی آنکھوں میں پٹی باندھ کر میرے گھر تک چلو مصطفیٰ نے اس طرح جانے میں عذر کیا مرجینا نے اور ایک اشرفی اس کے ہاتھ میں رکھ کے بہت منت سماجت کی یہاں تک کہ وہ درزی اشرفیوں کے لالچ سے راضی ہوا۔ پھر اس کی آنکھوں پر ایک رومال باندھا اور ہاتھ اس کا پکڑ کے اس مکان میں جہاں اس کے آقا کی لاش پڑی ہوئی تھی لے گئی اور قاسم کی لاش کے ٹکڑوں کو بہ ترتیب رکھا اور اس پر چادر ڈال کر اندھیری کوٹھری میں آنکھیں مصطفیٰ درزی کی کھولکر کہا تم موافق قد و قامت اس لاش کے کفن جلد تیار کردو میں تم کو ایک اشرفی اور دوں گی جب مصطفیٰ نے جلد کفن تیار کر دیا تو مرجینا نے تیسری اشرفی اسے دے کے جس طرح پہلے لائی تھی اسی طرح اس کو اس کے مکان تک پہونچا دیا اور اپنے گھر آئی اور پانی گرم کر کے اس نے اور علی بابا نے مل کر قاسم کو غسل دیا اور حنوط لگا کفنا اس کے جنازے کو ایک اچھی طرح پر رکھا مرجینا ایک امام مسجد کے پاس گئی اور اس سے کہا ایک جنازہ تیار ہے چل کے اس پر نماز پڑھو اور فلانے قبرستان میں جاکر دفن کردو امام مسجد کا امام اور وہاں کے رہنے والے اس کے ہمراہ آئے اور چار شخص اہل ہمسایہ سے اس کے جنازے کو اپنے کاندھے پر اٹھا نماز پڑھنے کی جگہ میں لے گئے بعد فراغت نماز وہی چار آدمی جنازہ گورستان کو لیچلے مرجینا آگے جنازے کے سر ننگی روتی پیٹتی ہوئی چلی یہاں تک کہ علی بابا ہمسایوں کے ساتھ جنازہ لے کر قبرستان میں آیا اور اس کو دفن کر کے اپنے بھائی کے ماتم میں چالیس روز تک بیٹھا اور موافق رسم اس شہر کے بیبیاں محلے کی گھڑی بھر کے لئے جمع ہو کر بیوہ قاسم کے ساتھ روئیں اور اس کی تسلی کر کے چلی گئیں اور سوائے علی بابا اور اس کی بی بی اور بیوہ قاسم اور مرجینا کے کوئی دوسرا اہل شہر اس بھید کو نہیں جانتا تھا علی بابا نے بعد عدت ہونے کے قاسم کی بیوہ کے ساتھ اپنا نکاح کیا اور علی بابا کا ایک بیٹا تھا کہ وہ کسی ایک بڑے سوداگر کے ہمراہ رہا کرتا تھا اور امور تجارت اور خرید و فروخت اسباب سے بخوبی واقف تھا علی بابا نے دوکان قاسم

کی اس کے حوالے کی چنانچہ اس نے اس دوکان پر بیٹھنا شروع کیا۔
ایک دن وہ سب ٹھگ موافق اپنے دستور کے اس خزانے کی طرف آئے اور وہاں
کچھ نشان قاسم کی لاش کا نہ پاکر نہایت متحیر ہوئے اور دیکھا کہ اس خزانے سے بہت اشرفیاں
بھی نکل گئی ہیں ان کے سردار نے کہا اب اگر اس کا تدارک نہیں کرتے ہیں تو آئندہ کو
ہمارے لئے بڑی قباحت ہوگی رفتہ رفتہ یہ سب خزانے کہ ہمارے بزرگوں نے اور
ہم نے بڑی مشقت سے مدت دراز میں جمع کئے ہیں برباد ہوجائیں گے پھر ان سبھوں
نے سوچا کہ اس میں کچھ شک نہیں وہ شخص جسے ہم نے مار افسونِ دروازے سے خبردار
تھا اور سوائے اس کے اور شخص بھی اس بھید سے واقف ہے جو دروازے کو کھول
کر بہت دولت اور لاش کو اٹھا کر یہاں سے لے گیا ضرور ہے کہ ہم سے ایک آدمی بہت
ہوشیار ہو شہر میں تنہا مسافر اور اجنبی بن کر جائے اور محلہ محلہ اور کوچہ پھر کے دریافت
کرے کہ کون شخص شہر میں تازہ مرا اور کہاں رہتا ہے جب اس قدر معلوم ہوگا تو
اس وقت اور کچھ تدبیر کی جائے گی ایک ٹھگ نے ان میں سے کہا میں جاتا ہوں یا تو
اس شخص کا پتہ لگائے لاتا ہوں یا اپنی جان دونگا غرض وہ ٹھگ رات کو شہر میں آیا
اور بہت سویرے چوک میں گیا سوائے دوکان مصطفےٰ کے سب دوکانوں کو بند پایا
ٹھگ نے درزی سے جاکر صاحب سلامت کی اور کہا ابھی اندھیرا ہے تم اس وقت
کیونکر کام سینے پرونے کا کرسکتے ہو مصطفےٰ نے کہا میری بینائی اب تک ایسی تیز ہے

کہ ابھی کل کے دن میں نے اندھیرے مکان میں ایک مردے
کا کفن سیا ٹھگ نے یہ بات سن کر ایک اشرفی اس درزی کے ہاتھ میں رکھ کے کہا میں
تم سے فقط یہ چاہتا ہوں کہ مجھے پتے سے اس گھر کے مطلع کردو یا اپنے ساتھ لے جاکر
اس گھر کو بتادو جس میں تم کفن سینے گئے تھے مصطفےٰ نے اشرفی کے لالچ سے کہا اس گھر
کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مجھے یہاں سے ایک مکان میں کہ اس کو
میں البتہ جانتا ہوں ایک عورت لے گئی تھی پھر اس مکان سے میری آنکھوں

پر پٹی باندھ کے ایک حویلی کے اندر لے گئی اور ایک حجرے میں میری آنکھیں کھول کر مجھے
مردہ دکھلایا اور اس کا کفن سلوایا پھر میری آنکھوں میں پٹی باندھ اس جگہ جہاں سے
لے گئی تھی لاکر چھوڑ دیا اور پٹی کھول دی پہلا میں تجھے کیونکر اس گھر کو دکھلاؤں ٹھگ نے
کہا معلوم ہوا مگر اس جگہ مجھے لے چل جہاں سے تیری آنکھیں بند کی تھیں تا میں وہاں تیری
آنکھیں رومال سے باندھوں اور تیرے ساتھ ساتھ رہوں تو اسی قیاس پر چل جیسا
کہ پہلے پٹی باندھ کے چلا تھا شاید اس تدبیر سے وہ گھر مجھے معلوم ہو اگر تم یہ مہربانی
میرے ساتھ کرو گے میں ایک اشرفی تم کو اور دوں گا یہ کہہ کے اس ٹھگ نے ایک اشرفی
اور مصطفےٰ کو دی مصطفےٰ نے ان دونوں اشرفیوں کو اپنی جیب میں رکھ کے ٹھگ سے
اقرار اس طرح جانے کا کیا پھر اس نے اپنی کان کھلی ہوئی چھوڑی اور اس کو اپنے ساتھ
اس جگہ لا کے کہا یہی وہ جگہ ہے جہاں سے وہ مجھے آنکھ بند کر کے لے گئی تھی ٹھگ نے
رومال اس کی آنکھوں میں باندھا اور اس کے ساتھ ہوا مصطفےٰ اسی انداز سے اسی
سمت کو چلا جدھر پہلے مرجینا کے ساتھ گیا تھا اور اسی قدر چل کے کھڑا ہو گیا کہ یہیں
تک میں آیا تھا اس ٹھگ نے اس دروازے پر جلد ایک نشان کھریا سے بنا دیا اور
مصطفےٰ کی آنکھیں کھول کر پوچھا یہ گھر کس کا ہے مصطفےٰ نے کہا مجھے نہیں معلوم میں اس
محلے کے لوگوں سے واقف نہیں ٹھگ نے جانا کہ اس سے زیادہ حال مصطفےٰ سے معلوم
نہیں ہو سکے گا اس نے مصطفےٰ کا بہت شکر بجا لا کے کہا تم نے میری خاطر بڑی تکلیف اٹھائی
پھر اس سے رخصت ہو کے وہ ٹھگ اس جنگل کی طرف گیا اور مصطفےٰ اپنی دوکان پر
آیا اور مرجینا اس وقت کسی کام کے لئے گھر سے باہر گئی تھی جب وہ گھر کو پھری تو دروازہ
پر نشان دیکھ کر متحیر ہوئی اور سوچی کہ میرے آقا کے کسی دشمن نے پہچان کے لئے یہ نشان کیا
ہے معلوم نہیں کہ وہ کیا آفت برپا کرے گا پھر اس نے وہی نشان کھریا کے سب دروازوں
پر اس محلے کے کر دیے اور اس بھید سے نہ تو اپنی بی بی کو آگاہ کیا اور نہ اپنے میاں
کو اور وہ ٹھگ اپنی جماعت میں گیا اور سارا حال ان سے بیان کیا وہ گروہ
اپنے سردار سمیت اس شہر میں ایک دوسرے سے جدا جدا آیا اور جب وہ شخص

جو پہلے علی بابا کے دروازے پر نشان کر گیا تھا اپنے سردار کو واسطے پہنچوانے گھر کے
اس محلہ میں لایا سردار نے پہلے ایک دروازے پر کھریا کا نشان پایا جانا کہ یہ گھر
اسی شخص کا ہے جس کی ہم تلاش میں ہیں پھر جب اس کی نظر سارے محلے کے دروازوں
پر پڑی وہی کھریا کا نشان سارے دروازوں پر پایا حیران ہوا کہ ہم کیونکر اس
گھر کو جو ہمیں درکار ہے دریافت کر سکیں وہ پہلا ٹھگ کہ اس سردار کا رہنما تھا اس
حال سے نہایت نادم اور پریشان ہوا اور اس کو کچھ جواب دیتے نہ بن پڑا آخر بہ قسم
اپنے سردار سے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کس طرح اور دروازوں پر وہی نشان معلوم ہوتا
ہے کہ جس سے اس دروازے کو پہچان نہیں سکتے پھر وہ سردار چوک میں آیا اور اپنے
لوگوں سے جو ملتے گئے کہا ہماری محنت ضایع ہوئی اور نشان اس گھر کا ہم نہ پا سکے یہ
حال اپنے ہمراہیوں سے بھی کہہ کے کہا کہ اب میں خزانے کی طرف جاتا ہوں جو حاضر
تھے سب اپنے سردار کے ساتھ اسی جنگل کو پھر گئے جب سب قزاق وہاں جمع ہوئے۔
سردار نے اس شخص کو کہ بات اس کی لغو ہوئی تھی سب کے روبرو سزا دی اور قید
کیا اور سب سے کہا جو تم میں سے شہر میں جا کے میرے چور کے گھر کا ٹھیک پتہ
لگا کے مجھ سے آکر کہے گا میں اس کے ساتھ بہت سلوک کروں گا ایک شخص نے
اس جماعت سے نکل کر سردار سے کہا میں شہر کو جاتا ہوں اور اس شخص کی خبر لاتا
ہوں یہ کہہ کے مصطفےٰ کے پاس آیا اور اسے اشرفیاں دے کر راضی کیا اور اس کو
پہلی طرح علی بابا کے گھر تک لے گیا اور اس کے دروازے پر سرخی سے نشان کیا اس کے
جانے کے بعد مرجینا نے ویسا ہی سرخ نشان اور دروازوں پر بھی کر دیا اور چپکی
ہو رہی اس ٹھگ نے اپنی جماعت میں جا کے بڑی دوڑ لگی لی اور اپنے سردار سے
کہا میں نشان اس دروازے پر کر آیا ہوں اب وہ دروازہ صاف پہچانا جاتا ہے
وہ سردار ہمراہ گئے اور ٹھگوں کے وہاں آیا پھر اس نے بدستور سب دروازوں
کے نشان برابر پائے نہایت کھسیا کے پھر اپنے مکان کو چلا گیا اور اس
دوسرے کو بھی قید کیا اور اپنے دل میں سوچا کہ دو آدمی خطا کر کے

انہی سزا کو پہونچے اب بہتر یہ ہے کہ میں آپ جاکر اپنے دشمن کا گھر دریافت کروں
پھر وہ سردار تن تنہا شہر میں آکے رہبری سے اسی درزی کی جس کو بہت کچھ دیا تھا
علی بابا کے گھر تک پہونچا اور کچھ نشان ظاہری اس پر نہ کیا بلکہ غور سے اس دروازے
کو دیکھ علامات اس کے خوب ذہن نشین کئے پھر اس جنگل میں جاکر اپنے سب گروہ سے
کہا کہ میں اس کو اچھی طرح دیکھ آیا ہوں اس کا نقشہ میرے ذہن میں خوب جم گیا
ہے اب دھوکا نہ پڑے گا مگر تم ایک کام کرو کہ انیس ۱۹ خچر مول اور ایک کپا روغن
سیاہ کا اور سینتیس ۳۷ کپے خالی جمع کرو تا کہ ہر ایک کپے میں ایک ایک جوان تم میں سے
مسلح ہو کر بیٹھے اور دو دو کپے ایک ایک خچر پر لادے جائیں انیسویں خچر پر ایک
طرف ایک جوان اور دوسری طرف اس کے کپا روغن کا رکھا جائے اور ہم بطور
بھیاروں کے شہر میں خچروں سمیت جائیں اور رات کو اسی دروازے پر پہونچ
کر صاحب خانہ سے اجازت رات کے رہنے کی لیں پھر وہاں رہ کے رات کو
سب آدمی ان کپوں سے نکل کر کام اس کا تمام کریں اور جس قدر خزانہ وہ یہاں
سے اٹھا لے گیا ہے ان خچروں پر لاد کے لے آئیں سبھوں نے اس مصلحت کو
پسند کیا اور کپے اور خچر مول لائے اور جس طرح اس نے کہا تھا ایک ایک ٹھگ
کپے میں بٹھا اور اوپر کپوں کے روغن مل دیا تا کہ سب کپے روغن کے دکھائی دیں
پھر اس سردار نے اپنے تئیں تیلیوں کی وضع پر بنایا اور ان انیس ۱۹ خچروں پر
سینتیس کپے جن میں ایک ایک ٹھگ کو بٹھایا تھا اور کپا روغن کا اس پر لاد کے
شہر میں ایسے وقت لایا کہ علی بابا کے گھر پر شام کو پہونچا اتفاقاً اس وقت علی بابا کھانا
کھا کے اپنے دروازے پر چہل قدمی کر رہا تھا اس سردار نے اس سے صاحب
سلامت کر کے کہا کہ میں فلانے گانوں کا رہنے والا ہوں اور دیہات سے تیل
مول لے کر شہر میں اکثر بیچنے کے لئے آتا جاتا ہوں آج شام ہو گئی اس سے نزدیک
ہے اگر آپ مہربانی سے ایک رات کے لئے مجھے خچروں سمیت جگہ
دیں تو میں کپے ان پر سے اتاروں اور ان کا دانہ گھاس کروں علی بابا

نے اس کی درخواست منظور کر کے کہا بہت اچھا رہو پھر ایک مکان حویلی کے اندر خالی کر کے اس کو بتا دیا کہ اس کے اندر تم اترو اور اپنے خچروں کو باندھو اور ایک غلام کو واسطے ڈالنے گھاس خچروں کے متعین کیا اور مرجینا سے کہا ایک مہمان آیا ہے اس کے لئے جلد کھانا پکا اور پلنگ پر بچھونا بچھا رکھ جب سردار ٹھگوں نے کپڑے اتارنے سے فراغت پائی علی بابا نے اس کی بڑی خاطر کی اور نہایت خوش اخلاقی سے پیش آیا اور اسی کے روبرو مرجینا کو بلا کے حکم دیا کہ خبردار ہمارے مہمان سے غافل نہ رہنا اور صبح کو میں حمام کروں گا پانی گرم تیار رکھنا اور ایک جوڑا سفید کپڑے کا نکال کر عبداللہ غلام کو دے کر بعد غسل میں اس کو پہنوں گا اور میرے بیٹے کے واسطے فجر کا شوربا رات ہی کو تیار کر رکھنا مرجینا نے کہا بہت خوب سب کام آپ کے فرمائے ہوئے ہیں وقت پر تیار کر رکھوں گی علی بابا سو رہا اور سردار ٹھگوں کا بعد کھانے پینے کے اصطبل میں گیا اور بعد دانہ گھاس کرنے خچروں کے ہر ایک کپے مٹکے نزدیک گیا اور کہا آدھی رات کو جب میں تم کو پکاروں تم فوراً کپوں کے منہ چھری سے کاٹ کر نکل آنا پھر وہ سردار خوابگاہ میں آیا مرجینا روشنی لئے اس کے ہمراہ تھی اس نے سردار سے پوچھا اگر کوئی چیز اور درکار ہو تو فرمائیے اس نے کہا اب ہمیں کچھ نہیں چاہیئے یہ کہہ کے اس نے چراغ گل کیا اور پلنگ پر لیٹا اور اپنے دل میں کہا کہ ایک نیند سو کے اٹھوں گا اور اپنے یاروں کو بھی اسی وقت بلاؤں گا مرجینا نے بموجب حکم اپنے آقا کے ایک جوڑا سفید کپڑوں کا نکالا اور درست کر کے عبداللہ غلام کو دیا پھر اس نے واسطے شوربا پکانے کے دیگچی چولہے پر رکھ کر آنچ کر دی تھوڑی دیر کے بعد اس کو شوربا دیکھنے کے لئے حاجت چراغ کی ہوئی اتفاقاً چراغ سب بجھ گئے تھے اور تیل گھر میں نہ تھا مرجینا چراغ جلانے کے لئے نہایت متردد ہے اس مکان میں بہت کپے تیل کے رکھے ہیں جا کر جتنا تیل درکار ہو لے آ مرجینا عبداللہ کی شکر گزار ہوئی پھر عبداللہ سو رہا اور

مرجینا تنہا تیل کا لوٹا اٹھا اس مکان میں جہاں تیل کے کپّے رکھے تھے گئی اور ایک
کپے کے پاس جب وہ پہونچی ٹھگ نے آہٹ پا کے مرجینا کو اپنا سردار سمجھ کر
آہستہ سے پوچھا کہ کیا وقت ہمارے نکلنے کا آیا مرجینا اس کی آواز سنکر ڈری اور
ان کے فریب سے آگاہ ہو گئی اور جواب اس طرح دیا کہ ابھی نہیں پھر وہ دوسرے
کپے کے نزدیک گئی اس میں سے بھی یہی آواز آئی اور اس نے وہی جواب دیا آخر
نوبت جب سب کپوں کی پہونچ گئی مرجینا نے دل میں کہا سبحان اللہ میرے
آقا نے سخت دھوکا کھایا یہ نہ سمجھا کہ یہ سب قزاق ہیں اس کے قتل کرنے اور
لوٹنے کو آئے ہیں بہر کیف مرجینا نے اس کپے سے جو سب کے آخر رکھا ہوا تھا تیل
کلھڑے میں بھر لیا اور باورچی خانہ میں جا کر چراغ روشن کیا اور بڑی ایک دیگ
نکال کر اس کپے سے تیل لا لا کے بھرا اور اس کو چولہے پر رکھ اور بہت لکڑیاں اس
کے نیچے جلا آنچ کو تیز کیا تا کہ جلد تیل جوش میں آئے غرض جب کہ تیل نے خوب
جوش کھایا تب مرجینا نے اس میں سے دیگچی کو بھر ان کپوں میں ایک سرے سے
ڈالنا شروع کیا وہ سب ٹھگ انہیں کپوں میں جل بھن کے رہ گئے اور اس
لونڈی کی تدبیر سے بے شور و غل ان سب کا کام تمام ہوا پھر مرجینا شوربا
پکانے لگی ایک گھڑی نہ گذری ہوگی کہ سردار ٹھگوں کا جاگا اور جب دروازے
کو کھول کر دیکھا کہ چاروں طرف اندھیرا ہے تو اس نے دستک دی اور اشارہ
ان کے پکارنے اور بلانے کا کیا مگر وہاں سے مطلق آواز نہ آئی تھوڑی دیر
کے بعد ان سب کو پکارا تو بھی کچھ جواب نہ سنا تیسری دفعہ پھر زور سے آواز دی
پھر بھی کچھ آواز نہ آئی تب بے قرار ہو کے اس مکان میں گیا اور جب نزدیک
ایک کپے کے گیا اس میں سے بدبو تیل اور مردے جلے ہوئے کی اسے آئی اور اس
کو گرم پایا اور اسی طرح سب کپوں کے پاس گیا اور یہی حال دیکھا تب جانا
کہ کام سب کا تمام ہوا اور خود ڈر سے دیوار پر چڑھ وہ باغ کی طرف
کود پڑا اور وہاں سے بھاگا جب بہت دیر ہوئی اور وہ سردار ادھر

سے نہ پھرا مرجینا نے جانا کہ پچھواڑے سے کود کر بھاگا اس واسطے کہ باہر کے دروازے
مقفل تھے پھر مرجینا خاطر جمع ہو کر سو رہی دو گھڑی کے تڑکے علی بابا بیدار ہو کے
حمام کو گیا اور اس حال سے جو رات کو گزرا اسے خبر نہ ہوئی جب علی بابا بعد طلوع
آفتاب حمام سے آیا اور ان کپوں کو اپنے گھر میں دیکھا دیکھا نہایت متحیر ہوا کہ اب
تک وہ سوداگر اپنے کپوں کو خچروں پر لاد کر بازار نہیں لے گیا اس نے مرجینا سے
پوچھا مرجینا نے کہا خدا آپ کو سدا سلامت رکھے میں آپ سے سارا حال
عرض کرونگی علی بابا اس کے ساتھ کنارے پر گیا مرجینا باہر سے دروازہ بند کر کے
اس کو ایک کپے کے پاس لے گئی اور کہا آپ اس میں ملاحظہ کیجیے کہ تیل ہے یا کیا ہے
جب علی بابا نے بغور دیکھا اس کو آدمی نظر آیا وہ چلایا اور ڈر کے بھاگا مرجینا نے
کہا تم ڈرو نہیں وہ آدمی مرا ہوا بے جان ہے علی بابا نے پوچھا کیونکر یہ مارا گیا
مرجینا نے کہا اس حال کو میں آپ سے کہوں گی علی بابا نے سرے سے سب کپوں کو
دیکھا اور سب میں آدمی مرا ہوا پایا نہایت متحیر ہو کر مرجینا سے پوچھا وہ سوداگر
کیا ہوا اور کہاں گیا مرجینا نے اول سے آخر تک سب حال اس کا بیان کیا اور کہا
وہ سردار ٹھگوں کا کسی طرف بھاگ گیا جب دیر ہوئی اور وہ نہ پھرا تب میں نے
قیاس کیا کہ وہ باغ کی طرف سے پھاند کر بھاگ گیا پھر میں سو رہی مرجینا نے اس
قصہ کو بیان کر کے اپنے خاوند سے کہا حقیقت حال یہ تھی جس کو حضور میں عرض
کیا اور دو تین دن کے آگے کچھ اسرار مجھ کو اس امر کے معلوم ہوتے تھے مگر میں نے
آپ سے ظاہر نہیں کیے کہ چنداں ضرور نہیں پھر مرجینا نے ان نشانوں کا قصہ
بھی ابتدا سے انتہا تک بیان کیا علی بابا یہ سب حال سنکر بہت خوش ہوا اور کہا
میں تجھ سے نہایت راضی ہوا اب جو تو اپنے حق میں تجویز کر اپنی حیات میں میں اس
کو کر دوں مرجینا نے کہا اب سب سے مقدم یہ ہے کہ ان لاشوں کو جلد اپنے باغ
میں دفن کرو تا کہ کوئی مطلع نہ ہو علی بابا مع عبد اللہ اپنے غلام کے باغ میں
کہ نہایت وسیع تھا گیا اور درختوں کے نیچے بڑا گڑھا کھودا اور ان

سینتیسوں لاشوں سے ہتھیار کھول لئے اور ان کو باغ میں لے گئے اور ایک گڑھے میں
ڈال کر دفن کیا اور اس زمین کو ہموار کر دیا اور سب کپڑے اور ہتھیار چھپا کر ایک ایک
دو دو خچر اپنے غلام کے ہاتھ بازار میں بھیجکر بکوا ڈالے اور علی بابا بڑی ہوشیاری
سے اپنے تئیں چھپائے رکھتا تھا کہ کوئی اور اس کی تونگری سے آگاہ نہ ہو وہ
سردار چالیس ٹھگوں کا وہاں سے بھاگ کر اسی جنگل میں نہایت پریشان گیا
اور خیال کیا کہ اب کوئی ایسی تدبیر کیا چاہیئے کہ علی بابا کو جان سے مارا چاہیئے
ورنہ وہ سب دولت اس خزانے سے نکال کر لے جائے گا اب تنہا جس طرح
ہو علی بابا کو ماروں یہ دل میں ٹھہرا کر رات کو سو رہا صبح کو لباس جو اس کام کے
مناسب تھا پہنا اور شہر میں آکے ایک کاروانسرا میں اترا اور اپنے دل میں
سوچ کر کہا کہ اتنے آدمیوں کا خون کر کے یقیناً علی بابا اس کے مواخذے میں
گرفتار ہوا ہوگا اور اس کے گھر کو بھی حاکم نے ضبط کر لیا ہوگا اور یہ خبر تمام
شہر میں پھیلی ہوگی اپنے مہماندار سے پوچھا اس شہر کے باشندوں کی کوئی خبر جو
عجیب و غریب سنی ہو کہو اس نے جو جو حوادث کہ دو تین دن کے عرصے میں اس شہر میں
واقع ہوئے تھے اور اس نے دیکھے سنے تھے سب کہے مگر اس سردار نے کوئی بات
اپنے مطلب کی نہ پائی سمجھا علی بابا نہایت ہوشیار ہے کہ باوجود لے جانے اس
قدر دولت کے میرے خزانے سے اور قتل کرنے اتنے آدمیوں کے اپنی ہوشیاری
سے اب تک محفوظ ہے ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس کے ہاتھ سے مارا جائے باوجود اس
خیال کے اس لئے واسطے فریب دینے علی بابا کے اچھا اچھا اسباب تجارت کا اس
خزانے سے لا لا کے جمع کیا اور چوک میں اس شہر کے ایک دوکان بکرایہ لے کر
وہ اسباب اس میں رکھا اور بیچنے کے بہانے سے اس دوکان میں بیٹھنے لگا اتفاقاً
یہ دوکان سامنے دوکان قاسم کے تھی جس میں اب علی بابا کا بیٹا نادر بیٹھا کرتا تھا
اور اس چوروں کے سردار نے اپنا نام خواجہ حسن مشہور کیا اور دوکانداران
گرد و پیش سے راہ و رسم اور دوستی پیدا کی اور ہر ایک کے ساتھ با اخلاق

پیش آنے لگا خصوصاً علی بابا کے بیٹے سے جو جوان حسین اور خوش پوشاک تھا، بڑی دوستی بہم پہونچائی اور اکثر اسی کے پاس نشست و برخاست کیا کرتا تین چار دن کے بعد اس نے علی بابا کو جو اکثر اپنے بیٹے کو دیکھنے اس کی دوکان پر جایا کرتا تھا دیکھ کر پہچانا اور اس کے بیٹے سے پوچھا یہ شخص کون ہے اس نے کہا میرا باپ ہے پھر وہ اس بات کو سن کر علی بابا کے بیٹے کو فریب دینے کے واسطے پیار کرنے لگا اور کچھ تحفے اسے دے کر اکثر اپنے کھانے میں کہ بڑے تکلف سے پکاتا تھا شریک کیا کرتا علی بابا کے بیٹے نے بھی چاہا کہ ایک دن اس کی دعوت کرے مگر مکان تنگ تھا اس واسطے اپنے باپ سے اس کا ذکر کیا اس کے باپ نے کہا بہت اچھا تم بھی اپنے دوست کی دعوت تکلف سے کرو کل جمعہ کا دن ہے تم خواجہ حسن کو بغیر اس کے کہ اسکو اطلاع ہو ٹہلتے ہوئے میرے گھر لے آؤ میں مرجینا کو حکم دے رکھتا ہوں وہ کھانا تیار کر رکھے گی غرض دوسرے دن جمعہ کو خواجہ حسن اور علی بابا کا بیٹا ٹہلنے کو نکلے وقت مراجعت علی بابا کا بیٹا اس کو اس کوچے میں سے جس میں علی بابا رہتا تھا لے نکلا جب گھر کے دروازے پر پہونچے اس نے خواجہ حسن کو وہاں ٹھہرا کر اس دروازے کو کھلوایا اور خواجہ حسن سے کہا یہ گھر میرے باپ کا ہے جب سے اس نے تمہاری محبت کا حال نسبت میرے سنا نہایت مشتاق تمہاری ملاقات کا ہے اگر اندر تشریف لے چل کے ان سے ملاقات کیجئے تو موجب میری خوشی کا ہوگا گو خواجہ حسن کو بدل یہی منظور تھا کہ کسی طرح آمد و رفت میری علی بابا کے گھر میں ہو تا ہر وقت دغا دے کے بے تامل اس کا کام تمام کروں مگر اس وقت اس کو جانے میں تامل ہوا علی بابا کا بیٹا خواجہ حسن کا ہاتھ پکڑ کے منت و سماجت کر کے اس کو اندر لے گیا جب خواجہ حسن اپنے دوست کے اصرار سے علی بابا کے گھر گیا ظاہر میں کمال شگفتگی سے ملا تا کہ معلوم ہو کہ اپنی خوشی سے آیا ہے علی بابا نے اس سے ملاقات کر کے بڑے تپاک سے خیر و عافیت پوچھی اس نے کہا جو تم میرے بیٹے پر بہت مہربانی رکھتے ہو لہذا میں بہت ممنون تمہارا ہوں اور مجھے خوب ثابت ہے

کہ جتنا میں اسے پیار کرتا ہوں اس سے زیادہ تم اسے چاہتے ہو خواجہ حسن نے
بہت سی باتیں دل خوش کرنے کی کہہ کے بیان کیا تمہارے بیٹے سے میں بہت راضی
ہوں گو ابھی وہ کم سن ہے مگر خدا نے نہایت سعادت مندی اور دانائی اس کو
عطا کی ہے پھر گفتگو اختلاط کی کرنا شروع کی تھوڑی دیر کے بعد خواجہ حسن نے رخصت
مانگی علی بابا نے کہا صاحب کہاں جاتے ہو میں نے تمہاری دعوت کی ہے ازراہ مہربانی
کھانا کھا کے تشریف لے جایئے گا اگرچہ وہ کھانا آپ کے لایق نہیں مگر میری خاطر سے تھوڑا
سا تناول فرمایئے خواجہ حسن نے کہا میں آپ کی عنایت سے سراپا ممنون ہوں اگر ایک امر
ایسا ہے جس سے میں زیادہ ٹھہر نہیں سکتا اور نہ کھانا سکتا ہوں علی بابا نے پوچھا وہ
کیا ہے خواجہ حسن نے کہا نمک پڑا ہوا کھانا میں بسبب عارضہ کے نہیں کھاتا علی بابا نے
کہا میں باورچی سے منع کئے دیتا ہوں کہ کسی کھانے میں نمک نہ ڈالے پھر علی بابا نے باورچیخانہ
میں جا کر مرجینا سے کہا کچھ کھانا بے نمک کا پکا تو مرجینا متعجب ہوئی اور علی بابا سے
پوچھا کون کھانا بے نمک کا کھائے گا علی بابا نے کہا کوئی ہو تجھے کیا مرجینا نے کہا
بہت اچھا میں بے نمک کا پکاؤں گی پھر مرجینا اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگی کہ وہ آدمی کیسا
ہے جو نمک نہیں کھاتا ہے ذرا میں بھی چل کر دیکھوں بعد کھانا پکانے کے عبداللہ غلام
کے ساتھ ہوئی اور دیکھتے ہی خواجہ حسن کو پہچانا پھر مرجینا نے بغور دریافت کیا کہ یہ ایک
خنجر اپنے کپڑوں میں چھپائے ہوئے ہے اور سوچی کہ یہ حرامزادہ اسی لئے نمک میرے آقا
کا نہیں کھاتا تاکہ اسے فریب سے قتل کرے یہ اس کا بڑا دشمن ہے پھر مرجینا نے
دل میں کہا میں فجر ہی کو تیرا کام تمام کروں گی غرض وہ بہتر بہ دستر خوان سفید اور
کھانا موقع سے لگا کے چلی گئی اور اپنی تدبیر میں مصروف ہوئی پھر جب علی بابا اور
خواجہ حسن کھانے سے فراغت پا چکے تب عبداللہ نے مرجینا کو خبر دی کہ میوے
لے چل مرجینا نے بعد بڑھانے دستر خوان کے میووں کی تشتریاں لے جا کر رکھیں اس
کے بعد ایک چھوٹی چوکی شراب کی نزدیک علی بابا کے بچھا کر تین گلاس اس
پر رکھے اور آپ عبداللہ سمیت کھانا کھانے کے بہانے سے دوسرے مکان

میں گئی سردار ٹھگوں کا میدان خالی پا کے نہایت خوش ہوا اور کہا یہی وقت ہے کہ
اپنا بدلا علی بابا سے لوں اور پھر باغ کی راہ سے نکل جاؤں اس کا بیٹا اگر ذرا
بھی ہاتھ پاؤں ہلائے گا اسے بھی ٹھکانے لگاؤں گا مگر یہ اس وقت کیا چاہیئے کہ
جس وقت علی بابا کا غلام اور اس کا باورچی کھانا کھانے میں مصروف ہوں مرجینا
اس کے تیور دیکھ کے اس ارادے پر مطلع ہوئی اور یہ خیال کیا بہتر ہے کہ میں پہلے چل
کے کسی بہانے سے اس کا کام تمام کروں پھر مرجینا نے جلد لباس ناچنے والوں کا
پہن کر دستار سر پر رکھی اور ایک کمر بند چاندی کے ملمع کا کمر سے باندھا اور اس میں
ایک خنجر رکھ کے اپنے منہ چھپانے کے لئے ایک دوپٹہ بہت اچھا اوڑھا جب وہ
بھیس بدل چکی اس نے عبداللہ سے کہا اپنا طبلہ اٹھا لے تا ہم دونوں مل کے اپنے
آقا کے مہمان کو ناچ گا کر محظوظ کریں عبداللہ طبلہ بجاتا ہوا آگے مرجینا کے چلا
پھر وہ دونوں اس مکان کے اندر جس میں علی بابا اور اس کا مہمان تھا آئے اور
آداب بجا لا کے اجازت ناچنے اور تماشا کرنے کی مانگی علی بابا نے اسے
اجازت دے کے فرمایا کہ ایسے تماشے اور نقلیں کر کہ جن کو خواجہ حسن دیکھ کر
خوش ہو پھر عبداللہ نے نزدیک ان کے کھڑے ہو کر طبلہ بجانا شروع کیا
مرجینا آگے اس کے ہو کے ناچنے لگی اور طرح طرح کے ناچ دکھا کر سب کو خوش کیا پھر
پھر مرجینا خنجر کمر سے نکال اور ہاتھ میں لے ناچنے لگی اور سب ناچوں سے اس قسم
کا ناچ بہت اچھا ان سب کو معلوم ہوا عین ناچ میں مرجینا کبھی خنجر کو اپنی بغل میں
رکھتی اور کبھی اس کو اپنے پیٹ پر بعد تھوڑی دیر کے اس نے طبلہ عبداللہ سے لے کر
اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑا اور خنجر کو داہنے ہاتھ میں لے اور طبلہ اٹھا کے واسطے لینے
انعام کے کہ معمول تماشہ کرنے والوں کا ہے آگے علی بابا کے گئی علی بابا نے اسے ایک
اشرفی دی پھر مرجینا طبلے کو آگے علی بابا کے بیٹے کے لے گئی اس نے بھی ایک اشرفی دی خواجہ
حسن نے دیکھا کہ وہ میرے پاس لائیگی وہ آگے سے اشرفی نکالنے میں مشغول ہوا مرجینا
نے قابو پا کے نہایت چستی اور مردانگی سے ایسا خنجر اس کے جگر میں مارا کہ خواجہ حسن

فوراً مر گیا علی بابا ڈرا اور مرجینا پر غصے ہو کے کہنے لگا کہ اے نیک بخت تو نے یہ کیا کام کیا مجھے
منطلب میں ڈالے گی مرجینا نے کہا یہ کام میں نے آپ کی خرابی کا نہیں کیا بلکہ سلامتی کے واسطے کیا
اس کی قبا کھول کر ذرا دیکھو پھر علی بابا نے جب اس کی قبا کھولی تو اس میں ایک پیش قبض چھپی ہوئی
پائی پھر اس نے علی بابا سے کہا یہ تمہارا دشمن جانی تھا اور اچھی طرح بغور دیکھو اور پہچانو کہ یہ وہی
روغن فروش ہے کہ سردار ٹھگوں کا تھا اور جو تمہارے قتل کرنے پر اس کی نظر تھی اس لئے نہیں
چاہتا تھا کہ تمہارا نمک کھائے جس وقت تم نے حال اس کے نمک نہ کھانے کا کہا اسی وقت
میں نے اسے آکر دیکھا اور پہچانا اور مجھے قرینے سے معلوم ہوا تھا کہ وہ تمہارے مارنے
کے درپے ہے الحمدللہ میں نے جو خیال کیا تھا وہ مطابق ہوا علی بابا نے از سرنو مرجینا
کی شکر گزاری کی کہ تو نے دوبارہ اس کے ہاتھ سے مجھے بچایا پھر اس کو اپنے گلے سے
لگا کے آزاد کیا اور کہا عوض اس قدر نمک حلالی کے تیری شادی اپنے بیٹے کے ساتھ
کرتا ہوں پھر علی بابا نے اپنے بیٹے سے کہا تم سعادت مند ہو میں چاہتا ہوں کہ مرجینا کی شادی
تمہارے ساتھ کروں کہ وہ نہایت خدمتگزار اور خیر خواہ ہے غرض خواجہ حسن کی تمہارے
ساتھ دوستی کرنیکی یہی تھی کہ وہ فریب دیکر مجھے قتل کریگا مگر مرجینا نے اپنی ہوشیاری سے اسکو
مار کے ہم سب کو بچایا اس کا بیٹا راضی ہوا علی بابا اور اسکے بیٹے نے احتیاط سے خواجہ حسن کو اٹھا کے
اسی باغ میں دفن کیا برسوں تک کسی کو یہ حال معلوم نہ ہوا پھر علی بابا نے اپنے بیٹے کی شادی مرجینا
کے ساتھ دھوم سے کی اور اپنے دوستوں اور ہمسایوں کو بڑے تکلف کے کھانے کھلائے اور ان
کو ناچ اور تماشے دکھلائے پھر ایک دن وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے بڑی ہوشیاری سے اس
خزانے کی طرف گیا اسے یقین ہوا کہ اب کوئی ٹھگ زندہ باقی نہیں رہا پھر وہ موافق بوجھ
اٹھانے گھوڑے کے اشرفیاں وہاں سے بھر کے گھر لایا اور اپنے بیٹے کو بھی اس خزانے کو دکھلا کر
دروازہ کھلنے اور بند ہونے کے راز سے آگاہ کیا اور وہ دونوں اپنی عمر بھر بدولت اس خزانے
کے بڑے آرام و چین سے اس شہر میں رہے ملکہ شہرزاد نے اس قصہ کو صبح ہونے تمام کیا۔

اور ملکہ شہرزاد کی ان قصوں سے خوش ہو کر شہریار نے بھی اپنا ارادہ بدلا اور اپنی
عروسوں کا قتل موقوف کیا اور وہ سب ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے۔
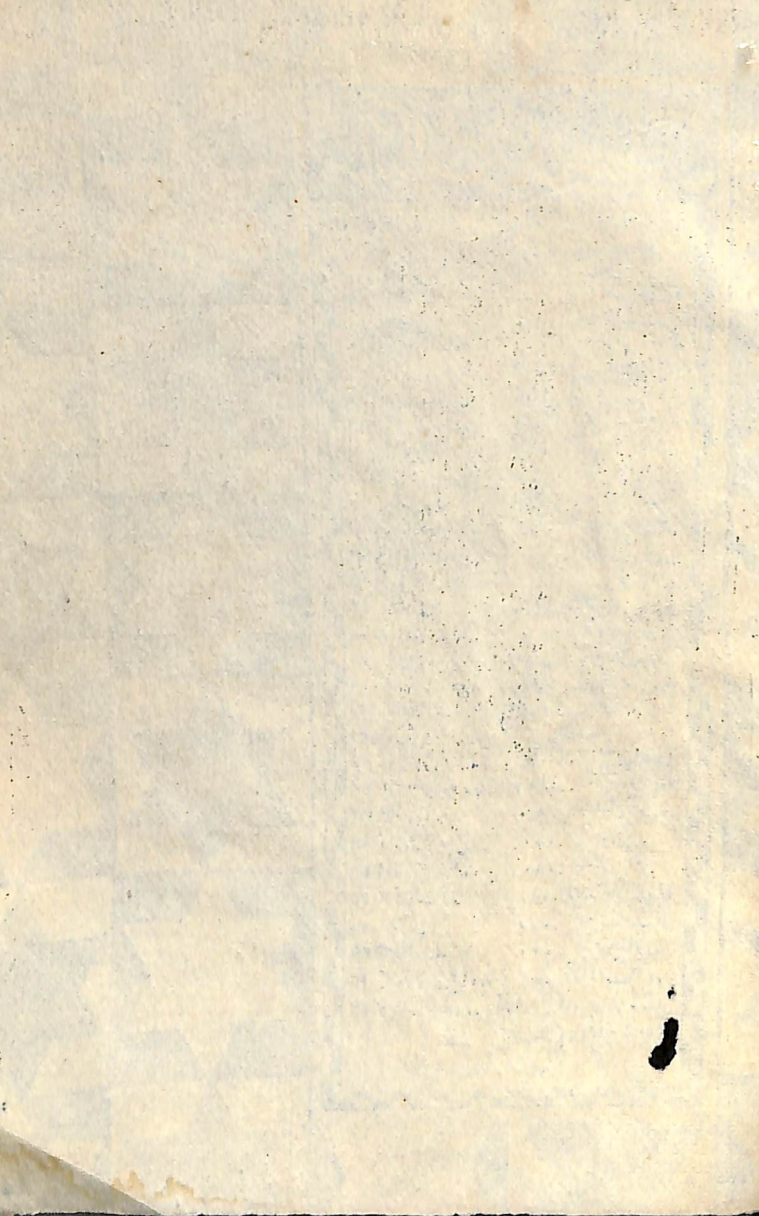
ستار پاکٹ بکس سیریز کی یہ کتابیں
۱ گاتا جائے بنجارہ (مجموعہ کلام) ساحر لدھیانوی
۲ رابندر یاد آیا (ناول) دت بھارتی
۳ دیدۂ تر " " عادل رشید
۴ تین بچے " " گلشن نندہ
۵ پردیسی " " زبیدہ
۶ تنکے کا سہارا " " کرپا شنکر بھاردواج
۷ پاگل، ریت اور جھاگ (فلسفہ) خلیل جبران
۸ نازیوں کے دشمن (ناول) ایڈگر رائس برروز
۹ غزلیں اور نظمیں (منتخب کلام) مشہور شعراء
۱۰ کالی گوری (ناول) جمنا داس اختر
۱۱ تھکن " " دت بھارتی
۱۲ نذرِ بتاں (مجموعۂ کلام) جاں نثار اختر
۱۳ اندھیرا اجالا (ناول) خواجہ احمد عباس
۱۴ چودھویں کا چاند " " عادل رشید
۱۵ برف کا درد " " اپیندر ناتھ اشک
۱۶ بدنصیب " " وحشی محمود آبادی
۱۷ جوہی کی کلیاں " " کرپا شنکر بھاردواج
۱۸ قہقہے (مزاحیہ کارٹون و لطیفے)
۱۹ گلستان اردو (ترجمہ) شیخ سعدی
۲۰ دیوانِ غالب (مجموعۂ کلام)
۲۱ ظفر کی غزلیں " "
۲۲ [illegible] گانے (مجموعہ کلام) شکیل بدایونی
۲۳ جرسِ لاہوت (ناول) اکرم الہ آبادی
۲۴ جمالِ دل " " عادل رشید
۲۵ زلزلہ " " ٹیگور
۲۶ وہ صبح ہو گئی " " مظفر ہاشمی
۲۷ خوفناک [illegible] " " تیرتھ رام فیروزپوری
۲۸ کھڑکی " " گوبند سنگھ
۲۹ سرحد " " گبر لدھیانوی
۳۰ ہمیں تو لوٹ لیا... (چیدہ قوالیاں)
۳۱ کامیاب کیسے ہوں (فلسفۂ زندگی) سویٹ ماردن
۳۲ کلامِ اختر (منتخب کلام) اختر شیرانی
قیمت فی کتاب: ایک روپیہ